ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے مِلا دیتا ہے

ستمبر ۲۰۱۴ء



اوراء کیا ہے....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

پیغمبرانہ تعلیمات، روحانی وسائنسی علوم اور نظریہ رنگ ونور کا نقیب

ماہنامہ
روحانی ڈائجسٹ
کراچی

ممبر: آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

جلد: 36 شمارہ: 10

ستمبر 2014ء / ذوالقعدہ، ذوالحج ۱۴۳۵ھ

فی شمارہ: 70 روپے

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)۔۔۔۔ سالانہ 800 روپے

بیرونِ پاکستان کے لیے۔۔۔۔۔۔۔ سالانہ 70 امریکی ڈالر

خط کتابت کا پتہ

1-D, 1/7، ناظم آباد کراچی 74600

پوسٹ بکس 2213

فون نمبر: 021-36685469

فیکس: 021-36606329

ای میل / فیس بک / ویب سائٹ

roohanidigest@yahoo.com

digest.roohani@gmail.com

facebook.com/roohanidigest

www.roohanidigest.net

پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر: ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی طابع: روحانی ڈائجسٹ پرنٹر

مقام اشاعت: 1-D, 1/7، ناظم آباد کراچی 74600











اس ماہ بطورِ خاص......



خواتین، گھر، خاندان

صحت مند زندگی



مستقل سلسلے



جب سے انسان پیدا ہوا ہے، اس کے ذہن میں یہ سوالات جنم لیتے رہے ہیں کہ
میں کون ہوں؟ میری حقیقت کیا ہے؟ میری پہچان کیا ہے؟ میرا مقصدِ حیات کیا ہے.....؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں، ہر خطہ میں اپنے نبی اور رسول بھیجے اور ہدایت کے لیے آخری الہامی کتاب قرآن مجید کی صورت میں مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا۔ جس نے اس ضابطہ حیات سے رجوع کیا اُسے رہنمائی ملی اور اس نے اپنا مقصدِ حیات حاصل کر لیا۔ قرآنِ مجید میں بار بار انسان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ:

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔ (سورۂ ذاریات: 21)

ترجمہ: اور ہم شہ رگ سے بھی نزدیک ہیں۔ (سورۂ ق۔16)

ترجمہ: کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے۔ (سورۂ روم۔8)

ترجمہ۔ تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنالیا ہے۔ (سورۂ جاثیہ۔23)

احادیثِ نبوی میں بھی باطن کی طرف اشارہ موجود ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "نہ میں زمین میں سماتا ہوں اور نہ آسمانوں میں لیکن بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔" (کتاب الزہد، امام احمد)..... "مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے" (تفسیر ابن عربی)

حضرت غوث اعظم کتاب سر الاسرار میں حدیث قدسی بیان کرتے ہیں:

الانسان سرّي وانا سرہ..... انسان میرا بھید ہے اور میں انسان کا بھید ہوں (تفسیر روح المعانی) ....

اللہ تعالیٰ نے اس حدیثِ قدسی میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا" (کشف الخفا)

واضح ہو گیا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کیسے حاصل ہو گی۔ تو اس کا طریقہ بھی قرآن اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: "بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنالیا۔" (سورۂ شمس: 9)

ترجمہ: "جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے یقیناً اپنے ربّ کو پہچانا۔" (کشف الخفا)



مادے کے اندر تفکر کیا جاتا ہے تو مادی قوانین اور مادی خصوصیات معلوم ہوتی ہیں۔ جب ہمارا ذہن مادے کی گہرائی میں جستجو کرتا ہے تو ایسی دنیا کا پتہ چلتا ہے جو مادیت کی بنیاد ہے۔ اس کو ہم لہروں کی دنیا یا روشنی کی دنیا کہہ سکتے ہیں۔ سائنس دانوں نے مادے کے اجزائے ترکیبی تلاش کئے تو ایٹم اور ایٹم کے ذرات سامنے آئے۔ ایٹمی ذرات میں الیکٹران کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں کہ وہ دوہری خصوصیات کا مالک ہے۔ ایک طرف مادی ذرہ ہے تو دوسری طرف لہر ہے۔ ایٹم کے اندر موجود لہروں کا نظام روشنی کی دنیا کا سراغ دیتا ہے چنانچہ ہم اپنے ماحول میں جو کچھ دیکھتے ہیں وہ ایک طرف مادی تشخص رکھتا ہے اور دوسری طرف روشنی کا ہیولا ہے۔ روشنی کے ہیولے میں جو تحریکات پیدا ہوتی ہیں۔ اسی کے مطابق مادی تشخص میں بھی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ سائنسی اصول کے مطابق اگر الیکٹران اور پروٹون کی تعداد میں تبدیلی کر دی جائے۔ تو ایٹم اپنی ماہیت تبدیل کر دیتا ہے۔

نیوکلیائی عمل میں یورینیم عمل انشقاق کے بعد پلوٹونیم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ گویا وہ ایٹمی ذرات جو لہروں کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں تبدیلی واقع ہو جائے تو عنصر شکل بدل لیتا ہے۔ روشنی کی دنیا میں تبدیلی واقع ہوتی ہے تو مادی تشخص میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔

جس طرح ہر مادی وجود کے ساتھ برقی رو کا نظام کام کرتا ہے اسی طرح انسان کے اندر بھی برقی نظام کار فرما ہے۔ روحانی سائنس کے مطابق انسان محض گوشت پوست، ہڈیوں اور خون سے مرکب ایک پتلا نہیں بلکہ خاکی وجود کے اندر نوری جوہر بھی ہے اور یہی نوری جوہر اس کی اصل ہے۔ یہ جوہر برقی رو یا کرنٹ ہے۔

انسان کے اندر بنیادی طور پر تین جنریٹر کام کرتے ہیں۔ یہ جنریٹر تین طرح کے کرنٹ پیدا کرتے ہیں۔ ان تینوں کرنٹ کے مجموعے کا نام انسان ہے۔

انسان کے حواس بھی تین برقی رو کے تابع ہیں۔ تمام خیالات، تصورات اور احساسات، چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی، ٹھوس ہوں یا لطیف، برقی رو کی مختلف ترکیبوں سے تشکیل پاتے ہیں۔۔ باالفاظ دیگر انسان کے اندر جو صلاحیتیں کام کرتی ہیں وہ تین دائروں میں مظہر بنتی ہیں۔ یہ تینوں کرنٹ محسوسات کے تین ہیولے ہیں اور ہر ہیولا مکمل تشخص رکھتا ہے۔ ہر کرنٹ سے انسان کا ایک جسم وجود میں آتا ہے۔ اس طرح آدمی کے تین وجود ہیں یا آدمی تین جسم رکھتا ہے۔

مادی جسم، روشنی کا بنا ہوا جسم اور نور سے بنا ہوا جسم۔

یہ تینوں جسم بیک وقت متحرک رہتے ہیں۔ لیکن مادی جسم (شعور) صرف مادی حرکات کا علم رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر مادی جسم کے اندر لاتعداد افعال واقع ہوتے رہتے ہیں۔ پھیپھڑے ہوا کھینچتے ہیں، جگر کے اندر ہزار تعاملات برسرِ عمل رہتے ہیں، دماغ کے اندر برقی رو کے ذریعے حیران کن کرشمہ جاری رہتا ہے۔ پرانے خلیات فنا ہوتے ہیں نئے خلیات بنتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اعمال کو ہمارا شعور محسوس نہیں کرتا اور نہ ہمارا شعور ارادتاً ان کو کنٹرول کرتا ہے۔ شعوری ارادے کے بغیر یہ اعمال خود بخود ایک ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ ہمارے اندر روشنی اور نور کے جسم بھی کام کرتے ہیں۔ لیکن شعور انہیں محسوس نہیں کرتا۔ صرف خواب یا مراقبے کی کیفیات ایسی ہیں جن میں ہمیں روشنی کے جسم کا احساس ہوتا ہے۔ ان کیفیات میں یعنی حالت خواب میں ہمارا مادی جسم معطل رہتا ہے۔ اس کے باوجود ہم زندگی کا ہر فعل انجام دیتے ہیں۔

اس کیفیت میں روشنی کا جسم حرکت کرتا ہے۔ اس جسم کو ہیولا، جسم مثالی بھی کہتے ہیں۔ اگر خیال کی قوت کو بڑھایا جائے تو جسم مثالی کی حرکات سامنے آجاتی ہیں اور ہم جسم مثالی کو ارادے کے تحت استعمال کر سکتے ہیں۔ جسم مثالی کی رفتار مادی جسم سے ساٹھ ہزار گنا زیادہ ہے۔ خواب میں نور کا جسم بھی متحرک ہوجاتا ہے لیکن رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ ہم نورانی واردات کو یاد نہیں رکھ پاتے۔ نور کا جسم روشنی کے جسم سے ہزاروں گنا تیز سفر کرتا ہے۔ اگر خیال کی طاقت میں مطلوبہ اضافہ ہوجائے تو آدمی نور کے جسم سے متعارف ہوجاتا ہے۔

روحانی لوگ مراقبہ پر عبور حاصل کرکے روشنی اور نور دونوں میں سفر کرتے ہیں۔ مراقبے کے ذریعے آدمی کی شعوری کیفیات روشنی کے جسم میں تحلیل ہو جاتی ہیں اور آدمی روشنی کی رفتار سے سفر کرنے لگتا ہے۔ اسے وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں جو روشنی کے اندر موجود ہیں۔ یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ یہاں روشنی سے مراد وہ روشنی نہیں ہے جو ہمیں نظر آتی ہے بلکہ یہ اس روشنی کا تذکرہ ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ اسی طرح جب شعوری کیفیات نورانی دنیا میں جذب ہو جاتی ہیں تو نور کا جسم برسرِ عمل آجاتا ہے۔ اس وقت آدمی نور کی شعاعوں کے ذریعے زمانیت اور مکانیت کو طے کرنے لگتا ہے۔

❀❀❀



آپ کے تاثرات

اپنے تاثرات روحانی ڈائجسٹ کے فیس بک پیج اور ویب سائٹ پر بھی میسج یا پوسٹ کر سکتے ہیں۔

ای میل: roohanidigest@yahoo.com

فیس بک: facebook.com/roohanidigest

ویب سائٹ: www.roohanidigest.net

میں ایک ٹیچر ہوں۔ اسکول میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ گھر میں بچوں کو ٹیوشن بھی پڑھاتا ہوں۔ ہمارے گھر میں روحانی ڈائجسٹ گزشتہ پچیس چھبیس سال سے باقاعدگی سے آرہا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کے مختلف مضامین پڑھ کر میں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں اپنے شاگردوں کو صرف پڑھاؤں گا ہی نہیں بلکہ ان کی تربیت اور کردار سازی پر بھی توجہ دوں گا۔سچ تو یہ ہے کہ اس کام کے لیے زیادہ تحریک مجھے ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کی تحریروں سے ملی ہے۔

میں اپنے ساتھی دیگر اساتذہ سے بھی یہ کہتا ہوں کہ ایک استاد کو اپنے شاگردوں کے لیے رول ماڈل ہونا چاہیے۔ نا صرف شاگردوں کے اخلاق کی درستگی کے لیے، بلکہ ان میں چھپی صلاحیتوں کو ابھارنے اور انہیں معاشرے کا ایک اچھا رکن بنانے کے لیے بھی استاد کو شاگرد پر محنت کرنی چاہیے۔

جون 2014ء کے شمارے میں عظیمی پبلک اسکول کے اساتذہ کے ساتھ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی صاحب کا خطاب پڑھ کر میرا یہ جذبہ مزید بڑھا ہے۔

(ممتاز بشیر۔ کراچی)

روحانی ڈائجسٹ پاکستان کا ہی نہیں بلکہ اردو زبان کا ایک ممتاز اور منفرد رسالہ ہے۔

متنوع موضوعات پر انتہائی مفید مضامین کا یہ ایک ایسا خوبصورت گلدستہ ہے جس کی مہک دور تک جاتی ہے اور دیر تک رہتی ہے۔

قرآنی آیات کی تفہیم ہو، ارشاداتِ نبویؐ سے رہنمائی ہو، علم و فن کے موضوعات ہوں، ادبی شہ پارے ہوں، اولیاء اللہ، بزرگانِ دین کے ایمان افروز واقعات ہوں، سائنسی ترقیوں کا تذکرہ ہو، دلچسپ و عجیب واقعات ہوں، مراقبہ، یوگا، فینگ شوئی، ریکی پر مضامین ہوں یا روحانی ڈاک کے ذریعہ لوگوں کے مسائل ومشکلات کا حل اور بیماریوں کے لیے مشورے، مختصر یہ کہ روحانی ڈائجسٹ کا ہر شمارہ اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنے والے، ہر عمر کے قارئین کے لیے بہت مفید اور دلچسپ تحریروں سے مزین ہوتا ہے۔

ہر ماہ اتنا اچھا رسالہ ترتیب دینے پر ہم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب ،ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی صاحب

اور روحانی ڈائجسٹ کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(شمائلہ نصیر۔ کراچی)

نئی نسل کی اچھی تربیت والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ فکر مندی کی بات یہ ہے کہ نئے شادی شدہ جوڑے ہوں یا کئی بچوں کے والدین، اکثر لوگ اس ذمہ داریوں کی بہتر ادائیگی سے لاعلم نظر آتے ہیں۔ کئی والدین سمجھتے ہیں کہ اپنے بچوں کو اچھے اسکولوں میں داخل کروادینے، ان کے لیے اچھے ٹیوشنز کا بندوبست کردینے اور ان کی فرمائشیں پوری کرتے رہنے سے بچوں کی تربیت کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ یہ سوچ اولاد کی اچھی تربیت میں رکاوٹ ہے۔ اولاد کی اچھی تربیت کے لیے خود والدین کی تربیت ضروری ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کے کئی مضامین میں ان نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے تاہم اس کام میں مزید مدد کے لیے روحانی ڈائجسٹ سے ہماری توقعات بڑھتی جارہی ہیں۔

(مسز [illegible]۔ لاہور)

پاکستان میں غربت کیوں ہے....؟

اس ملک کے حالات کب ٹھیک ہوں گے....؟

یہ سوالات ہر باشعور اور دردمند پاکستانی کو مضطرب رکھتے ہیں۔ روحانی ڈائجسٹ اگست کے شمارے میں ان سوالات کو زیرِ بحث لاتے ہوئے پاکستان پر قدرت کے کئی انعامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس مضمون کے ذریعہ یہ جان کر بہت اطمینان ہوا کہ کئی روحانی ہستیاں پاکستان کے لیے مسلسل دعا گو ہیں۔

ہماری بھی یہی دعا ہے کہ....

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے

(شہیر عامر۔ راولپنڈی)

اگست کے شمارے میں جو مضامین بہت زیادہ پسند آئے ان میں حق الیقین۔ پاکستان.... 2050ء میں خوش آمدید اور انسانی نفسیات پر چاند کے اثرات قابل ذکر ہیں۔ 2050ء میں دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی، آج 2014ء میں تو یہ بات بظاہر قبل از وقت معلوم ہوتی ہے لیکن ہمیں یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ موجودہ نسل کے پاس یہ کرہ زمین آنے والی نسلوں کی امانت ہے۔ اس امانت کی پاسداری آج اس دنیا میں بسنے والے ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔

(پرویز سلیم اختر۔ لاہور)

روحانی ڈائجسٹ کے ہر شمارے میں زیادہ تر مضامین بہت اچھے ہوتے ہیں لیکن کوئی ایک مضمون ایسا بھی ہوتا ہے جس کا مطالعہ زیادہ قابل قدر محسوس ہوتا ہے۔ عقل حیران ہے اور سائنس خاموش ہے ایک بہت اچھا تحیر خیز سلسلہ ہے۔ اس سلسلۂ مضامین میں اگست کے شمارے میں انسانی نفسیات پر چاند کے اثرات ایک منفرد اور بہت مفید آرٹیکل ہے۔

روحانی ڈائجسٹ ہماری پوری فیملی کا پسندیدہ رسالہ ہے۔ گزشتہ چند ماہ سے آپ "اس ماہ" کے زیرِ عنوان ہر ماہ کے خاص خاص واقعات کا تذکرہ شائع ہو رہا ہے۔ یہ ایک اور بہت اچھا سلسلہ آپ نے شروع کیا ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں نہ صرف عالمی سطح پر پائے جانے والے دنوں کے بارے میں پیشگی اطلاع مل جاتی ہے بلکہ کئی ممتاز شخصیات اور کئی مقامی تہواروں کے بارے میں بھی علم ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگست کے شمارے میں آپ نے شیخ شرف الدین یحیٰ منیری، حضرت امیر خسرو اور حضرت شیخ سعدی کے بارے میں بھی بتایا ہے کہ ان بزرگوں کا ماہِ وفات شوال ہے۔

(رفیع الدین۔ ملتان)

اوراء کیا ہے....؟؟؟

ایسے کئی گھرانے مزارات اور خانقاہیں ہیں جہاں آپ کو روحانی پیشواؤں بزرگان دین کی بہت سی خیالی اور فرضی تصاویریں عقیدت و احترام کے ساتھ دیواروں پر آویزاں ملیں گی۔ ان تصاویر میں اکثر بزرگان دین کی شبیہہ مبارک پر ایک نور کا حلقہ سا بنا ہوا نظر آتا ہے۔

نور کا ایسا ہی ہالہ آپ کو چرچ میں حضرت عیسیٰؑ کی شبیہہ میں، گوردوارے میں گرونانک کی تصویر پر اور گوتم بدھ، رام و کرشن وغیرہ کے مجسموں کے ساتھ بھی واضح نظر آئے گا۔ اس قسم کی روشنی کا ہالہ زیادہ تر صوفی، روحانی بزرگوں اور Saints کے ارد گرد ہی نظر آتا ہے۔ اس کی مثال قدیم آرٹسٹوں کے بنائے ہوئے Saints کے پورٹریٹ میں ایسے ہالے خصوصی طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔

روشنیوں کے یہ دائرے عقیدت مندوں کی ایجاد نہیں ہیں!.... اور نہ یہ ہالہ صرف بزرگان دین اور مذہبی ہستیوں تک محدود ہیں!.... حقیقتاً انسانی جسم کی طرح انسان کے اوپر ایک اور جسم ہے جو گوشت پوست کے جسم کے اوپر روشن اور لطیف جسم ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر انسان بلکہ ہر جاندار کے جسم کے چاروں طرف روشنیوں کا ایک ہالہ ہوتا ہے۔ روشنیوں کے اس ہالے پر سینکڑوں کتب لکھی جا چکی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے نظریات کی بناء پر اسے الگ نام دیے ہیں اس نورانی وجود کو نسمہ، جسم مثالی، جسم لطیف، ہمزاد، سایہ، روح، ہوائی اوج، آبھا، سوکشم شریر، ہالہ نور، ایتھری باڈی Ethrie Body، آسٹرل باڈی (Astral Body)، سبٹل باڈی (Subtle Body)، بائیو پلازما، ہیومن انرجی فیلڈ HEF، الیکٹرو میگنیٹیو فیلڈ EMF اوراء Aura وغیرہ کہا جاتا ہے۔ بے شمار ناموں میں دو نام زیادہ مشہور ہیں۔ ایک نسمہ (Aura) اور دوسرا جسم مثالی۔



علامہ اقبال نے کہا ہے کہ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے۔ ٹھیک ہے آدم زاد اپنی فطرت میں نوری یا ناری نہ ہو لیکن اپنی ساخت اور اپنے وجود میں خاکی اور نوری ضرور ہے، اس کے پیکر خاکی کے ساتھ ایک نورانی جسم بھی نتھی ہے۔

خواجہ حیدر علی آتش کا ایک شعر ہے

جسم خاکی کے تلے جسم مثالی بھی ہے
اک قبا اور بھی ہم زیرِ قبا رکھتے ہیں

اوراء رنگ و نور کی لہروں سے بنا ایک غیر مرئی جسم ہے جو ہمارے مادی جسم کے ارد گرد ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ اوراء انسانی جسم کے ارد گرد چھ انچ سے لے کر کئی فٹ تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مادی جسم

زندگی کے تمام تقاضے اسی اوراء سے حاصل کرتا ہے اور انسانی صحت کا دارومدار بھی روشنیوں کے اس جسم پر منحصر ہے۔

انسانی گوشت پوست کے جسم کا دارومدار نسمہ (Aura) کے اوپر ہے۔ نسمہ (Aura) اگر صحت مند ہے تو گوشت پوست کا جسم بھی صحت مند ہے۔

یوں سمجھئے کہ جس طرح گوشت کے جسم میں دو لینس فٹ ہیں جن کے ذریعے مادی دنیا میں موجود تمام چیزوں کا عکس دماغ کی اسکرین پر منتقل ہو کر ڈسپلے ہوتا ہے اسی طرح جسم مثالی کے اندر جو کچھ موجود ہے اس کا تمام تر اثر گوشت پوست کے جسم پر مرتب ہوتا ہے۔ روشنیوں سے بنا ہوا یہ جسم صرف انسان کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ زمین کے اوپر جتنی مخلوق موجود ہے سب ہی اس روشنیوں کے جسم (Aura) (کی ذیلی) تخلیق ہیں۔

اس بات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ انسانی زندگی میں جتنے تقاضے موجود ہیں یہ تقاضے گوشت کے جسم میں پیدا نہیں ہوتے۔ جسم مثالی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہاں سے منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی روٹی کھاتا ہے تو بظاہر ہم دیکھتے ہیں کہ گوشت پوست کا آدمی روٹی کھا رہا ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ جب تک جسم مثالی کے اندر بھوک کا تقاضہ پیدا نہیں ہوگا اور جسم مثالی گوشت پوست کے جسم کو بھوک یا پیاس کا عکس منتقل نہیں کرے گا آدمی روٹی نہیں کھا سکتا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔ ذرا سے تفکر سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے۔

جسم مثالی کے بہت سے پرت ہیں۔ جب ہم خواب کے حواس میں دنیا بھر کی سیر کرتے ہیں اور تمام وہ اعمال و اشغال ہم سے سرزد ہوتے ہیں جو ہم گوشت پوست کے جسم کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ جسم مثالی کی وہ حرکت ہے جو گوشت پوست کے جسم کو میڈیم بنائے بغیر کرتا ہے۔ جسم مثالی کی حرکات و سکنات کے تاثرات ایک جیسے ہوتے ہیں۔ روشنی کا جسم (Aura) اگر مٹی کے ذرات سے اپنا رشتہ منقطع کرلے تو یہ ذرات فنا ہو جاتے ہیں۔ مٹی کے ذرات سے بنے ہوئے گوشت پوست کی حیثیت محض عارضی اور فانی ہے۔ یعنی مرنے سے مراد یہ ہے کہ مٹی کے ذرات سے بنے ہوئے گوشت پوست کے آدمی کے اوپر روشنیوں کا جسم اس عالم آب و گل سے رشتہ منقطع کر کے اس عالم رنگ و نور میں منتقل ہو گیا ہے۔

مغربی ممالک اور دنیا بھر میں اوراء پر مزید ریسرچ اور گہرائی سے مشاہدہ کیا گیا تو دلچسپ قسم کے انکشافات سامنے آئے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو روشن ضمیری Clairvoyance جیسی صلاحیت سے مالا مال ہیں یا روحانی بزرگ Spiritual Persons یہ بتاتے ہیں کہ ہمارے مادی جسم سے روشنی کے اخراج کے علاوہ رنگ، بناوٹ اور آواز بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کسی بھی شخص کا اوراء سے اس کی صحت و تندرستی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اوراء کی شکل، کثافت اور رنگ مسلسل تبدیل ہوتا ہے اور اس تبدیلی کا تعلق بیماری، تھکاوٹ، مثبت و منفی طرز فکر سے ہوتا ہے۔ روحانی طور پر ترقی یافتہ اشخاص کا اوراء یا جسم مثالی بہت زیادہ روشن اور واضح ہوتا ہے جو عام شخص کے اوراء کے مقابلے میں زیادہ وضاحت سے نظر آجاتا ہے خاص کر سر کے ارد گرد۔ کچھ روحانی معالجین اور مفکرین جسم مثالی میں سات یا اس سے زیادہ پرت بتاتے ہیں جس میں ہر پرت کا رنگ جدا ہوتا ہے۔

اوراکے مراکز

اسی طرح جسم مثالی میں توانائی کے مراکز ہوتے ہیں جنہیں لطائف چاکرا زیا چرخ کہا جاتا ہے۔ جسم مثالی یا Aura میں موجود لطائف یا چرخ ہی انسانی وجود میں

حیاتیاتی توانائی کے مراکز ہیں۔ ان ہی میں سے تمام توانائیاں یا طاقتیں اندر یا باہر آتی جاتی ہیں اور یہی لطائف یا مراکز توانائی کے اس بہاؤ کو رواں رکھنے کا مکمل نظام رکھتے ہیں۔ ان لطائف یا چرخ کو قدیم چینی Dantain دان شین کے نام سے پکارتے ہیں۔ ہر لطیفہ کو ایک مخصوص رنگ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مغربی مخفی علوم کے ماہرین کے نزدیک ماورائی جسم اپنی توانائی کو جسم کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور اورائی جسم میں کچھ مخصوص جگہوں پر کچھ مخصوص پوائنٹ ہوتے ہیں جو تمام کے تمام ریڑھ کی ہڈی سے جڑے ہوتے ہیں اور جس کے ذریعے کائناتی حیاتیاتی توانائی کی دوہری لہر مادی جسم میں گذرتی ہے۔ یہی چیز قدیم سنسکرت کتب اور مسلم صوفیاء میں بھی موجود ہے مگر ان کی تعداد اور مقام کچھ مختلف ہیں۔

مغربی مخفی علوم کے ماہرین کے مطابق ان پوائنٹس کی تعداد تقریباً سات بتائی جاتی ہے۔ جو کچھ یوں ہے۔

1۔ سر کے درمیان کا مرکز (crown chakra)

2۔ دونوں آنکھوں کے درمیان (Brow Chakra)

3۔ حلق کا پوائنٹ (Throat chakra)

4۔ دل کا پوائنٹ (Heart chakra)

5۔ سینے کی ہڈی کے نیچے (Solar plexus chakra)

6۔ ناف سے نیچے (Sacral chakra)

7۔ ریڑھ کی ہڈی کی جڑ (root chakra)

مسلم صوفیا نے ان کی تعداد چھ متعین کی ہیں۔ ان کا نام لطائف ستہ ہے۔

۱۔ لطیفہ اخفیٰ	۲۔ لطیفہ خفی
۳۔ لطیفہ سری	۴۔ لطیفہ روحی
۵۔ لطیفہ قلبی	۶۔ لطیفہ نفسی

بعض دوسرے سلاسل میں پانچ یا دس بھی بیان ہوئے ہیں۔

اوراکے رنگ

اوراء میں موجود رنگوں کی خاصیت اور افادیت:

کئی سائنسدانوں اور ماورائی علوم کے مفکروں نے اپنے تحقیق کے دوران عرق ریزی سے رنگوں کا خاکہ تیار کیا ہے۔ اختصار کے ساتھ یہاں پیش ہے۔

سرخ رنگ: سرخ رنگ محبت، طاقت، قوت اور توانائی کی طرف اشارہ ہے۔ قوت ارادی میں کمی، سستی کاہلی، نیند زیادہ آنا، بھوک کی کمی، آنکھ، ناخنوں میں پیلاپن اسی سرخ رنگ کی کمی سے واقع ہوتا ہے۔

گہرا سرخ: گہرا سرخ رنگ غصہ، ہیجان، اضطراب اور بے چینی کا اظہار کرتا ہے۔ ایسا شخص حکم چلانے اور زبردستی کرنے کی فطرت رکھتا ہے۔

ہلکا سرخ: سرخ رنگ کا شیڈ اگر ہلکا ہو تو یہ اس شخص کی جلد بازی اور مشتعل رہنے کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ایسا شخص اکثر اپنی ذات میں محو ہوتا ہے۔

قرمزی: یہ رنگ لالچی اور بے صبرے لوگوں کی علامت ہے۔ یہ انتقامی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں مگر عام طور پر ایسے لوگ مادہ پرستی کی طرف مائل رہتے ہیں۔

کشمشی، گہرا قرمزی: گہرا قرمزی رنگ انسان کی انا کافی حد تک بڑھ جانے کا مظہر ہے۔ جس انسان میں قرمزی رنگ حد سے زیادہ ہو وہ عموماً خود غرض ہوتا ہے۔ اس کا مثبت اثر یہ ہے کہ انسان پر اعتماد، پرجوش اور لگن سے کام کرتا ہے۔

گلابی اور مرجانی رنگ: یہ رنگ کسی شخص کی ناپختگی اور خامی کی طرف اشارہ ہے۔ ایسا رنگ اکثر نوجوان نسل میں پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کے کام آتے ہیں اور جلد ہی کسی بات پر برا مان لیتے ہیں اور جارحانہ اور انتقامی جذبات رکھتے ہیں۔

نارنگی رنگ: یہ رنگ یکسوئی، ذہنی سکون اور بہترین سوچ کا حامل ہے۔ ایسا رنگ رکھنے والے لوگ تخلیقی ذہن کے مالک اور منتظم ہوتے ہیں۔ ایسا رنگ رکھنے والے اگر منفی طرز فکر کے حامل ہوں کہ وہ بدلہ اور انتقام کی دھن میں رہتے ہیں۔ ایسے لوگ مشکل اور تھکا دینے والے کھیل کھیلتے ہیں۔

سنہری مائل نارنگی: ایسے رنگ کا اوراء رکھنے والا انسان قوت برداشت اور قوت مداخلت کا حامل ہوتا ہے۔

کتھئی مائل نارنگی: ایسے رنگ کا اوراء ہوس اور حب مال کی بے انتہا خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کا قطعی خیال نہیں رکھتے۔ ان کے رویہ میں اکثر بے تعلقی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

زرد یعنی پیلا رنگ: یہ رنگ اچھی صحت اور بہترین زندگی کی جانب اشارہ ہے۔ ایسے لوگ سائنسی، سیاسی اور دانشور ذہن کے مالک ہوتے ہیں۔ دور کی سوچتے ہیں اور ذہنی طور پر یکسو ہوتے ہیں۔ عام طور پر منصوبہ بندی میں لگے رہتے ہیں اور دنیاوی طور پر کامیاب رہتے ہیں۔

سنہری مائل پیلا: سونے کے رنگ والے اوراء صحت مند ہوتے ہیں اور بہتر تعلقات استوار رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہر بات بآسانی سمجھ لیتے ہیں۔ زیادہ پریشان نہیں ہوتے، خوش مزاجی، دوست بنانے اور دوستوں کی مدد کرنا ان کی فطری خصوصیت ہوتی ہے۔

سرخی مائل پیلا: ایسے لوگ شرمیلے، غیر مستقل مزاج اور تذبذبانہ کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں۔ ان کی قوت ارادی بھی کمزور ہوتی ہے۔

نیلا: نیلا رنگ سوچ بچار، غور و فکر کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ایسے رنگ کی کیفیت والے لوگ مثبت طرز فکر، دوسروں کے لیے اچھا سوچنے والے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا سے دعا اور رحمت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ یہ رنگ رومانیت اور نشوونما کا بھی مظہر ہے۔

گہرا نیلا: ایسے لوگ تجریاتی ذہن کے مالک ہوتے ہیں اور دور اندیش بصیرت رکھنے والے ہیں۔ عموماً خاموش اور نرم مزاج رکھتے ہیں۔ ایسا رنگ منفی بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگ توجہ نہ ملنے پر بدظن اور شکی مزاج ہو جاتے ہیں۔

آسمانی، ہلکا نیلا: یہ رنگ شخصیت کی گہرائی کو واضح کرتا ہے۔ یہ رنگ صاحب فن، پرسکون اور روحانی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔

ایسا رنگ رکھنے والے لوگ دیانت دار اور مخلص ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عموماً محنتی بھی ہوتے ہیں اور ہمیشہ درست راستے کو اپناتے ہیں۔

درمیانہ نیلا: ایسے لوگوں کو دونوں گہرے نیلا رنگ کی خصوصیت ہوتی ہے اور ایسے لوگ روحانیت، سائنس اور خدمت خلق کو پسند کرتے ہیں اور اپنی زندگی انہی کاموں میں گزارنا چاہتے ہیں۔

نیلگوں Indigo: ایسے لوگ گہری سوچ بچار کے مالک ہوتے ہیں۔ فطری طور پر روحانی، خدمت خلق اور آرٹسٹ ذہن رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ضبط نفس اور خود پر قابو رکھنے میں ماہر ہوتے ہیں۔

بنفشی Voilet: یہ رنگ عموماً تلاش اور تحقیق کرنے والے لوگوں کا نشان ہے۔ ایسے لوگ حساس مگر یقین کے پکے ہوتے ہیں۔ اپنے فن میں کھرے رہتے ہیں۔ یہ فنکاروں اور مصوروں کا رنگ ہے۔ ایسے لوگ محبت اور توجہ کے طالب رہتے ہیں۔

بینگنی Purple اور اودھے رنگ: ایسے رنگ کے حامل افراد عموماً متکبر اور تحکم پسند ہوتے ہیں۔ جو ان میں موجود گلابی رنگ کے بڑھنے کا اثر ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اگر مثبت طرز فکر اختیار کریں تو لاشعور سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

سبز: ایسے لوگ فراخ دل اور پرسکون ہوتے ہیں۔ زندگی

کو آسانی سے گزارتے ہیں اور خود کو نئے نئے حالات کے مطابق ڈھال لینے کے اہل ہوتے ہیں۔ عام طور پر دوسروں سے محبت سے پیش آتے ہیں۔

ہلکا سبز: ایسے لوگ ہر طرح کے ماحول میں ایڈجسٹ کر لیتے ہیں اور عموماً ہر فن مولا ہوتے ہیں۔

زرد مائل: یہ رنگ شفا اور صحت یابی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ یہ رنگ مددگار اور دوستی کی نشانی ہے۔ عموماً ڈاکٹروں اور نرسوں کے ارد گرد ایسے رنگ کا اوراء ہوتا ہے۔

زرد مائل نیلگوں سبز: ایسا زردی مائل جس میں نیلے رنگ کی بھی ملاوٹ ہو تو ایسے افراد خدمت خلق اور توجہ کے جذبہ کی عکاسی کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس میں کتھئی رنگ زیادہ تعداد میں پایا جائے تو ایسے لوگ حیلہ گری میں ماہر ہوتے ہیں۔

گہرا سبز: ایسے لوگ عادتاً سچ کو چھپانے والے ہوتے ہیں۔ ان میں حسد اور جلن جذبہ بھی آسانی سے پروان چڑھ سکتا ہے۔

سرمئی: ڈپریشن اور ذہنی تناؤ میں مبتلا افراد میں ایسا رنگ پایا جاتا ہے۔ یہ رنگ قوت برداشت کی کمی، تصورات کا فقدان، پابندی سے بھرا تعصب اور خوف کی علامت بھی ہے۔

سیاہ: یہ رنگ بدی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ مجرم، گناہ گار اور ایذا رسائی کرنے والوں کا رنگ ہے۔

نقرئی، چاندی Silver رنگ: ایسے لوگ ہر فن مولا ہوتے ہیں اور ان میں مستقل مزاجی نہیں ہوتی۔

سفید رنگ: یہ رنگ نہایت عمدہ، پختہ اور بے نقص مانا جاتا ہے۔ ایسے رنگوں کا ہالہ لیے لوگ روحانی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ رنگ روحانی بزرگوں، صوفیا کرام اور زاہدوں کا ہوتا ہے۔

اوراکی شکل اور ہیت

تجربات سے اور مشاہدات سے اوراء کی شکل اور ہیت کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی اور اس کی خصوصیات کا جس طرح اندازہ لگایا گیا، درج ذیل ہیں۔

ہموار Smooth: یہ شکل امن پسند، اور ایک نیک فطرت اور صحت کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔

سخت Hard: بند اور تنگ ذہن، گوشہ نشینی، رسولی، اعصاب میں اینٹھن کی دلیل۔

خارشی Itchy: یہ نروس نیس، جھوٹ اور جلدی بیماریوں کی علامت ہے۔

ناہموار Bumpy: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس جگہ کوئی بیماری ہو سکتی ہے۔

نرم Soft: یہ ہمدردی کی طرف اشارہ ہے۔

ساکن Static: یہ غیر ہم آہنگی، غلط روابط اور رگوں یا نسوں Nerves کی بے قاعدگی کی طرف اشارہ ہے۔

کھردرا Rough: اضطراب، جنون، کیلشیم یا چکنائی کی زیادتی

اُبھار Bulging: درد اور ٹینشن کی جگہ جو حواسوں کو متاثر کرے یہ بیماری عیاں ہونے سے پہلے ہی ظاہر ہو سکتا ہے۔

دندانے دار Jagged: غصہ اور شدید جذبات کی علامت

لیس دار Sticky: عدم تحفظ، چپکو فطرت، ذاتی صفائی کا مسئلہ۔

خاردار Prickly: بے تکلف، اکثر مداخلت کرنے والی شخصیت، وہ جگہ جہاں اندر تک سرائیت کر جانے والا درد ہو

واضح کنارے Distinct Edges:- واضح اور صریح کنارے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ شخصیت ایک مستحکم ارادہ کی اور محتاط شخصیت ہے۔ کسی ضدی ہونے کی دلالت بھی ہے۔

چکر دار Spiral: اذیت، تکلیف، کینسر کی علامت۔

بھنور دار Swirling: خاموش اور گہرے خیالات، اگر چاکراز کے پاس ہو تو کسی پرابلم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اوراء کو براہ راست دیکھنا

کہا جاتا ہے کہ اوراء کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اسے دیکھنے کے لیے سائنس دانوں نے مخصوص آلات ایجاد کیے ہیں۔ سائنس دان اوراء دیکھنے کے لیے کیرلین فوٹو گرافی کا سہارا لیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اوراء ان لوگوں کو بھی دکھائی دیتا ہے جن کی خفیہ قوتیں بے حد بیدار ہوں یا ان کی ارتکاز توجہ بہت مضبوط ہو....

بعض ریسرچرز اور سائنس دان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مشقوں اور توجہ کے ذریعہ اوراء کو دیکھا جاسکتا ہے۔ سائنسدان ایسی مشقوں کا سہارا لے رہے ہیں جس کے ذریعہ وہ اوراء کو براہ راست دیکھ سکیں۔ چند مغربی مفکرین کی کتابوں سے ایسی ہی کچھ مشقیں ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

اوراء کو دیکھنے کے لیے ایسے کمرے کا انتخاب کریں جہاں مدھم روشنی ہو یا اتنا اندھیرا ہو کہ آپ بآسانی دیکھ سکیں۔ کہا جاتا ہے کہ اوراء کو محیطی انداز میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مشق نمبر 1

بتایا جاتا ہے سب سے پہلے آپ نہایت آرام و سکون کے ساتھ بیٹھ یا لیٹ جائیں۔ اپنے ہاتھ کو انگلیاں پھیلا کر سامنے لائیں اندازاً دو سے پانچ انچ کی دوری تک۔ اب آنکھ بند کرکے سکون کا سانس لیں اور آنکھ کھول لیں اور انگلیوں کو دیکھنے کے بجائے انگلیوں کے درمیان سامنے دیوار یا چھت پر کوئی مرکزی نکتہ یا کیل، سوراخ، دھبہ تلاش کریں اور اپنی نگاہیں اس پر مرکوز کرلیں گویا نگاہ چپکا لیں۔ یاد رہے آپ کی آنکھیں پھیلی ہوئی ہوں۔

تیس سے ساٹھ سیکنڈ کے بعد کسی بھی لمحہ آپ کو اپنی انگلیوں کے ارد گرد چمکتا دمکتا ہالہ نظر آنا شروع ہو گا۔ اگر آپ نے فوراً اپنی نگاہ مرکزی نکتہ سے ہٹا کر اس ہالہ پر ڈالی تو یہ غائب ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ اوراء کو ظاہری آنکھ سے دیکھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ نگاہ کو مرکزی نکتہ پر رکھتے ہوئے ہی محیطی انداز میں ہی اوراء کو دیکھا جاسکتا ہے۔

پہلی مرتبہ مشق میں اوراء واضح نظر نہیں آئے گا مگر اس مشق کو بار بار دہرانے سے دن بدن اوراء واضح ہوتا جائے گا۔

اس مشق کے دوران اگر آپ کو محیطی نگاہ سے اوراء نظر آجائے تو اسے واضح طور پر دیکھنے کے لیے آپ دو سیکنڈ کے لیے پلکیں جھپکائیں۔ اس سے آپ کو صرف اوراء نظر آئے گا۔ یاد رکھیے آپ کے پاس صرف دو سیکنڈ کا وقت ہوتا ہے اس لیے پہلے سے تیار رہیں۔

مشق نمبر 2

اپنے کسی ساتھی یا دوست کو ایسی جگہ بٹھائیں جہاں اس کے پیچھے سفید دیوار یا پردہ ہو۔ آپ اس کے سامنے تھوڑی دور بیٹھ جائیے اور اپنی نگاہ کسی ایک مرکزی نکتہ پر مرکوز کرلیں یا اپنے ساتھی کی آنکھوں اور بھنوؤں کے درمیان دیکھتے رہیں۔ آپ کی نگاہ تیس سے ساٹھ سیکنڈ یا اس سے زیادہ تک ہی مرکوز رہے گی کہ آپ کو اپنے ساتھی دوست کے ارد گرد رنگوں کا ایک اور جسم نظر آئے گا۔ جب آپ اگلی مرتبہ یہ مشق کریں تو کمرے کی روشنی قدرے مدھم کردیں۔ ہر مشق پر روشنی اور مدھم کرتے جائیں۔ یوں اوراء آپ کو اور واضح نظر آتا رہے گا.... اس دوران نگاہ کی توجہ Concentration کا دورانیہ بھی بڑھاتے رہیں۔

اگر آپ ان مشقوں میں کامیاب ہوگئے تو پھر ان

مشقوں کے دوران اپنے دوست سے کہیے کہ کچھ مخصوص چیزوں کے بارے میں سوچے مثلاً کوئی خوشگوار لمحہ یاد کرے، یا کسی ایسے دوست کے بارے میں سوچے جو بہت دور ہے، یا کسی غمناک واقعہ کا تصور کرے۔ یا اس وقت اسے اس کی پسند کی موسیقی سنائی جائے۔ پھر دیکھیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے اوراء میں کسی قسم کی تبدیلی آرہی ہے یا نہیں۔

کمرے سے باہر یہ مشقیں کرنے کے لیے یہ دھیان میں رکھیں کہ سورج آپ کی پشت پر ہو یا آپ کسی سایہ دار جگہ کا انتخاب کریں۔

مشق نمبر3

یہ مشق نمبر2 کی طرح ہی ہے۔ یہاں اپنے ساتھی کے بجائے خود کا اوراء دیکھنا ہوتا ہے۔ اس لیے ایک قد آور آئینہ لیں اور اس سے 1.5 میٹر کے فاصلہ پر کھڑے ہو جائیں اور اپنی ہی آنکھوں اور بھنوؤں کے درمیان نگاہ مرکوز کریں.... یاد رکھیں آپ کے پیچھے سفید دیوار یا سفید پردہ ہو جس پر کسی شے کا سایہ نہ پڑ رہا ہو۔ جب آپ اس مشق میں کامیابی حاصل کرلیں گے تو بعد میں کسی بھی رنگ کی دیوار پر یہ مشق باآسانی کر سکیں گے۔

مشق نمبر4

یہ مشق پندرہ سے بیس منٹ کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے صبر کا پیمانہ تھام کر ہی کی جائے۔ سب سے پہلے ایسے کمرے کا انتخاب کیجیے۔ جہاں مدھم روشنی ہو۔ اب ایک آئنے کے سامنے بیٹھ جائیں اور ایک لیمپ یا چراغ آئینے کے دائیں یا بائیں جانب رکھ دیں اور اس کے آگے ایک سفید رنگ کا کپڑا یا موٹا کاغذ کھڑا کر دیں جس سے لیمپ چھپ جائے۔ دھیان رہے کہ لیمپ کی روشنی آپ کی آنکھوں پر پڑے اور نہ آئینہ پر۔

گزشتہ مشق کی طرح آپ اپنی نگاہ اپنے آنکھوں کے درمیان یا کسی مرکزی نکتہ پر مرکوز کرلیں اور نگاہ کو اتنی دیر تک جمائے رکھیں، جتنی دیر آپ باآسانی توجہ مرکوز رکھ سکتے ہیں رکھیں۔ جب آپ کو اوراء نظر آنے لگ جائے تو اپنی نگاہ سفید کاغذ یا شیڈ کی طرف کر کے تیزی سے پلکیں جھپکاتے رہیں۔ آپ کو آپ کے اوراء کا عکس اس سفید کاغذ پر نظر آئے گا۔ لیکن اس پر دکھائے گئے رنگ اوراء کے حقیقی رنگ سے مختلف ہوں گے۔

مثلاً کاغذ پر نظر آنے والے اوراء کا نیلا رنگ حقیقتاً آپ کے اوراء کا پیلا رنگ ہو گا۔ اگر کاغذ پر رنگ لال ہے تو اوراء کا رنگ سبز۔ سبز ہے تو نارنجی ہو گا۔ پیلا رنگ ہلکا نیلا اوراء کو ظاہر کرتا ہے۔ نارنجی ہلکے سبز کو، بنفشی ہلکے سنہری کو، نیلگوں، سنہری کو، گلابی رنگ کتھئی رنگ کے اوراء کو ظاہر کرتا ہے۔

اس کو سمجھنے کے لیے آپ مختلف رنگوں کے کاغذ کو دو انچ نصف قطر کے حساب سے کاٹ لیں اور اسے ایک سفید کاغذ پر چپکا دیں اور چند منٹ تک یکسو ہو کر اسے دیکھتے رہیں۔ پھر اپنی نگاہ کسی سفید کاغذ یا دیوار پر کر کے پلکیں جھپکائیں تو آپ کو کاغذ کے رنگ دیوار پر مختلف بالکل برعکس نظر آئیں گے۔

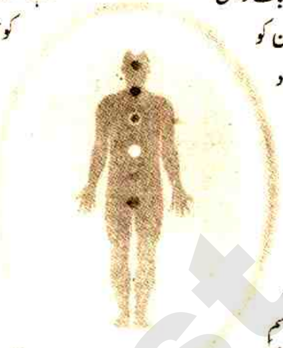
ہر جاندار شے میں اوراء ہوتا ہے اس لیے یہ مشقیں آپ کسی پودے، درخت یا جانور کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں۔ پالتو جانوروں کو ایک جگہ کھڑا رکھنا محال ہے اس لیے یہ مشق جب کریں جب وہ سو رہا ہو یا آرام کر رہا ہو اور اس کا فاصلہ آپ سے آٹھ انچ دور ہو۔

نوٹ: مندرجہ بالا مشقیں اپنے طور پر ہرگز نہ کی جائیں، یہ مشقیں اوراء بینی کے کسی ماہر کی اجازت کے بعد اور اُن کی زیرِ نگرانی ہی کی جائیں۔

انسان کا باطنی جسم اور مسلم صوفیاء

ابنِ وصی

اللہ پاک نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر انسانوں کو غور و فکر کا حکم دیا ہے۔ انسان کے لئے اس بات کو ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی اصل سے واقف ہو۔ قرآن پاک میں غور و فکر کرنے والے علمائے کرام اور اولیائے کرام نے اپنی تعلیمات میں یہ بات واضح کی کہ اللہ پاک نے اس دنیا میں انسان کو مادّی وجود کے ساتھ ایک غیر مادّی وجود بھی عطا کیا ہے۔ مختلف علمائے باطن اور محققین کی کتابوں میں اس غیر مادّی وجود کے تذکرے ملتے ہیں۔



مختلف صوفیاء اور علماء نے انسانی وجود میں موجود روشنیوں کے اس جسم کو مختلف ناموں سے پکارا ہے مثلاً جسم لطیف، ہالۂ نور، نسمہ، قلب، قرین، نفس، جان، روحِ ہوائی، روح یقظہ، ہمزاد، کالبد اختری، کالبد اثیری، کالبد رویا، بدنِ نورانی، نسمہ اور جسم مثالی وغیرہ.... صوفیاء کرام اور علمائے باطن کی کتابوں میں گو کہ انسان کے باطنی رُخ کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے مگر در حقیقت ان کا مفہوم ایک ہی ہے۔ ناموں کی یہ تبدیلی جسم مثالی کی مختلف صفات مثلاً قلب یعنی عکس، قرین یعنی ہمنشین، نسمہ یعنی روح ہوائی اور نفس یعنی ذات کے مطابق ہوئی ہے۔ آیئے انسان کی باطنی حقیقت سے متعلق مسلمان صوفیائے کرام کے نظریات پر غور کرتے ہیں....

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب "تذکرۃ الروح" میں کئی اولیاء وعلماء کے اقوال تحریر کیے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"ابو الشیخ نے کتاب العظمہ میں اور ابن عبد البر نے تمہید میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ انسان کا نفس چوپایوں کی طرح پیدا کیا گیا ہے کہ وہ خواہشات رکھتا ہے اور انسان کو بُرائی کی طرف بلاتا ہے اور اس کا مسکن شکم ہے۔ انسان کی فضیلت اس کی روح ہے اس کا مسکن دماغ ہے انسان اس سے حیات پاتا ہے اور یہی انسان کو بھلائی کی دعوت دیتی ہے.... قلب کی مثال بادشاہ کی سی ہے اور اعضاء خادم ہیں۔ جب نفس برائی کا حکم دیتا ہے تو اعضاء حرکت کرنے لگتے ہیں مگر روح منع کرتی ہے اور اچھائی کی دعوت دیتی ہے۔ اگر قلب مومن ہوتا ہے تو روح کی اطاعت کرتا ہے اور اگر کافر ہوتا ہے تو نفس کی اطاعت کرتا ہے"۔ (تذکرۃ الروح۔ صفحہ 154)

"مقاتل بن سلیمان کا قول ہے۔ انسان کے لیے زندگی، نفس اور روح تین اشیاء ہیں جب انسان سوتا ہے تو اس کا نفس نکل جاتا ہے جس سے وہ اشیاء کی معرفت رکھتا ہے لیکن مکمل طور پر نہیں نکلتا بلکہ اس طرح نکلتا ہے جس طرح کہ کوئی رسّی کھینچ دی جائے، تو وہ نفس خواب دیکھتا ہے اور زندگی روح کے ساتھ جسم میں ہی رہتی ہے جس سے انسان سانس لیتا ہے۔ جب جسم کو ہلایا جائے تو وہ آنکھ جھپکنے سے پہلے واپس آجاتی ہے"۔ (تذکرۃ الروح)

"ابو اسحٰق محمد بن شعبان کا قول ہے کہ نفس انسان کے جسم کی مانند ایک جسم ہے اور روح جاری پانی کی طرح ہے اور دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ یتوفی الانفس۔ اللہ نفسوں کو موت دیتا ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے نفس کو موت دیتا ہے اور اس کی روح چڑھتی اترتی رہتی

ہے اور نفس جگہ جگہ سیر کرتا ہے"۔ (تذکرۃ الروح)

"شیخ عزّ الدین ابن سلام فرماتے ہیں کہ ہر انسان (جسم) میں دو ارواح ہیں۔ ایک روحِ یقظہ ہے یعنی وہ روح کہ جب وہ جسم میں ہو، انسان عادتاً بیدار ہوتا ہے اور جب نکل جائے تو وہ انسان عادتاً سو جاتا ہے اور یہ انسان خواب دیکھتا ہے اور دوسری روحِ حیات ہے کہ جب جسم میں ہو تو وہ جسم زندہ ہوتا ہے اور جب اُسے نکال دیا جائے تو وہ لقمۂ اجل ہو جاتا ہے"۔ (تذکرۃ الرروح)

جیسا کہ قرآن پاک میں بیان ہوا ہے کہ

ترجمہ: "اللہ ہی نفسوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جن پر موت طاری نہیں ہوئی نیند کے وقت پھر ان کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر کر چکا اور دوسری کو ایک وقت معین تک چھوڑ دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے جو تفکر کرتے ہیں نشانیاں ہیں"۔ (سورۃ الزمر: 42)

حضرت خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں "جسم کثیف اور ظلماتی سے مفارقت کے بعد روح کا جسم مثالی سے تعلق ہو جاتا ہے جو لطیف اور نورانی ہے اور جسم مثالی میں روح اسی طرح تصرف اور تدبیر کرتی ہے جس طرح کہ اس دنیا کی زندگی میں...." (مقابیس المجالیس)

سید محمد الحریری البیوحیؒ نے انسان کے باطنی یا دوسرے رخ کو "قرین" یعنی ہمزاد کا نام دیا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے انسان کے غیر مادّی جسم کے حوالہ سے خاصی تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، آپ اپنی کتاب "کیمیائے سعادت" کے آغاز میں تحریر کرتے ہیں:

"اگر تو یہ کہے کہ میں اپنے آپ کو پہچانتا ہوں تو تیرا یہ کہنا غلط ہے، کیونکہ اس قسم کی پہچان معرفتِ حق کی کنجی نہیں کہلا سکتی، یوں تو ڈھور ڈھنگر بھی اپنے آپ کو پہچانتے ہیں، معرفت فقط یہی تو نہیں کہ ظاہر میں سے یہ پہچان لینا کہ یہ میرے ہاتھ ہیں، یہ پاؤں ہیں، اسے گوشت کہتے ہیں، یہ ہڈی کہلاتی ہے..... اور باطن کے بارے میں فقط یہ جان لینا کہ اب مجھے بھوک لگی ہے، لہٰذا اب مجھے کچھ کھانا چاہیئے یا غصہ آئے تو لڑنے لگے (وغیرہ وغیرہ).... اسی کو معرفت نفس نہیں کہتے۔ یہ تمام باتیں تو جانوروں میں بھی تیرے برابر پائی جاتی ہیں (پھر تو ان سے اشرف وافضل کیوں ٹھہرا؟)

تیری شانِ طلب کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تو یہ جانے کہ تو خود کیا چیز ہے؟..... اگر تو خود کو پہچاننا چاہتا ہے تو یاد رکھ کہ تیری تخلیق دو چیزوں سے عمل میں لائی گئی ہے۔ ایک تو یہی ظاہری ڈھانچہ ہے جسے جسم یا تن کہتے ہیں اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے، اور دوسری چیز باطن ہے جسے نفس، قلب اور جان سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسے ظاہر کی آنکھ سے نہیں بلکہ باطن کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے، اور تیری حقیقت اسی معنیٔ باطن کا ادراک ہے۔

قلب سے مراد گوشت کا وہ ٹکڑا نہیں جو سینے میں بائیں جانب رکھا ہوا ہے۔ اس کی ایسی کوئی قدر و قیمت نہیں کہ وہ تو جانوروں اور مُردوں کے سینوں میں بھی ہوتا ہے اور اسے چشم ظاہر سے بھی دیکھنا عین ممکن ہے اور وہ چیز جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جا سکے وہ اِسی دنیا سے متعلق ہوتی ہے جس کو کہتے ہیں عالم شہادت!.... لیکن حقیقت دِل کا تعلق اس عالمِ شہادت سے نہیں اس کی آمد تو اس عالم میں اجنبی اور مسافر کی سی ہے۔

معرفت الٰہی اور جمالِ خداوندی کا مشاہدہ اس کی صفتِ خاص ہے، عبادت ہے تو اسی کے لئے، اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے تو اسی سے، ثواب و عذاب کا مستحق ہے تو وہی، سعادت یا شقاوت مقدر ہے تو اسی کے لئے اور جسم ان تمام امور میں اس کا تابع ہے اور اسی قلب کی حقیقت سے آگاہ ہونا معرفتِ الٰہی کی کلید ہے"۔ (کیمیائے سعادت)

امام غزالیؒ مزید فرماتے ہیں: "جس کو ہم قلب کہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے۔ یہ وہ روح نہیں جو

جانداروں میں ہوتی ہے، وہ نہ جسم ہے نہ عرض بلکہ فرشتوں کے گوہر کی جنس سے ایک جوہر ہے.... دیکھنے، سننے، سونگھنے، چھونے کی قوتیں ظاہری پانچ حواس ہیں اور خیال، تفکر، حافظہ، توہم اور تذکرہ کی قوتیں باطنی پانچ حواس ہیں۔ یہ سب ظاہری اور باطنی لشکرِ قلب کے اختیار میں ہے اور قلب سب کا بادشاہ ہے۔ (کیمیائے سعادت)

قلب گویا ایک روشن وشفاف آئینہ ہے اور بُرے اخلاق دھواں اور ظلمات ہیں، جب قلب تک پہنچتے ہیں تو اسے زنگ لگادیتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "کوئی نہیں پر زنگ پڑ گیا ہے ان کے قلوب پر جو کچھ وہ کماتے تھے"۔ (سورۃ المطففین۔ آیت 14).... نیند میں لوگوں کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور قلب کی کھڑکیاں کھل جاتی ہیں۔ اور عالم ارواح ولوح محفوظ میں غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے دکھائی دیتا ہے"۔ (کیمیائے سعادت)

امام غزالیؒ نے انسان کے باطنی رُخ کو "قلب" کے نام سے پکارا ہے اور یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ اس سے مراد وہ دل نہیں جو انسانی جسم میں گوشت کا لوتھڑا ہے۔ بلکہ ایک آئینہ یا ایک عکس کی مانند نورانی جوہر ہے۔

الیاس انطون الیاس نے اپنی عربی لغت "قاموس العصری" میں جہاں قلب کے معنی دل، فواد Heart، اور لبِ مرکز Core درج کیے ہیں، وہیں وہ قلب کے معنی عکس Reversal, Inversion عقل Interior, insidemind، باطن Inmost part اور جان Soul کے بھی لکھتے ہیں۔ (القاموس العصری)

لفظ "قلب" آخری الہامی کتاب قرآن پاک میں 132 مرتبہ آیا ہے مگر کہیں بھی اس سے مراد انسان کے مادّی جسم میں موجود گوشت کا ٹکڑا نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد انسان کا باطن ہے جس پر انسان کی سوچ، خواہشات، اعمال، امراض اور پاکیزگی کا دارومدار ہے۔

قرآن مجید میں قلب کے متعلق جو بیان ہوا ہے اس کا اندازہ ان آیات سے ہوسکتا ہے۔

یہ قلب ہی ہے جس پر روح وفرشتوں، وحی والقا کا نزول ہوتا ہے۔ (بقرہ97، شعراء:194)، جو لوگ مومن ہیں ان کے قلب اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ (رعد: 28)، ان کے قلوب میں اپنے رب کے پاس لوٹنے کا خوف ہوتا ہے۔ (مومنون: 60)، قلب کو ہی تقویٰ ملتا ہے (حج: 32)، ہدایت بھی قلب پاتا ہے (تغابن:11)، الفت کا اور انتشار کا سبب بھی قلوب کی لطافت وکثافت سے ہوتا ہے (آل عمران: 159، انفال:63)، اور جن کے قلب ایمان سے پُر ہوتے ہیں خدا غیب سے ان کی مدد بھی کرتا ہے۔ (مجادلہ:22)، ایمان کا تعلق بھی قلب سے ہے (حجرات: 14)، اور یہ قلب ہی ہیں جن کی خدا تعالیٰ آزمائش کرتا ہے اور حساب کتاب اور مواخذہ بھی قلب سے ہی ہوگا۔ (بقرہ:225، حج:53، آل عمران:154، احزاب:5)، اللہ کی قربت اُسے ہی مل سکتی ہے جس کا قلب سلیم یعنی پاک صاف ہو۔ (شعراء: 89، صافات: 84)، خدا مومنوں کے قلب کو رحمت وسکون عطا کرتا ہے اور ثابت قدم رکھتا ہے۔ (حدید:27، فتح:4، قصص:10، کہف:14، انفال:11)، اور قلب کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (نساء:63)

جہاں تک کافر، منکر اور منافقین کا تعلق ہے ان کے قلوب کے متعلق قرآن میں چار طرز میں بیان ہوئی ہیں۔ ایک وہ جن کے قلوب پھر گئے، ٹیڑھے ہوگئے یا غفلت میں پڑے ہیں اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ (کہف:28، صف:5، الانبیاء:3)، ان منافقوں کے قلب کے متعلق یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ان کا قلب ان کے اعمال کے برعکس ہے۔ (فتح:11، آل عمران: 167)

دوسرے وہ لوگ جن کے دلوں پر پردہ ہیں، ان کے دلوں پر قفل پڑے ہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگی ہے اور یہ

لوگ تفکر اور سوچنے سمجھنے سے محروم ہیں۔(محمد:24، جاثیہ:23،بقرہ:7،اعراف179،انعام:25)

تیسرے وہ لوگ ہیں جن کے قلب میں زنگ اور میل ہے جوان کے اعمال بد کا نتیجہ ہے۔ (مطففین:14، منافقون:3اعراف:101) قلب میں زنگ اور میل کو اللہ نے مرض کہا ہے (بقرہ:10، احزاب:32، انفال:49، احزاب:12، احزاب:60، محمد:29) اس مرض کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ان کے قلوب میں شک، خوف، اضطراب، کینہ، کجی، خلجان، انتشار اور نفق ہے۔(توبہ:45، نور:50، سبا:23، توبہ:110، حشر:10، حشر:14، تحریم:4، توبہ:77، مائدہ:52، مدثر:31) ان میں اکثر ایسے ہیں جن کے مرض کی گندگی بڑھتی جارہی ہے۔ (توبہ: 125) اور چوتھا گروہ وہ ہے جن کے قلب سخت ہوگئے ہیں۔ ایسے سخت کہ پتھر بھی ان کے سامنے کچھ نہیں۔ (بقرہ: 74، مائدہ: 13، انعام: 43،یونس:88،حدید:16) اور جن کے قلب پاک نہیں ہوتے ان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلت ہے۔(مائدہ:41)

ایک حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "فتنے قلوب کو گھیر لیتے ہیں جو قلب ان فتنوں کو ناپسند کردیتا ہے، اس میں ایک سفید نقطہ لگادیا جاتا ہے اور جو قلب فتنوں کی طرف مائل ہوجاتا ہے اس میں سیاہ دھبہ لگادیا جاتا ہے۔ اس طرح قلب دو طرح کے ہوجاتے ہیں ایک سفید صاف شفاف اور دوسرا کالا کلوٹا قلب، کوزے کی طرح اُلٹا ہوا، جو معروف اور منکر میں تمیز نہ کرسکے، صرف اپنی خواہشاتِ نفس کو جانے"۔ (مسلم، مسند احمد)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی کتاب "من کی دنیا" میں تحریر کرتے ہیں: "ہر انسان اپنے اعمال کے مطابق ایک ماحول یا Atmosphere اپنے ارد گرد بنا لیتا ہے۔ بدکاروں کا ماحول دیوار کی طرح سخت ہوتا ہے، جس سے نہ کوئی فریاد یا دعا باہر جاسکتی ہے اور نہ کاسمک ورلڈ (عالم مثال) کے عمدہ اثرات اندر آسکتے ہیں، ایسا فرد خفیہ طاقتوں کی امداد سے محروم ہوجاتا ہے۔ ممکن ہے قرآن کے حجاب، غشاوۃ (پردہ) سد (دیوار) اور غلف (غلاف) سے مراد یہی ماحول ہو"۔ (من کی دنیا۔ صفحہ 24)

قرآن پاک کا بیان کردہ "قلب" وہ نہیں جو ہمارے سینے کے بائیں طرف دھڑکتا ہے، جو گوشت کا ٹکڑا ہے اس کی شریانیں ہیں، جس میں خون کی گردش رہتی ہے۔ قرآن میں بیان کردہ قلب کی تعریف Deffination الگ ہی ہے۔ جس کا تعلق انسان کی سوچ، فکر، اعمال اور باطن یعنی جسم مثالی یا روح حیوانی سے ہے۔

صوفیائے کرام انسان کے باطنی رُخ کے تین درجات بتاتے ہیں.....

اوّل روح حیوانی، دوئم روح انسانی اور سوم روح اعظم

قرآن میں "قلب" کے بھی تین درجات بیان ہوئے ہیں:

قلب سلیم: پاکیزگی والا قلب (سورہ شعرائ:89)

قلب منیب: رجوع کرنے والا قلب (سورہ ق:33)

قلب شہید: مشاہدہ کرنے والا قلب (سورہ ق:37)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب "الطاف القدس" میں ایک حدیث مبارکہ بیان کی ہے جس کے مفہوم کے مطابق انسان کے جسم میں ایک شے ہے اگر وہ صحیح ہوتی ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر اس میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ شے "قلب" ہے۔ (بخاری، مسلم، نووی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے انسان کے باطنی رخ کے متعلق اپنی کئی کتابوں میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اسے بزبان فارسی "نسمہ" کا نام دیا ہے۔ نسمہ دراصل یونانی اور لاطینی لفظ Aureola اور Aura کا فارسی ترجمہ ہے، اس کے لغوی معنی ہوا کے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ یہ

بھی تحریر کرتے ہیں کہ اس دنیا سے الگ ایک اور دنیا موجود ہے، اس دنیا کو انہوں نے عالم مثال کا عنوان دیا ہے، خواب میں ہمارا نسمہ اسی عالم میں چلا جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ "نسمہ" کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ بھی جاننا چاہیے کہ نفسِ ناطقہ (روح) یعنی صورتِ شخصیہ جس کی وجہ سے انسان کا کوئی فرد وہی فرد کہلاتا ہے، سب سے پہلے اس کا سہارا اخلاط کے بخار سے بنا ہوا لطیف جسم ہوتا ہے کیونکہ صورتوں کا طبعی تقاضہ یہ ہے کہ ان کا سہارا وہ "ہیولیٰ" ہو جس کو اس سے جبلی مناسبت ہے۔ چونکہ نفس ناطقہ (روح) جملہ صورتوں میں لطیف ترین، صاف ترین اور مضبوط ترین صورت ہے، اس لئے اس کے وجود کا سہارا بھی اسی لطیف ترین جسم پر ہوتا ہے جو لطافت واعتدال میں اپنی مثال آپ ہو۔ نفس ناطقہ (روح) کے حامل ہونے کے لئے ایسا ہی جسم ہیولیٰ کا کام دے سکتا ہے۔ یہ جسم لطیف جو کثیف رگ وپے (مادّہ جسم) میں سرایت کئے ہوئے ہے اور کمالات نفس ناطقہ (روح) کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ ہمارے نزدیک نسمہ کہلاتا ہے"۔ (البدور البازغہ) "اسے ہم نسمہ، روح طبعی اور بدن ہوائی (روح ہوائی) کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں"۔ (الطاف القدس از شاہ ولی اللہ)

شاہ ولی اللہ مزید لکھتے ہیں کہ: "نسمہ! ایک لطیف ترین جسم ہے جو انسان کے نفس ناطقہ (روح) سے (اس طرح) متصل اور جسم عنصری میں جاری وساری ہے جس طرح پھول میں اس کی خوشبو بسی ہوئی ہوتی ہے۔ تمام افعال اور قوتوں کا حامل بھی نسمہ ہے"۔ (ایضاً)

شاہ ولی اللہ کی ایک اور کتاب "ہمعات" میں تحریر ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں ودیعت کی ہیں۔ ایک قوت ملکیہ (ملکوتی) اور دوسری قوت بہیمیہ (حیوانی)۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انسان میں ایک تو نسمہ ہے اور یہ نسمہ عبارت ہے روح ہوائی سے، اور روح ہوائی کا مطلب یہ ہے کہ یہ روح جسم میں طبعی عناصر کے عمل اور ردّعمل سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نسمہ یا روح ہوائی سے اوپر انسان میں ایک اور چیز بھی ہے جسے نفس ناطقہ روح کہتے ہیں اور جو نسمہ پر تصرف کرتا ہے۔" (ہمعات)

عصر حاضر کے عظیم روحانی مفکر اور سلسلہ عظیمیہ کے امام حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے انسان کے اس غیر مادّی لباس کو "نسمہ" کا نام دیتے ہوئے اس کی مفصل تشریح بھی بیان کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

"کائنات کی ساخت میں بساطِ اوّل وہ روشنی ہے جس کو قرآنِ پاک نے ماء (پانی) کے نام سے یاد کیا ہے۔ موجودہ دَور کی سائنس میں اس کو گیسوں Gases کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تصوف کی زبان میں ان گیسوں میں سے ہر گیس کی ابتدائی شکل کا نام نسمہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں نسمہ حرکت کی اُن بنیادی شعاعوں کے مجموعہ کا نام ہے جو وجود کی ابتدا کرتی ہے۔ نسمہ کی یہ لکیریں تمام مادّی اجسام کی ساخت میں اصل کا کام دیتی ہیں۔ ان ہی لکیروں کی ضرب، تقسیم موالید ثلاثہ کی ہیئتیں اور خدوخال بناتی ہیں"۔ (لوح و قلم۔ 95-93)

سلمیٰ مشتاق عظیمی انتقال کرگئیں

سلسلہ عظیمیہ کے بزرگ رکن، مراقبہ ہال لاہور کے نگراں میاں مشتاق احمد عظیمی کی اہلیہ سلمیٰ مشتاق عظیمی صاحبہ بروز منگل مورخہ 26، اگست مطابق 29 شوال 1435 ہجری، لاہور میں انتقال کر گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ O

ادارہ روحانی ڈائجسٹ سلمیٰ مشتاق کے انتقال پر میاں مشتاق احمد ان کے صاحبزادگان، صاحبزادیوں اور سب اہلخانہ کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کی مغفرت ہو، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا ہو۔



مغرب میں اوراء پر ہونی والی تحقیق کا جائزہ

آج انسان کہکشانی نظام سے روشناس ہو چکا ہے۔ سمندر کی تہہ میں اور پہاڑوں کی بلندیوں پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ زمین کے بطن میں اور ستاروں سے آگے پہنچنے کے منصوبہ بنا رہا ہے مگر وہ کیا اس بات سے ابھی تک پوری طرح بے خبر ہے کہ انسان اصل میں کیا ہے؟....

وہ کیوں زندہ رہتا ہے اور کیوں مر جاتا ہے....؟

انسان کے اندر ایسی کون سی قوت کار فرما ہے جو اُسے کائنات کی دیگر تمام مخلوق سے ممتاز کرتی ہے اور اس کی کیفیات میں ردّ و بدل پیدا کرتی ہے.......؟

انسانی تاریخ میں بڑے بڑے حکیموں، فلسفیوں، ماہرین علم الابدان، جراحوں، مادی سائنسدانوں، کیمیا دانوں، نفسیات دانوں، اور مابعد النفسیات کے ماہرین، سب ہی نے اپنی اپنی طرزوں سے انسانی حقیقت پر طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی۔ اب جدید ترین کمپیوٹرز اور اسکینرز بھی اس کوشش میں شامل کر لیے گئے ہیں۔

قدیم زمانے میں مفکرین اور فلسفی انسان کو مادی جسم کا مجموعہ سمجھتے تھے، ان کے مطابق انسان سمیت کائنات کی ہر شے چار عناصر (آگ، ہوا، مٹی اور پانی) کا مجموعہ ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ موت و حیات کے تصور نے ایک نئے تصور کی بنیاد ڈالی۔ اسے انسان کی "قوتِ حیات" یا روح کہا گیا جس کی موجودگی میں انسان زندہ رہتا تھا اور جس کے غیر موجودگی انسان کی موت کا سبب بنتی۔

قدیم زمانے ہی میں انسان نیند کے عالم میں آپ کو چلتا پھرتا بھاگتا دوڑتا اور زندہ اور مردہ عزیز و اقرباء سے ملاقات کرتے دیکھتا تھا۔ مگر جب اس کی آنکھ کھلتی تو وہ اپنے آپ کو پہلی جگہ پر ہی دراز پاتا۔ یہ معمہ اس کے لیے بڑا حیرت انگیز تھا۔ اس نے اس کی یہ توجیہہ کی کہ ضرور اس کے اندر کوئی اور چیز ہے جو سونے کی حالت میں اس کے بدن میں سے نکل کر گھومتی پھرتی ہے اور بیدار ہونے پر لوٹ آتی ہے۔

جس کے ذریعے انسان سوچتا ہے، خواب دیکھتا ہے، یہ انسان کے ایک غیر مادی وجود کا ابتدائی تصور تھا جو کہ مرور زمانہ کے ہاتھوں تہذیبوں میں پھیلتا چلا گیا اور ذہن، شعور، خیال، نفس کے نام لازمی عنصر کے طور پر شامل رہا۔ چنانچہ ابتدائی حکما اور فلسفیوں نے انسان کو تین نظاموں (جسم، روح اور نفس Body Soul & Spirit) کا مجموعہ قرار دیا۔ یہی نظریہ ہر تہذیب میں پروان چڑھا۔ مصر کی قدیم ترین تہذیب میں بھی انسان کے یہ تین نظام خیطKhet(جسم)، باBa (روح) اور کاKa (نفس) کے نام سے ملتا ہے، تورات میں جہاں انسان کے تخلیق کا تذکرہ آیا ہے وہاں جسم (גְּשְׁמָא) Geshem اور روح (רוּחַ) Ruach کے ساتھ ساتھ تیسری شے نفس (נֶפֶשׁ) Nefesh اور نسمہ (נְשָׁמַת) Neshama کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، جس کا ترجمہ کہیں زندگی کا دم اور کہیں ضمیر کر دیا گیا ہے۔ کتاب امثال میں حضرت سلیمان فرماتے ہیں

ہرمیس

(نیر یہواہ نشمہ آدم خُفش کل حذری باطن)

"آدمی کا ضمیر (نسمہ) خداوند کا چراغ ہے، جو باطن کی سب پوشیدہ چیزوں کا حال معلوم کرتا ہے۔" (کتاب امثال باب 27:20)

انجیل میں انسان کو تین نظاموں کو نیوما pneuma (πνεῦμα) یعنی نفس و جان، سائیکی psyche

(ψυχή) یعنی روح اور سوما (σῶμα) soma یعنی جسم کہا ہے اور تینوں کو الگ الگ شمار کیا ہے۔

"خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے آپ ہی تم کو بالکل پاک کرے اور تمہاری رُوح (سائیکی) اور جان (نیوما) اور بدن (سوما) ہمارے یسُوع مسیح کے آنے تک پُورے پُورے اور بے عیب محفوظ رہیں۔" (1 تھسلنیکیوں باب 5 : 23)

موت کے بارے میں انسانی مشاہدہ یہ تھا کہ آدمی کا سانس رک جاتا ہے، پس یہ اعتقاد ہو گیا کہ روح کا مسکن انسانی سانس ہے، چونکہ سانس میں ہوا کے جھونکے آتے ہیں۔ لہٰذا جس تہذیب میں بھی روح اور نفس کا تصور موجود ہے وہاں اس کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کا مفہوم "ہوا" ہی ہوتا ہے۔ مثلاً عبرانی اور عربی زبان کا لفظ روح، نفس، نسمہ، ہندی کا آتما، یونانی زبان کا سائیکی نیوما اور لاطینی زبان کا اسپتا۔ سب کے لغوی معنی ہوا، دم، سانس کے ہی ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ عموماً بائبل اور دیگر کتب کے تراجم میں نفس اور نسمہ کا ترجمہ روح کر دیا گیا ہے جبکہ نفس اور روح میں فرق ہے۔

یونانی فلسفیوں میں سقراط نے روح، نفس اور ذات کی اہمیت پر زور دیا، سقراط کا کہنا تھا کہ روح ایک غیر فانی شے ہے۔ اس کا خیال تھا روح ہمیں نیکی اور بدی میں تمیز کرنے میں مدد دیتی ہے۔ غالباً روح کی اصطلاح سائیکی (Psyche) بھی سقراط نے ہی وضع کی تھی....

افلاطون کے مطابق ہمارے جسم کی حرکات و سکنات روح کی وجہ سے ہیں۔ جوں ہی جسم اور روح کا تعلق ختم ہوتا ہے جسمانی حرکات و سکنات بھی ختم ہو جاتی ہیں.... دمقراط نے دو ہزار برس قبل کہا تھا ذہن یا روح آگ کی مانند ہے۔ یہ انسانی روح چھوٹے چھوٹے ناقابل تقسیم ذروں یعنی ایٹموں سے بنی ہے۔ جب یہ ایٹم انسانی بدن سے نکل جاتے ہیں تو انسانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہی حال جانوروں کا ہے.... انیکسا غورث کے مطابق روح ایک ایسی قوت ہے جو حیوانات و نباتات یعنی ہر جان دار اشیاء کے درمیان جاری و ساری ہے.... ارسطو روح کو ایک ایسی اکائی تصور کرتا تھا جو اپنی ذات میں ہر لحاظ سے مکمل ہو یعنی فی ذاتہ مکمل ہو۔ البتہ ارسطو نے روح کو دو حصوں میں تقسیم کیا یعنی روح حیوانی اور روح انسانی۔ حیوانی روح (نفس) کو وہ نچلے درجے کی بتاتا ہے جب کہ اعلیٰ درجہ کی روح کو وہ ذہن کا نام دیتا ہے۔ کئی مفکرین نے ارسطو کی اس تقسیم کو درست تسلیم کیا ہے۔ روح، نفس اور جسم۔ یہی تقسیم آگے چل کر سائنسدان، فلسفی اور صوفیاء نے بھی کی۔

اس کے بعد ترقی کی دوڑ میں انسان کے باطن اور اس کی باطنی صلاحیتوں پر اس طرح توجہ نہیں دی گئی جیسی کہ دی جانی چاہیئے تھی، اکثر غور و فکر کرنے والوں کی توجہ کی بنیاد انسان کی مادّی زندگی پر ہی مرکوز رہی۔ سائنسدانوں کی ریسرچ کا بنیادی مقصد محض مادّی زندگی میں آسانیاں پیدا کرنا اور اسے پر آسائش بنانا تھا، اس لئے اس دور میں بھی جب انسانی ترقی کو عروج نصیب ہو سکا ہے، انسان کے باطن پر ایک طرح سے پردہ ہی پڑا رہا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کے سائنسدان عرصہ دراز تک مادی جسم کو ہی انسان قرار دیتے رہے اور کئی دہائیوں تک جدید سائنسی تحقیقات کا مرکز مادی جسم ہی رہا۔ انسان کے باطنی پہلو کو وہ جھٹلاتے رہے اور انسانی روح کو غیر مرئی، غیر تجرباتی اور توہم پرستی کہہ کر رد کرتے رہے۔

لیکن رفتہ رفتہ چند سائنسدانوں نے انسان کے باطنی رخ پر نظریاتی، تحقیقی، سائنسی اور تجرباتی کام شروع کیا، اس حوالے سے پندرھویں صدی عیسوی میں کاپرنیکس وہ پہلا مفکر تھا جس نے انسان کو روحانی حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کی.... لیکن مادیت اس تصور کو رد کرتی رہی۔ ذہن، شعور، نفس، روح وغیرہ مادے سے علیحدہ وجود رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق خیال محض دماغ کے وجود کا انداز ہے، جو کہ زندگی ہی کی طرح مادے کی ایک خاص

ترتیب میں جڑتا ہے۔ دماغ اور اعصابی نظام کی جملہ سرگرمی کی کلیت کو ہم ذہن کا نام دیتے ہیں۔

سولھویں صدی عیسوی میں روح کے بغیر جسم کی وجود پذیری کا خیال مشہور فرانسیسی فلسفی رینے ڈیکارٹ نے پیش کیا۔ اس نے ثنویت کا تصور دیا، جس کے مطابق سوچ یا شعور مادے سے کوئی مختلف چیز ہے۔ اس میں ذہن کوئی ایسی چیز ہے جو کہ جسم کے اندر موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس سے چنداں مختلف بھی ہے۔ اس کے بعد گلیلیو، نیوٹن، ڈارون اور کیپلر نے بھی اسی موضوع پر بحث کی۔ لیکن یہ بحث نظریاتی حد تک تھیں۔ سائنس اور نفسیات کی مجبوری یہ تھی کہ وہ صرف اسی شے کا تجزیہ کرتی ہے جو نظر آتی ہے۔ انسان کی اصل شخصیت اگر اس کے مادی جسم سے الگ کوئی غیر مرئی چیز ہے تو سائنس کی گرفت میں نہیں آسکتی۔ اس لیے وہ اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں مانتے تھے۔

اٹھارویں صدی کے آخر میں میسمرازم (ہپناٹزم) نے زور پکڑا تو کئی سائنس دان بھی انسان میں موجود مقناطیسیت Animal Magnitism کی کھوج میں لگ گئے ۔ میسمرازم کے بانی فرانزبینٹون میسمر کا کہنا تھا کہ "کائنات ایک مقناطیسی مائع سے بھری پڑی ہے جو ہر خالی جگہ کو مستقل لبریز رکھتا ہے جو بطور فطرت حاصل ہوتا ہے، پھیلتا ہے اور مواصلات کا ذریعہ بنتا ہے"۔ مسمر کے بعد جرمن سائنسدان کارل فان ریشن بیخ Carl Von Reichenbach نے بھی اپنی تحقیق پیش کی کہ پوری کائنات میں ایک مخصوص توانائی موجود ہے جو ہر جاندار کے اندر موجود ہے۔ اسے انہوں نے Od کا نام دیا۔

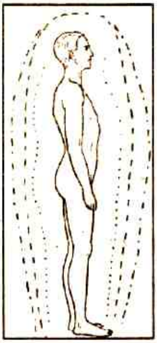
انیسویں صدی ہی میں سر ولیم کرکس وہ پہلے سائنسدان تھے جنھوں نے مادی دنیا پر روحانی اثرات کا سائنسی مطالعہ و تجزیہ کیا۔ ان کی 1874ء میں منظر عام پر آنے والی کتاب "ریسرچ ان دی فینومینا آف اسپر یچوئل ازم" نے بنحد مقبولیت حاصل کی۔ اس کے علاوہ سر اولیور لاج Sir Oliver Lodge کی 1861ء میں شائع ہونے والی کتاب "ریمنڈ" بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ ان دونوں سائنسدانوں کی تحقیق اور تجربات پر اس نظام کی بنیاد پڑی جسے "ماڈرن اسپر یچوئل ازم" کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ طبعیات کے معروف سائنسدان سر اولیور لاج کا کہنا تھا کہ جس طرح سائنسی طور پر تسلیم شدہ قوتیں مثلاً مقناطیسی کشش یا الیکٹرک سٹی خفیہ انداز میں کام کرتی ہیں لیکن سب انہیں تسلیم کرتے ہیں اور ان کے وجود پر ایمان بھی رکھتے ہیں، اسی طرح اس کائنات میں بہت سی قوتیں ایسی بھی ہیں جو انتہائی پوشیدگی سے اپنا کام سر انجام دے رہی ہیں، لیکن بظاہر ان کے وجود کا سراغ نہیں ملتا۔ محض اسی وجہ سے ان قوتوں کے وجود سے انکار کرنا صریحاً نادانی ہوگی۔ لاج کا خیال تھا کہ اس موضوع پر ٹھوس تحقیقات کا آغاز ہونا چاہیے۔

اولیور لاج نے خود خالص سائنسی انداز میں انسان کی روحانی خصوصیات پر تحقیق کا آغاز کیا۔ انہوں نے سوسائٹی فار سائیکک ریسرچ (SPR) کا باقاعدہ شعبہ قائم کیا۔ اس نے ایتھر کا تصور پیش کیا، جس کے مطابق پوری کائنات ایک توانائی ایتھر سے بھری ہوئی ہے۔ یہ نظریہ بہت پرکشش تھا مگر سائنسی لحاظ سے مسترد کر دیا گیا۔

سر اولیور لاج کی بنائی ہوئی سوسائٹی کے بانی ممبران میں سے ان کے ہم خیال کئی اہم نام ابھرے، جن میں سے کیمبرج یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر فریڈرک ڈبلیو ایچ مائرز Frederic H. W. Myers نے اس کام کو مزید آگے بڑھایا۔ 1882ء میں مائرز نے اپنی کتاب Human Personality and its Survival of Bodily Death میں سینکڑوں واقعات کا سائنسی تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جسمانی موت کے بعد انسان کی شخصیت کا وہ حصہ باقی رہتا ہے جسے "روح" کہتے ہیں۔

مائرنے اپنے ساتھی ریسرچرز ہنری سجوک Henry Sidgwick، ایڈمنڈ گرنے Edmund Gurney اور ولیم ایف بیرٹ William F. Barrett کے ساتھ مل کر موت کے بعد بھی انسان کے باطنی جسم کی موجودگی سے متعلق تحقیق کی۔ اس دور کے مغرب میں روحانی علوم کے ماہرین، جن میں مادام بلاوٹسکی اور ایڈگر کیسی وغیرہ شامل تھے، نے بھی روحانی صلاحیتوں کے عملی تجرباتی مظاہروں سے اس وقت کے سائنسدانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔ ان سائنسدانوں کی تحقیق اور روحانی علوم، خوابوں کے اثرات، رنگ وروشنی سے علاج اور مسمریزم کے بعد انیسویں صدی کے وسط میں جب گلوانومیٹر Galvanometer ایجاد ہوا (ایک آلہ جس سے برقی رو کی موجودگی کا علم ہو سکتا ہے لیکن اِس کی پیائش نہیں کی جا سکتی)، جسے کسی بھی جاندار (انسان، جانور یا پودے) کے جسم پر چسپاں کیا جاتا تو وہ برقی رو کی موجودگی کا اشارہ دیتا۔ جس سے ثابت ہوتا تھا کہ انسان اور دیگر جانداروں میں کوئی مشترک مقناطیسیت یا میدانِ حیات Life Field موجود ہے جو انہیں دوسری بے جان اشیاء سے ممتاز کرتا ہے۔ اس ایجاد نے سائنسدانوں کو انسان کے اندر موجود مقناطیسیت پر غور کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ انسان کے اس غیر مادی رخ کو سمجھنے کے لیے مابعد الطبیعات meta physics اور مابعد النفسیات Parapsychology جیسے علوم کی بنیاد ڈالی گئی۔ انسان کے اند موجود مقناطیس قوت کو الیکٹرومیگنٹک فیلڈ EMF، ہیومن انرجی فیلڈ HEF اور بائیو انرجی کے نام دیئے۔ پیرا سائیکلوجی کی بنیاد رکھنے والے ڈیوک یونیورسٹی کیلیفورنیا کے ماہر نفسیات ڈاکٹر جوزف بینک رینے Dr. J.B Rihne کی مسلسل توجہ، سائنسی تحقیق اور تجربات سے اس علم نے عملی تجرباتی دنیا میں قدم رکھ دیا اور باقاعدہ لیبارٹریز میں سائنسی بنیادوں پر تجربات ہونے لگے۔ ڈاکٹر رینے نے یہ دریافت کیا کہ انسان کے شعور اور مادی حرکات کے پیچھے بھی لطیف حرکات موجود ہیں، جس کے ذریعہ مادہ حرکت کر رہا ہے۔ یہ لطیف لہریں مادہ کو کنٹرول کرتی ہیں ان ہی کی بنیاد پر مادہ کا قیام ہے۔

علم برقیات کے ایک نابغہ روزکار سائنسدان نکولس ٹیسلا نے انیسویں صدی کے اوائل میں ایک تجربے میں ایک ہائی فریکوئنسی الیکٹرومیگنیٹک فیلڈ پیدا کی اور اس کے سامنے ایک انسان کو کھڑا کیا اور اس کے جسم کے اردگرد الیکٹرومیگنیٹک فیلڈ کو ایک ایک چمکدار روشنی کی صورت میں دکھایا، جو ایک اضافی جلد کی طرح اس کے جسم کو گھیرے ہوئے تھی۔ اس بعد میں کئی سائنسدانوں نے انسان کی اس الیکٹرومیگنیٹک فیلڈ کی تصاویر لینے کی کوشش کیں۔ تھامسن اسپتال لندن کے ماہر برقیات ڈاکٹر والٹر جے کلنز Kliner کو کیلشیم کے فاسورنٹ سلفائد پر شعاعوں کے بارے میں تجربات کرتے ہوئے یہ خیال آیا کہ جسم انسانی سے جو برقی شعاعیں خارج ہوتی ہیں ان کی چھان بین کی جائے۔ ڈاکٹر والٹر کو صرف یہ علم تھا کہ حرارت کے علاوہ جسم انسانی سے جو انرجی خارج ہوتی ہے اس کا تعلق انفراریڈ سے ہے۔ انہوں نے ایک ایسی فوٹو گرافی فلم تیار کرنے کی کوشش کی جس کے ذریعے جسم انسانی سے نکلنے والی مقناطیسیت کا مطالعہ کیا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے مختلف کیمیاوئی محلولوں سے فلموں کو رنگا مگر انہیں ناکامی ہوئی۔ انسانی جسم سے نکلنے والی شعاعیں کسی پردے پر نظر نہ آسکیں۔ آخر انہوں نے کولتار کے کیمیاوی مواد سے کیمیا کو رنگنے کا ایک کیمیاوی مسالا تیار کیا اور شیشے کی ایک سکرین پر پہلے جیلی ٹن اور کولڈین نامی مرکبات کا ایک استر تیار کیا۔ اس کے بعد اپنی مشہور اسکرین کو ایجاد کیا، جس میں انسانی میگنیٹک فیلڈ کو جسم کے اردگرد رنگین غلاف کی صورت سے دکھایا گیا۔ ڈاکٹر والٹر نے اپنی کتاب "ہیومن ایٹماسفیر" میں نہایت تفصیل



کے ساتھ انسان کے غلاف پر روشنی ڈالی ہے۔
ان کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی جسم سے توانائی کا جو اخراج (تابکاری، ریڈی ایشن) ہوتا ہے وہ ایک دائرے یا ہالہ کی طرح انسانی جسم کے گرد نظر آتا ہے۔ یہ ایک شفاف لطیف تر سایہ کی طرح ہے جو انسان کے ٹھوس جسم سے 1 انچ باہر کی طرف ہوتا ہے۔ اس ہالے کا رنگ بھورا خاکستری ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس کا پھیلاؤ 8 انچ تک ہو جاتا ہے۔

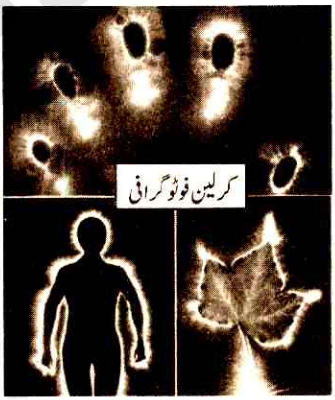
چیک کے سائنسدان بیناورائل، ایس پراٹ اور جے شیلیمر، فرانس کے ایچ براوورخ، برازیل کے رابرٹ ڈیمورا نے ابائیو الیکٹرک فوٹو گرافی مشین ایجاد کرنے کی کوشش کی مگر ان حضرات کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

1930ء کی دہائی میں ایک واقعہ رونما ہوا روس میں کیرلین سیمیون اور نامی الیکٹریشن اور اس کی بیوی ویلنٹینا کیرلین نے اتفاقی طور پر ایک ایسا کیمرا ایجاد کیا۔ جو انسان کے روشنیوں کے جسم کی تصویر حاصل کرلیتا ہے۔ کیرلین فوٹو گرافی سے انسان کے اس باطنی رخ کو زیادہ واضح طور دیکھا گیا تو یہ بالکل جسم انسانی کے ہو بہو ایک رنگین ہیولی اور ہالہ کی مانند نظر آیا۔ جیسے مادی انسان کے ساتھ ایک دوسرا انسان ہو.... روشنیوں سے بنا اس کا جوڑا.... کیرلین فوٹو گرافی کے ذریعہ انسان تو کیا جانور اور پودوں کے ہیولی کی تصویریں بھی حاصل کی گئی ہیں۔ یہ انسان کی غیر مادی تصویر لینے کی پہلی کامیابی تھی۔

اس نے انسان کی الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ اور جسمانی صحت کے آپسی تعلق کے متعلق تحقیق کا کام کیا، اس نے مختلف امراض میں لوگوں کی الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کا جائزہ لیا۔ اس کے مطابق ایک لطیف قسم کی توانائی ہمارے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے، اس کی کمی بیماری کی وجہ ہے اور اس طاقت کے ذریعہ بیماروں کو شفایاب کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے مختلف تجربات سے ثابت کیا کہ اس میدانِ حیات یا الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کی قوت ہر دن بلکہ ہر گھنٹے بدلتی رہتی ہے، انسان کے خوشگوار اور ہشاش بشاش موڈ اور تھکان اور ناصحتمندانہ حالت میں اس کی پیمائش تبدیل ہوتی رہتی ہے اور جب کوئی جاندار مر جاتا تو یہ میدانِ حیات بھی ختم ہو جاتا۔ البتہ فوراً ہی ایسا نہیں ہوتا تھا۔

قدیم دور میں یونانی، رومی، ہندو اور عیسائی اقوام میں اُن کی مذہبی شخصیات کی تصاویر اور مجسموں میں ان کا ہیولی دکھایا جاتا تھا، جسے انگریزی میں ہالو Halo اور قدیم یونانی اور لاطینی زبان میں اوراء Aura اور ایرولا Aureola کہا جاتا تھا۔ چنانچہ اس انسانی ہیولہ کا نام بھی اوراء رکھا گیا۔

بیسویں صدی کی ابتداء میں روسی سائنسدان یوڈکو Yakov Narkevich Yokdo نے ایک طریقہ ایجاد کیا اور الیکٹرو گرافی کے ذریعے درخت کے پتوں کی تصویریں کی تصویریں لیں جس میں ان کے کناروں پر نور سا پھوٹتا دکھائی دیا۔ اسی طرح



لیکن کیرلین کی اس تحقیق کو 1960ء تک مغربی سائنسدانوں نے قبول نہیں کیا گیا۔ البتہ روس کے کچھ محقق اس کی تحقیق میں لگے رہے۔
1970ء میں دو امریکی محقق لِن شروڈر Lynn Schroeder اور شیلا آسٹرنڈر Sheila

Ostrander نے اپنی کتاب کے ذریعے کیرلین کی تحقیق کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد اوراکی تحقیق میں نیا موڑ آیا۔ اب تک تو کچھ منچلے سائنسدان اور ماہر برقیات اپنی مدد آپ کے تحت اکیلے ہی اس تحقیق میں لگے ہوئے تھے۔ اب سائنسی ادارے، یونیورسٹیاں اور ہسپتال نے تھوڑی ہی سہی مگر اوراء کی تحقیق میں دلچسپی ظاہر کی ۔ ان میں کیلیفورنیا یونیورسٹی، امریکہ کے سینٹر آف ہیلتھ سائنس کے دو سائنسدان تھیلما موز Thelma Moss اور کنڈال جانسن Kendall Johnson، سان فرانسسکو کی سائبروک یونیورسٹی کے ماہر نفسیات اسٹینلی کرپنر Stanley Krippner، برازیل کے ڈاکٹر پاؤلو دی کیسٹرو اور ڈاکٹر ہرنانی آندرے ، روسی سائنسدان ڈکٹر ایڈمانکو اور قازقستان کی الفارابی یونیورسٹی کے وکٹر انیوشن پیش پیش تھے۔ ان لوگوں نے کرلین کیمرے کی مدد سے درختوں کی تصویریں لیتے ہوئے نوٹ کیا کہ درخت جتنا زیادہ صحتمند ہوتا یہ ہیولی اتنا ہی زیادہ روشن ہوتا۔

1985ء میں سینٹ پیٹرزبرگ انسٹیٹیوٹ، روس کے ایک محقق پروفیسر کانسٹنٹین کورٹوو Korotkov نے تحقیق کی کہ جانداروں کا اوراء (انسان، جانور اور پودے) رنگ اور روشنی کی مناسبت سے تبدیل ہوتا رہتا ہے، جبکہ پانی، پتھر، کرسٹل وغیرہ کا اوراء مدھم اور ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔ لیکن پانی پر اگر کوئی روحانی ہستی، پادری یا ہیلر وغیرہ مقدس آیات کا ورد یا دم وغیرہ کرتا ہے تو اس کی روشنیاں پہلے سے بڑھ جاتی ہیں۔ اسی تحقیق کو 2004ء میں جاپانی ڈاکٹر مسارو ایموٹو نے آگے بڑھایا مگر اسے ایک

پروفیسر کورٹوو کی تحقیق

عام پانی کا اورا

اور

مقدس ورد کا دم کردہ پانی کا اورا



ذاتی نظریہ کہہ کر مسترد کردیا گیا۔

برازیل کے پروفیسر نیوٹن مِل ہومنز Newton Milhomens نے کیرلین کیمرا کو سائکولوجیکل کلینک اور میڈیکل ریسرچ میں استعمال کیا۔ انہوں نے کیرلین کیمروں کو برازیل کے ڈاکٹروں، تھراپسٹ اور سائکولوجسٹ تک پہنچایا۔ اوراء پر اپنی 20 سالہ تحقیق کے بعد انہوں نے اورا کے ذریعے بیماریوں کی قبل ازوقت تشخیص پر کتب لکھیں۔ نیوٹن مِل ہومنز نے کیرلین فوٹوگرافی سے کینسر کے سینکڑوں مریضوں کے اورا کا ٹیسٹ کیا اور انکشاف کیا کہ کینسر کے ہر مریض کے اورا میں انہیں ایک مرغولے نما Spiral لہریں دکھائی دیتی ہیں۔ مگر مریض کی موت کے بعد یہ لہریں غائب ہوجاتی ہیں، جبکہ مادی جسم میں اور خلیوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ جس سے یہ خیال ظاہر ہوتا ہے کہ اس بیماری کا اصل تعلق اوراء یا ذہن سے ہے، مادی جسم سے نہیں۔ اورا پر مِل ہومنز اور کوروٹو کی تحقیق طب کی دنیا میں کئی تبدیلیاں لائی، تحقیقاتی میدان میں اس پر سنجیدگی سے کام ہونے لگا، انیسویں صدی میں انسانی اورا پر کام کرتے ہوئے طب سے منسلک افراد نے بڑی کارآمد معلومات فراہم کیں۔

اوراپر کی جانے والی مغربی مفکروں کی تحقیق کا نچوڑ یہ تھا کہ.... اوراء رنگ ونور کی لہروں سے بنا ایک غیر مرئی جسم ہے جو ہمارے مادی جسم کے اردگرد ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ مادی جسم زندگی کے تمام تقاضے اسی اوراء سے حاصل کرتا ہے اور انسانی صحت کا دارو مدار بھی روشنیوں کے اس جسم پر منحصر ہے۔ یہ اوراء جسم کے اردگرد 6 انچ سے لے کر کئی فٹ تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔

کینسر کے مریض کا اورا

موت سے قبل | موت کے فوراً بعد



اوراء کو عام ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا اس کو دیکھنے کے لئے سائنس دانوں نے مخصوص انسٹرومنٹس تیار کئے ہیں۔ اوراء اُن لوگوں کو بھی دکھائی دیتا ہے جن کی خفتہ قوتیں بے حد بیدار ہوں یا جن کی ارتکازِ توجہ بہت مضبوط ہو۔ بعض سائنسدانوں کے مطابق شیر خوار اور کمسن بچے اوراء کو دیکھ سکتے ہیں لیکن پانچ سال کی عمر ہونے تک ان کی یکسوئی برقرار نہیں رہتی اس لئے اوراء ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ سنتھیسیا Synaesthesia کے مریض بھی انسان یا کسی تحریر کا اوراء دیکھ سکتے ہیں۔ اوراء کو دیکھ کر کسی بھی شخص کی صحت و تندرستی، نفسیاتی عوارض، شخصیت اور مثبت و منفی سوچ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کا تعلق اوراء کی شکلیں، کثافت و لطافت اور رنگوں کی مسلسل تبدیلی سے ہوتا ہے۔ جس شخص کا اوراء زیادہ لطیف ہوگا وہ نفسیاتی عوارض اور منفی سوچ سے اتنا ہی پاک ہوگا اور جس کا اوراء جس قدر کثیف ہوگا وہ اتنا ہی منفی طرز فکر کا حامل اور نفسیاتی عوارض میں جکڑا ہوا ہوگا۔

1970 کی دہائی سے تاحال کئی سائنسدانوں نے برازیل کے نیوٹن مِل ہومنز اور روس کے ڈاکٹر کوروتوو کی تحقیق کو آگے بڑھایا۔ آج اورا پر تحقیق کرنے والے بڑے اداروں میں نیوٹن مِل ہومنز کا قائم کردہ برازیلین یونین آف اپلائیڈ بائیوالیکٹروگرافی UBBA، IUMAB آرگنائزیشن اورا کورٹیا، برازیل میں بائیو تھراپی پر یونیورسٹی شامل ہے اور روس کے پروفیسر کوروتو کی قائم کردہ لیبارٹری ہر سال بائیو الیکٹروگرافی کانفرنس کے ذریعے دنیا بھر میں ہونے والی اورا پر تحقیقات کو فروغ دیتی ہے۔ "اوراء" کے متعلق میڈیسن اینڈ سائیکولوجی کے تحت پرتگال کی پورٹو جیز یونیورسٹی،



کمپیوٹر کے ذریعے لی گئی اورا کی تصویر

برازیل کی سانتا کیترینہ یونیورسٹی، ایسٹا کیو دیسو یونیورسٹی ریوڈی جنیرو، ساؤ پالو یونیوسٹی، کیمپیناس یونیورسٹی، میں باقاعدہ طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ اس موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تک دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ، روس، برازیل، ارجنٹائن، پرتگال، فن لینڈ کولمبیا، انڈیا اور آسٹریلیا کے کئی ہسپتالوں میں اوراء کے ذریعے بیماریوں کی تشخیص اور علاج پر کام ہو رہا ہے۔

کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی آمد کے بعد سائنسدان کرلین کیمرا کے ساتھ بائیو فیڈبیک ڈیوائس، بائیو سینسر ہینڈ پلیٹس کا بھی استعمال کرنے لگے ہیں اور کمپیوٹر سافٹ ویئر کے ذریعے اوراکو واضح طور پر دیکھنا ممکن ہو گیا ہے۔

گو کہ آج انسان کے باطنی جسم "اورا" پر خاطر خواہ کام ہو رہا ہے۔ آج میٹافزکس اور پیرا سائیکولوجی کے شعبہ سے متعلق سائنسدانوں کو نامعلوم شے کے متعلق تحقیق کے لئے ایسے جدید انسٹرومنٹس کی مدد بھی حاصل ہے جن کا دائرہ حواس خمسہ اور مادّی پیمائش سے الگ ہے مگر مادّی سائنس کی بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ تاحال روشنی سے تیز رفتار توانائی کی پیمائش کے لئے ان کے پاس کوئی یقینی پیمانہ نہیں ہے چنانچہ روح اور اورا کی مکمل توجیہہ ابھی تک سائنسی قوانین کی رو سے ممکن نہیں ہو پاتی۔ جب سائنس کسی نامعلوم Phenomenon کو جاننے اور تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے اور ان کے قابلِ پیمائش اور قابلِ تکرار ہونے کے اصول و ضوابط مرتب کرتی ہے نتیجتاً انہیں مفروضہ جان کر رَد کر دیا جاتا ہے۔ شاید مستقبل بعید میں سائنسدان اس قابل ہو جائیں کہ وہ اورا اور روح کی مکمل توجیہہ بیان کر سکیں۔

شابینہ جمیل



اپنے "اوراء" کو جانیں



قارئین اس بات سے تو واقف ہیں کہ سائنسی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر شے کے گرد ایک ہالہ نور ہوتا ہے۔ اس ہالہ نور کو مابعد النفسیات کی اصطلاح میں جسم مثالی یا اورا Aura کہا جاتا ہے۔ اوراء کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا، سائنس دان اوراء دیکھنے کے لیے کیرلین فوٹو گرافی، بائیو فیڈ بیک ڈیوائسز اور بائیو سینسر ہینڈ پلیٹس کا سہارا لیتے ہیں۔ البتہ روحانی صلاحیتوں کے حامل افراد اس کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے کرسکتے ہیں، اس کے علاوہ ارتکاز توجہ کی مختلف مشقوں کے ذریعہ اوراء کو دیکھا جانا ممکن ہے۔ لیکن یہ مشقیں کرنا ان لوگوں کے لیے آسان ہے، جن کی خفیہ قوتیں بے حد بیدار ہوں یا ان کی ارتکاز توجہ بہت مضبوط ہو۔

چنانچہ ایسے قارئین کرام کی آسانی کے لیے جو نہ تو ارتکاز توجہ کی ایسی مشقیں کرسکتے ہیں اور نہ ہی کسی ایسے سائنسی آلے تک رسائی رکھتے ہیں جن سے اورا دیکھا جاسکے۔ بعض مفکرین نے عرق ریزی کے ساتھ چند ایسے سوالات تیار کیے ہیں جن کے جوابات سے آپ جان سکتے ہیں کہ آپ کا "اورا" کیسا ہے، اس میں کون سا رنگ غالب اور نمایاں ہے اور کون سا رنگ قلیل مقدار میں موجود ہے۔ جس کی مدد سے آپ تصورات میں اپنے اورا کو دیکھ سکتے ہیں۔ ذیل میں دیئے گئے ہر سات سیکشن میں موجود 14 سوال، دراصل 14 رنگوں کی ترجمانی کرتے ہیں، یہ سوال آپ کی شخصیت، مزاج، رویوں، کردار اور طرز زندگی کے متعلق ہیں، قارئین کرام ہر سوال کا جواب نمبر میں لکھیں۔

اگر دیا گیا سوال واقعی آپ کی شخصیت کی ترجمانی کررہا ہے اور آپ کا جواب یقیناً ہاں میں ہے تو چار (4) نمبر.... اگر آپ کی شخصیت سے اکثر و بیشتر ایسا اظہار ہوتا ہے تو جواب تین (3) نمبر.... اگر آپ کبھی کبھی ہی ایسے ہیں تو دو (2) نمبر.... اگر شاذو نادر یا ایک آدھ بار ہی آپ کو ایسا لگا تو ایک (1) نمبر.... اور اگر سوال آپ کی شخصیت کے بالکل منافی ہے اور جواب "نہیں" ہے تو صفر (0) لکھیں...

آخر میں آپ سوال نمبر کی بنیاد پر تمام 7 سیکشن کے سوال کو ایک ایک کرکے آپس میں جمع کریں اور دیکھیں کہ کون سے سوال نمبر کے جواب میں آپ نے زیادہ نمبر زدیئے ہیں، بس وہی آپ کے اورا کا غالب رنگ ہے۔ اور جس سوال نمبر کے جواب کے نمبر ز سب سے کم ہوئے وہی آپ رنگ آپ کے اورا میں قلیل مقدار میں موجود ہے یا نہیں ہے۔

سوال نمبر [1]: زرد مائل کتھئی (Mental Tan)

سوال نمبر [3]: سبز / ہرا (Green)

سوال نمبر [5]: قرمزی (Magenta)

سوال نمبر [7]: نیلگوں بھورا (Nurturing Tan)

سوال نمبر [9]: نارنجی (Orange)

سوال نمبر [11]: سرخ مائل کتھئی (Loving Tan)

سوال نمبر [13]: سرخ (Red)

سوال نمبر [2]: بنفشی (Violet)

سوال نمبر [4]: ارغوانی (Lavender)

سوال نمبر [6]: نیلا (Blue)

سوال نمبر [8]: بلوری (Crystal)

سوال نمبر [10]: سبز مائل کتھئی (Physical Tan)

سوال نمبر [12]: گہرا نیلا (Indigo)

سوال نمبر [14]: زرد / پیلا (Yellow)

سیکشن A

[1] آپ منظم اور بااصول سوچ کے حامل ہیں۔ یا۔ آپ اصول پسند شخصیت ہیں۔

[2] آپ کے دل میں شدت سے سے دنیا پر اپنے نشان ثبت کرنے کی آرزو ہے۔

[3] آپ گھریلو اور جذباتی مطالبات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔

[4] آپ فلسفہ، باطنی روحانی علوم میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

[5] آپ غیر معمولی اور نت نئی تخلیقات کی کھوج میں رہتے ہیں۔

[6] آپ کو رلانا بہت آسان ہے حتیٰ کہ کسی جذباتی کمرشل پر بھی رو پڑتے ہیں۔

[7] آپ دوسروں کے ظاہری طرزِ عمل سے ان کے بارے میں فوری کوئی رائے قائم نہیں کرتے۔

[8] آپ یوگا، مراقبہ اور قدرتی ماحول میں خود کو زیادہ صحت مند اور توانا محسوس کرتے ہیں۔

[9] اگر آپ کو کوئی مہم درپیش ہو تو کسی بھی صورتحال سے نبٹنے کے لئے آپ پہلے ہی سے مکمل منصوبہ بندی کرتے ہیں۔

[10] آپ تنہائی پسند ہیں۔

[11] کسی بھی مسئلہ کے حل کے لئے آپ اس کے تمام ممکنہ نتائج، اقدامات اور ان کے حل کا ذہن میں خاکہ بناتے ہیں۔

[12] آپ مخلوقِ خدا کی بے لوث خدمت پر ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

[13] آپ جسمانی طاقت کا استعمال کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور اکثر چھوٹی سی بات پر بھی مار پٹائی ہو جاتی ہے۔

[14] کسی بھی صورتحال میں آپ لاشعوری طور پر جسمانی ردِ عمل کا اظہار پہلے کرتے ہیں۔

سیکشن B

[1] آپ بحیثیت لیڈر فیصلہ کرنے سے پہلے متعلقہ افراد سے تفصیلی معلومات طلب کرتے ہیں۔

[2] سماجی تقریبات میں جانے سے کتراتے ہیں یا وہاں بیزاریت محسوس کرتے ہیں۔

[3] آپ ایسی ملازمت یا کاروبار کرنے کے خواہاں ہیں جس میں پیسہ کمانے کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوں۔

[4] جب آپ کے پاس پیسے ہوں تو خرچ کرتے ہیں جب نہیں تب نہیں کرتے اور ہر حال میں مطمئن رہتے ہیں

[5] آپ سنی سنائی اور ان دیکھی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔

[6] آپ کبھی کسی کو کسی کام کے لیے نہ نہیں کہتے۔

[7] آپ کسی بھی پراجیکٹ کو منظم طریقے سے چلانا پسند کرتے ہیں یعنی کام شروع کرنے سے پہلے منصوبہ بندی کرتے ہیں

[8] آپ اکثر دنیاداری، حلقہ احباب اور سماجی تعلقات کے معاملات میں دوسروں کے مشوروں پر انحصار کرتے ہیں۔

[9] آپ جسمانی مشقت کے کام کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

[10] آپ دوستوں کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔

[11] آپ کسی بھی ذاتی مفاد کے بغیر بلا امتیاز دوسروں کی رہنمائی اور مسائل حل کرنے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔

[12] آپ کے خیال سے اسکول میں غیر رسمی اور بے تکلف ماحول میں ہم زیادہ موثر انداز میں سیکھتے ہیں۔

[13] آپ صنفِ مخالف کی موجودگی میں خود کو زیادہ خوش اور پرجوش محسوس کرتے ہیں۔
[14] کسی بھی مشکل یا جذباتی تناؤ کی کیفیت میں آپ فرار حاصل کرتے اور حقیقت سے نظریں چراتے ہیں اور ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

سیکشن C

[1] آپ دوسروں سے اپنے دلی جذبات اور محسوسات کا اظہار کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔
[2] آپ اپنے قیمتی مشوروں سے دوسروں کو تو نواز دیتے ہیں مگر خود ان پر عمل نہیں کرتے۔ یا آپ کسی بھی کام کو شروع کرنے میں آپ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں مگر عملی طور پر میدان دوسروں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔
[3] آپ باآسانی لوگوں کو اپنا نظریہ فکر سمجھا دیتے ہیں۔
[4] آپ اپنی خود ساختہ بنائی ہوئی خوابوں کی دنیا میں رہنا پسند کرتے ہیں۔
[5] آپ کے رویئے کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کب کسطرح کسی ردعمل کا اظہار کریں کوئی وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔
[6] آپ کے نزدیک عبادات آپ کی روحانی قوت کا باعث بنتی ہے۔
[7] آپ اپنے حلقہ میں یا ارد گرد بہتری لانے کے مختلف طریقوں کے متعلق سوچتے اور کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔
[8] آپ ایک خاموش طبع انسان ہیں اور اپنے دلی اور گہرے جذبات کا اظہار شاذونادر ہی کرتے ہیں۔
[9] آپ جسمانی مشقت کے مقابلوں کشتی، باکسنگ یا پنجہ آزمائی میں بہت پرجوشی سے حصہ لیتے ہیں۔
[10] آپ چیزوں کو ان کی مضبوطی اور اہمیت کی بنیاد پر پرکھتے یا جانچتے ہیں۔
[11] آپ اپنا زیادہ تر وقت کائنات کے اسرار و رموز جاننے اور روحانی علوم حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں۔
[12] آپ لوگوں کو ان کے فرسودہ عقائد اور رسم و رواجوں کی تصحیح پر مجبور کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔
[13] اگر آپ کو غصہ آجائے تو اپنے غصے پر فوری قابو پالیتے ہیں
[14] آپ منہ پھٹ نہیں ہیں۔

سیکشن D

[1] آپ ایسی سماجی سرگرمیاں پسند کرتے ہیں جہاں کاروبار اور تفریح ساتھ ساتھ ہو۔
[2] دوسروں پر پیسہ خرچ کرتے آپ زیادہ خوشی محسوس نہیں کرتے۔
[3] آپ اکثر مختلف تکالیف کے لئے گھریلو ٹوٹکے استعمال بتاتے ہیں یا دوا خود بھی بطورِ علاج استعمال کرتے ہیں۔
[4] آپ مافوق الفطرت مخلوقات اور پریوں کی دیومالائی کہانیوں پر مبنی فلمیں اور کتابیں بہت شوق سے دیکھتے / پڑھتے ہیں۔
[5] انوکھی اور غیر معمولی ڈیزائین اور خصوصیات رکھنے والی مصنوعات آپ کی توجہ فوری حاصل کر لیتی ہیں۔
[6] ملازمت حاصل کرنے کے دوران آپ اپنی تنخواہ کے بارے میں بھی جاننے میں شرم یا ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔
[7] آپ سمجھتے ہیں بچوں کو اعلیٰ تعلیم و تربیت فراہم کرکے ہم ایک اچھے معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

[8] آپ لوگوں کی حقیقت پر مبنی سوانح حیات اور ڈائریز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔
[9] آپ اجتماعی مقابلوں کے بجائے انفرادی مقابلوں میں حصہ لینا (یعنی ٹیم کے بجائے اکیلے کام کرنا) پسند کرتے ہیں۔
[10] آپ تحقیقی ذہن کے مالک ہیں اور دنیاوی اور دینی معاملات میں خود سے غور و فکر کرنا پسند کرتے ہیں۔
[11] آپ جن سے پیار کرتے ہیں ان کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔
[12] آپ اپنے ہر کام میں روحانیت کو محسوس کرتے ہیں۔
[13] آپ کم تنخواہ میں بھی خوش اور مطمئن رہتے ہیں
[14] آپ زندگی کو ہنس کھیل کر گزارنے پر یقین رکھتے ہیں۔

سیکشن E

[1] آپ کے لئے دولت تحفظ کی ضمانت ہے
[2] زندگی میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ آپ کو بے چین رکھتا ہے۔
[3] آپ دوسروں کو مشورہ دے کر یا ان کو معلومات فراہم کر کے خوشی اور طمانیت محسوس کرتے ہیں
[4] آپ معاشرے کی توقعات کے مطابق خود کو ڈھالنے کے بجائے اپنے افکار کے ساتھ الگ تھلگ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں
[5] آپ شاپنگ کے لئے فہرست نہیں بناتے جو اچھا لگ جائے بس خرید لیتے ہیں
[6] آپ کو صبر آزما اور وقت طلب کھیلوں سے شدید کوفت ہوتی ہے جیسے ویٹ لفٹنگ، سکینگ یا گولف وغیرہ
[7] آپ روحانی، دینی یا اخلاقی اصولوں دنیا میں عملی طور پر کرنا ضروری محسوس کرتے ہیں۔
[8] آپ خود شناسی میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔
[9] آپ ملازمت کرنے سے دور بھاگتے ہیں اور کمیشن پر یا فری لانسر کام کرنے میں زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔
[10] آپ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اچھا لیڈر بننے کے لئے سب سے پہلے ایک اچھا پیروکار بننا ضروری ہے۔
[11] آپ مالی معاملات یا روپے پیسے کے حساب کتاب رکھنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔
[12] آپ کو زبردستی کسی ایسے کام کو کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جو آپ کرنا نہیں چاہتے۔
[13] آپ عملی طور پر کی جانے والی مذہبی عبادات کے دوران خود کو پر سکون محسوس کرتے ہیں۔
[14] آپ بحیثیت سربراہ، لیڈر یا باس لوگوں کے درمیان رہ کر ان کے ساتھ کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں

سیکشن F

[1] آپ تصوف اور روحانیت کی تعلیمات کو عملی طور پر اپنانا پسند کرتے ہیں
[2] آپ بحیثیتِ سرپرست یا قائد لوگوں کو بتانا پسند کرتے ہیں کہ ان کو کیا کرنا ہے۔
[3] آپ کے چند مخصوص دوست ہیں جن سے آپکے خیالات ملتے ہیں اور جو ہر میدان میں آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں
[4] آپ زیادہ وقت کمرے میں بند تخلیقی کام میں گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً پینٹنگ، مضمون و کہانی نویسی، شعر و شاعری

[5] آپ کی بہت جلد کسی سے بھی دوستی ہو جاتی ہے مگر آپ لمبے عرصے تک تعلقات استوار رکھنے میں اکثر ناکام رہتے ہیں

[6] آپ دوسروں کی خوشی کے خاطر اپنے حصے کی چیز بھی خوشی خوشی چھوڑ دیتے ہیں۔

[7] آپ سماجی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنے والے اداروں کی اور ذاتی طور پر بھی مالی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں

[8] آپ با آسانی اپنی باطنی یعنی اندرونی دنیا سے جڑ جاتے ہیں اور خود کو مطمئن و پر سکون رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں

[9] آپ آزاد اور خود مختار زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ یا۔ آپ اپنے معاملات میں روک ٹوک پسند نہیں کرتے

[10] آپ باس کی جانب سے ملنے والی ہدایات کو بہت توجہ سے سنتے ہیں اور انتہائی سنجیدگی سے عملدرآمد کرتے ہیں

[11] آپ ایسی سماجی تقریبات اور اجتماعات میں بہت شوق سے جاتے ہیں جہاں مختلف لوگوں سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے اور اظہارِ رائے کا مواقع ملیں۔

[12] آپ بہت زیادہ حساس طبیعت کے مالک ہیں

[13] اگر ٹی وی پر میچ کے دوران آپ کی پسندیدہ ٹیم کا اسکور گر جائے یا ہار جائے تو آپ گلاس یا جو کچھ بھی دسترس میں ہو پٹخ کر یا توڑ کر غصے کا اظہار کرتے ہیں۔

[14] آپ کو دعوتوں میں جانا بہت پسند ہے اور سماجی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

سیکشن G

[1] آپ مشینی آلات کے ساتھ کام کرنے میں لطف محسوس کرتے ہیں جیسے کہ کمپیوٹر، کیمرہ، سیل فونز، کیلکولیٹر وغیرہ

[2] آپ کے لئے پیسہ طاقت، اثر ورسوخ اور خواہشات کا حصول ہے

[3] آپ سمجھتے ہیں کہ خیالات ہماری ذہنی اختراع نہیں ہوتے بلکہ ہر خیال اپنی جگہ بامعنی اور اہمیت کا حامل ہوتا ہے

[4] آپ اپنے تخیلات کو ظاہری خدوخال کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔

[5] آپ کے نزدیک قدرتی مناظر سے قربت، پودوں درختوں کی دیکھ بھال اور ان سے محبت ایک روحانی کیفیت ہے۔

[6] آپ کسی بھی مسئلہ کا کوئی ایسا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں سب کی خوشی شامل ہو۔

[7] آپ بحیثیتِ سربراہ فیصلہ کرتے وقت دوسروں کی رائے اور احساسات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔

[8] پر امن، پر سکون ماحول اور کم لوگوں کے درمیان آپ زیادہ بہتر طور پر کام سرانجام دے پاتے ہیں

[9] آپ ایڈونچر پسند کرتے ہیں اور محض تھرل کے لئے اکیلے پہاڑ کی چوٹی سر کرنے نکل جاتے ہیں۔

[10] آپ کے نزدیک بینک بیلنس، آسائشیں اور بلند معیارِ زندگی معاشرے میں استحکام اور تحفظ کی ضامن ہیں۔

[11] آپ اپنی چیزیں سنبھال کر رکھنے میں لاپرواہی برتتے ہیں۔

[12] آپ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں خوشی اور اطمینان محسوس کرتے ہیں

[13] الیکٹرانک اور مشینی آلات کی میکانیت کو جاننا اور سمجھنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے

[14] آپ ٹیبل ورک میں بوریت اور بے چینی محسوس کرتے ہیں۔ یا۔ آپ زیادہ دیر خاموش ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے۔

ہالینڈ میں پیدا ہونے والا وہ شخص نہ تو جادوگر تھا، نہ شعبدہ باز اور نہ ہی اس کا تعلق پولیس یا کسی جاسوسی ادارے سے تھا۔ پیٹر ایک سادہ اور خاموش طبیعت کا نوجوان تھا، ناگاہ ایک انوکھا حادثہ پیش آیا۔ یہ حادثہ اس کے اندر ایک ایسی نادیدہ قوت بیدار کر گیا جو ناقابل یقین بھی تھی اور طلسمات سے معمور بھی۔ وہ جس شے کو چھوتا اس شے کے مالک کے بارے میں تمام باتیں جان لیتا۔ اس نے تقریباً 17 ملکوں میں جا کر قتل، اِغوا اور چوری کے درجنوں کیسز کی گتھیاں سلجھائیں۔ امریکہ میں دماغی ماہرین کی ایک ٹیم نے اس کا معائنہ کیا۔ سائنسدان اس کی عجیب و غریب خصوصیات کو دیکھ کر حیران تھے، اور وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کسی چیز کے بارے میں کس طرح جان لیتا ہے، وہ تو بس یہ کہتا تھا کہ ہر انسان کے جسم کے اندر مقناطیسی توانائی کی طرح روشنیوں کا ایک نادیدہ وجود ہوتا ہے، انسان جب کسی شے کو چھوتا ہے تو اس مقناطیسی توانائی کی وائبریشن اسے اس انسان کے متعلق بتا دیتی ہیں۔ پیٹر ہرکوس کی زندگی پر تین آپ بیتیاں، درجنوں کتابیں اور کئی فلمیں بن چکی ہے، اس کی ایک آپ بیتی کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔





نادیدہ

ترجمہ: فرحان اقبال

شہر کا ذکر ہے نیم غنودگی کی حالت میں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے نرس میرا تکیہ درست کر رہی ہو یا میرا درجہ حرارت لے رہی ہو۔ پھر میں جاگ اٹھا اور خود کو اسپتال کے ایک نیم تاریک کمرے میں بستر پر لیٹے ہوئے پایا۔ میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔

"مجھے کیا ہوا....؟" میں نے نرس سے دریافت کیا۔

"آپ تیس فٹ کی بلندی سے گر گئے تھے۔ یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ جان بچ گئی۔"

تب مجھے یاد آیا کہ میں ایک چار منزلہ مکان میں سفیدی کرتے ہوئے نیچے گر گیا تھا۔ اب میں اپنے قصبے ڈارڈرچ کے قریبی شہر دی ہیگ میں واقع زِڈوال اسپتال میں زیر علاج تھا۔ سر میں شدید چوٹ آئی اور بائیں کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

میرے ساتھ والے بستر پر ایک اور مریض لیٹا ہوا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی میں نے محسوس کیا جیسے میں اس کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں حالانکہ میں نے پہلے اسے کبھی دیکھا تک نہ تھا۔

"تم کوئی اچھے آدمی نہیں ہو۔" میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"وہ کیوں....؟" وہ ناگواری سے بولا۔

"وہ اس لیے کہ تم نے اپنے مرحوم باپ کی نہایت قیمتی گھڑی فروخت کر دی ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا....؟" اب اس کے سوال

میں پختگی کے بجائے حیرت کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔

اس نے سر کی جنبش سے میری بات کا جواب ہاں میں دیا، مگر اس کے چہرے پر خوف طاری تھا جیسے اس نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ جب اس کے ذرا حواس درست ہوئے، تو اس نے مجھے تفصیل سے اپنے متعلق بتایا۔

سونے کی گھڑی اس کے مرحوم والد کو بہت عزیز تھی جسے فروخت کر کے وہ خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا اور یہ اس کا احساس جرم ہی تھا جس کا علم مجھے اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ہو گیا تھا۔

اپنے بستر پر لیٹے لیٹے میں نے ایک اور مریض کو ہال میں سے گزرتے دیکھا کرتا تھا۔ ہسپتال میں قیام کے چوتھے یا پانچویں روز وہ مجھے الوداع کہنے آیا، مگر جونہی اس نے خدا حافظ کہتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا، مجھے نجانے کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ ایک برطانوی جاسوس ہے اور چند روز بعد کاور اسٹریٹ میں جرمنوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ یہ محسوس کرتے ہی غیر ارادی طور پر میں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا، مگر وہ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر، تیز تیز قدم چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"اس آدمی کو روک لو۔ وہ برطانوی جاسوس ہے۔ جرمنوں کو اس کا علم ہے اور وہ اسے قتل کر دیں گے۔" میں نے چلاتے ہوئے نرس سے کہا، مگر میری چیخ پکار پر ایک ڈاکٹر بھاگا ہوا آیا اور اس نے مجھے آرام سے لیٹے رہنے کی تاکید کی۔

دو روز بعد ہی برطانوی جاسوس کو گستاپو کے کارندوں نے کاور اسٹریٹ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہسپتال کے عملے کے ذریعے میری پیشن گوئی کا علم ہالینڈ کی زیرزمین تنظیم کو بھی ہو گیا۔ اس جاسوس کی موت کے چند روز بعد ایک سہ پہر میرا انچارج ڈاکٹر اور نرس ایک اجنبی کے ہمراہ کمرے میں آئے۔

"برطانوی جاسوس کے متعلق تمہاری پیشن گوئی درست تھی، لیکن اس کا پتہ کیسے چلا....؟" اجنبی بولا۔ وہ لب و لہجے سے ہالینڈ کا شہری معلوم نہیں ہوتا تھا۔

"میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔"

"کیا اس کا ہاتھ چھونے سے تمہیں پتہ چل گیا تھا....؟"

"ہاں۔"

"ہمیں بیوقوف مت بناؤ اور سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو۔"

"یقین مانو میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے تو اسے روکنے کی کوشش بھی کی تھی۔"

"ہاں، بعض اوقات ایک غدار کے دل میں بھی اپنے کسی ساتھی کے لیے ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے۔" وہ اجنبی نفرت بھرے انداز سے بولا۔

"میں غدار نہیں ہوں..... تین سال سے خفیہ تنظیم کے ساتھ کام کر رہا ہوں اور اپنے وطن ہالینڈ کا ہمیشہ وفادار رہا ہوں۔" میں نے احتجاج کیا۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ گیلری میں ایک اور آدمی فرش پالش کرنے والی مشین لیے کھڑا تھا۔ اپنے ساتھی کا اشارہ پاتے ہی اس نے مشین چلادی۔ میں سمجھ گیا کہ مشین کے شور میں میرے کمرے سے نکلنے والی چیخوں کو دبانا مقصود ہے۔ پھر نرس اور ڈاکٹر نے میرے بازوؤں کو مضبوطی سے جکڑ لیا اور اجنبی نے ساتھ والے بستر سے تکیہ اٹھا کر میرے منہ پر رکھا اور زور سے دبانا شروع کر دیا۔ اب میرے لیے سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ موت کو اس قدر قریب محسوس کرتے ہوئے میں نے کوشش کر کے اپنا ایک بازو آزاد کرایا اور اس سے تکیہ دبانے والے کے ہاتھ کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ہسپانوی زبان میں کہا: کسی کو مارنا کتنے دکھ کی بات ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو.....؟" اس نے یک لخت تکیہ میرے چہرے سے ہٹاتے ہوئے پوچھا۔ ڈاکٹر اور نرس بھی حیران تھے کہ میرے قاتل نے اپنا ہاتھ کیوں روک لیا تھا۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

"اس نے جو کچھ کہا ہے، وہی میں سوچ رہا تھا۔ کبھی کبھی کسی کی جان لیتے ہوئے مجھے اس فعل سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ لیکن اسے میرے خیالات کا آخر علم کیسے ہو گیا.....؟"

اس نے ڈاکٹر اور نرس کے سامنے وضاحت کر دی، مگر اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ ادھر میں خود بھی حیران تھا، کیونکہ میں ہسپانوی زبان سے بالکل نابلد تھا۔ بالآخر اجنبی بولا:

"دوست! ہمیں معاف کر دو۔ ہم نے بلاوجہ تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی۔"

موت کے منہ سے میرے بچ نکلنے کی وحشت ناک کہانی آناً فاناً سارے ہسپتال میں پھیل گئی۔ ماہر نفسیات ڈاکٹر پیٹرس کئی روز تک مجھ سے پوچھ گچھ اور میرا معائنہ کرتا رہا۔ اس کی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ سر میں سخت چوٹ لگنے سے میری چھٹی حس بیدار ہو گئی ہے۔

سائنسدانوں اور ماہرین نفسیات نے ماضی اور مستقبل کے متعلق جاننے کی اس صلاحیت کو مختلف نام دے رکھے ہیں، مثلاً ٹیلی پیتھی، غیب دانی وغیرہ نام کوئی بھی رکھا جائے بہرحال اس صلاحیت کی موجودگی کا سب اعتراف کرتے ہیں۔

جب آپ کسی اجنبی سے مصافحہ کریں یا اس سے آنکھیں چار کریں تو اپنے ہاتھ پر اس کے ہاتھ کے دباؤ، اس کے دیکھنے کے انداز، چہرے کے تاثرات اور لب و لہجے سے آپ اس کی شخصیت کے متعلق کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں۔ میں کسی اجنبی سے مصافحہ کرتا ہوں، تو اسی لمحے مجھے اس کی شخصیت، کردار، نجی زندگی اور ماضی اور مستقبل کے حالات کا علم ہو جاتا ہے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اس کی زندگی کے مختلف مناظر میری نظروں کے سامنے فلمی ریل کی طرح پھرنے لگتے ہیں۔ سائنسی اصطلاح میں اس کو سائیکو میٹری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ میرے اندر یہ صلاحیت دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے۔

جنگ کے بعد ایک روز میری گرل فرینڈ مجھے اپنے ہمراہ شعبدے باز کا تماشا دکھانے لے گئی۔ وہ اسٹیج پر اپنی معاون خاتون کے ساتھ کھڑا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں میاں بیوی تھے۔ بیوی تماشائیوں سے تحریری پیغامات وصول کر کے اس کے پاس لے جاتی جنہیں پڑھے بغیر وہ پاس رکھی دہکتے کوئلوں کی انگیٹھی میں پھینک دیتا اور جلتے کاغذ کے دھوئیں اور راکھ سے عبارت کا مفہوم اخذ کر کے بتا دیتا۔ میرے لیے اس کا یہ کمال بہت دلچسپی اور حیرانی کا باعث تھا۔ میں پورے انہماک سے تماشا دیکھنے میں محو تھا کہ میری گرل فرینڈ نے سرگوشی کی: "کاغذ جلتا نہیں، بلکہ ایک پائپ میں سے گزر کر نیچے چلا جاتا ہے۔"

کچھ دیر بعد شعبدے باز نے اپنی معاون سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ لے کر آگ میں ڈالا اور کہا:

"یہ پیغام پیٹر ہرکوس نامی شخص کا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس کا غیب دانی کا علم مجھ سے بھی زیادہ ہے۔"

تماشائیوں نے قہقہے لگانے شروع کر دیے۔

"میں نے تو ایسا پیغام نہیں بھیجا۔" میں نے سوالیہ نظروں سے اپنی گرل فرینڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بھیجا تو تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

میں اسے سرزنش کرنے ہی والا تھا کہ شعبدے باز کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر ہرکوس! براہ مہربانی آپ کھڑے ہو جائیں۔"

مجھ پر سکتہ طاری تھا میری گرل فرینڈ نے کہنی مار کر مجھے کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ شعبدے باز نے مجھے کھڑا دیکھ کر اسٹیج پر آنے کی دعوت دے ڈالی۔ اب میرے لیے اسٹیج پر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ میں بادل نخواستہ ان دونوں میاں بیوی کے برابر جا کھڑا ہوا۔ "تمہارا طریقہ کار کیا ہے....؟" شعبدے باز نے پوچھا۔

"میں کسی چیز کو ہاتھ سے چھو کر اس کے متعلق سب کچھ بتا سکتا ہوں۔"

"میری گھڑی ٹھیک رہے گی....؟" یہ کہہ کر اس نے اپنی گھڑی میری طرف بڑھا دی۔

گھڑی کو ہاتھ میں لیتے ہی کئی مناظر میری نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے لیکن میں کچھ جھجکتے ہوئے بولا "تمہاری گھڑی بہت کچھ بتا رہی ہے۔ اس کے اندر ایک حسینہ کے بالوں کی لٹ محفوظ ہے۔ یقیناً یہ تمہاری بیوی کے بال نہیں۔ اس لڑکی کا نام گریٹا ہے۔ تم اس کو ہر شہر اور قصبے میں اپنے ساتھ لیے پھرتے ہو اور وہ اس وقت بھی تماشائیوں کے درمیان موجود ہے۔"

اس کا رنگ اڑا جا رہا تھا اور اس کی بیوی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بلآخر وہ ملتجیانہ انداز سے بولا "مسٹر ہرکوس! برائے مہربانی آپ اپنی نشست پر تشریف رکھیں تاکہ ہم اپنا شو جاری رکھ سکیں۔"

مگر میں گھڑی ہاتھ میں لیے گریٹا کو تماشائیوں میں ڈھونڈنے لگا۔ شعبدہ باز بار بار مجھ سے اپنی نشست پر بیٹھنے کی التجا کر رہا تھا اور میں اس کی پروا کیے بغیر گریٹا کو تلاش کر رہا تھا۔ آخر کار جب میں نے اس کو ڈھونڈ ہی لیا، تو وہ اٹھ کر ہال سے باہر نکل بھاگی اور تماشائیوں نے شور مچاتے ہوئے مجھے آن گھیرا۔

❖❖❖

میں اپنے گھر ہی میں لوگوں سے فیس لے کر ان کے ماضی اور مستقبل کے حالات بتاتا رہا۔ پھر مشہور مزاحیہ اداکار برناڈ بارنز کے طائفے میں شامل ہو گیا۔ اپنے پہلے ہی شو میں تماشائیوں سے میں نے کہا کہ ان میں سے کوئی مجھے اپنی کوئی چیز مثلاً گھڑی یا انگوٹھی وغیرہ دے دے تاکہ میں اس کے مالک کی شخصیت کے بارے میں کچھ بتا سکوں۔ میری اس بات کے جواب میں پہلی قطار میں سے ایک خاتون نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر میری طرف بڑھا دی جسے ہاتھ میں لے کر میں نے بولنا شروع کیا۔

"تم شادی شدہ عورت ہو، تمہارے دو بچے ہیں۔ اس وقت تمہارا خاوند گھر میں ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے اور تم اپنی بیمار والدہ کی عیادت کا بہانہ کر کے اپنے بوائے فرینڈ کے ہمراہ تماشا دیکھنے آئی ہو۔"

اس خاتون نے خفت اور شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ اس دن سے میں محتاط ہو گیا اور اس بات کا خاص خیال رکھتا کہ میری وجہ سے کسی کو دوسروں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

❖❖❖

اب میری شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی حتیٰ کہ 1947ء میں لمبرگ کے پولیس حکام نے ایک کیس کی تفتیش میں مجھ سے مدد مانگی۔

ٹوسنگ نامی ایک کان کن ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر جا رہا تھا کہ کسی نے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا۔ پولیس حکام نے مقتول کا کوٹ دے کر مجھ سے قاتل کے متعلق دریافت کیا، تو میں نے انہیں بتایا کہ قاتل ایک ادھیڑ عمر کا مونچھوں والا شخص ہے جس کی ایک ٹانگ لکڑی کی ہے اور وہ عینک لگاتا ہے۔

میری باتیں سن کر پولیس افسر بولا "تم نے یقیناً ہمارے کسی اہل کار سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ جس شخص کی نشانیاں تم نے بیان کی ہیں اسے تو ہم گرفتار بھی

کر چکے ہیں"۔

"قتل کا مقصد یہ تھا کہ قاتل مقتول کی بیوی حاصل کرنے کے لیے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔" میں نے کچھ اور تفصیل مہیا کی۔

"یہ بات تو لمبرگ کا بچہ بچہ جانتا ہے...."

"تو پھر آلۂ قتل کہاں ہے....؟" میرے اس سوال کا پولیس کے پاس کوئی جواب نہ تھا، مگر میں نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا:

"مقتول کے مکان کی چھت پر سے آلۂ قتل مل جائے گا۔"

پولیس نے جا کر چھت کا جائزہ لیا تو پرنالے میں سے بندوق برآمد ہوئی جس میں کارتوس کے دو خول تھے اور بندوق پر قاتل کی انگلیوں کے نشان بھی مل گئے۔ اس شخص کو عمر قید کی سزا ہوئی۔

اسی سال بیلجیم کے قصبے برگرہاٹ کی پولیس نے بھی مجھ سے ایک قتل کی تفتیش کے سلسلے میں مدد مانگی۔

ایک روز مقامی کیتھولک پادری کے گھر سے راہ گیروں نے اس کی بوڑھی ملازمہ کی چیخیں سنیں۔ انہوں نے اندر جا کر دیکھا، تو پادری کی لاش ایک طرف پڑی تھی اور اس کی خادمہ کرسی کے ساتھ بندھی تھی۔ اس کا بیان تھا کہ ڈاکو پادری کو قتل کر کے اسے باندھ کر چلے گئے۔ قتل کا الزام بڑھیا نے ان دو اجنبیوں پر لگایا جو چند گھنٹے قبل کاروبار کے لیے پادری سے رقم ادھار مانگنے آئے تھے۔ اس چھوٹے سے قصبے میں پولیس نے انہیں فوراً ڈھونڈ نکالا اور گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

پادری کو اپنے ایک دولت مند رشتہ دار سے ترکے میں خاصی دولت ملی تھی اور اس کی وصیت کے مطابق اس دولت کا بیشتر حصہ بوڑھی خادمہ کو ملنا تھا، لیکن خادمہ سے بعض اختلافات کی بنا پر پادری نے اپنی وصیت تبدیل کرنے کا ارادہ بھی کئی لوگوں پر ظاہر کر دیا تھا۔ ان حقائق نے کیس کو الجھا دیا۔ اس مرحلے پر پولیس نے میری مدد طلب کی۔ مقتول پادری کے گھر میں داخل ہوتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ دونوں اجنبی بے گناہ ہیں اور بڑھیا اس قتل میں ضرور ملوث ہے۔ مقتول اور بڑھیا کی اشیاء کو چھونے سے حقیقت مجھ پر عیاں ہو گئی۔

گزشتہ کئی برس سے پادری اپنی خادمہ کے نوجوان بیٹے کی مالی اعانت کرتا رہا تھا۔ اب اس نے یہ سلسلہ بند کر دیا تھا۔ قتل کے روز بڑھیا کے بیٹے نے آکر اصرار کیا کہ جو دولت پادری کی وفات کے بعد اس کی ماں کو ملنے والی تھی، اس کا کچھ حصہ وہ اپنی زندگی ہی میں دے دے۔ پادری نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو ہاتھا پائی ہوئی۔ بوڑھے پادری کا سر آہنی انگیٹھی سے ٹکرایا اور وہ چل بسا۔ اب ماں بیٹے نے الزام سے بچنے کے لیے دو اجنبیوں کے قتل میں ملوث ہونے کی کہانی گھڑی۔ ایک مفلر مقتول کی گردن کے گرد کس کر لپیٹا اور پھر اتار کر پھینک دیا تاکہ یہ گمان ہو کہ موت گلا گھونٹنے سے واقع ہوئی ہے۔

اتنا کچھ کرنے کے بعد بیٹے نے ماں کو کرسی سے باندھا اور خود وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی ماں نے شور مچا کر راہ گیروں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

پولیس میری فراہم کردہ معلومات سے بہت متاثر ہوئی۔ مکان میں تلاش کرنے پر خون آلود مفلر بھی مل گیا۔ اب بڑھیا کے لیے اعتراف جرم کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا تھا، مگر اس دوران میں اس کا بیٹا جنوبی امریکہ جا چکا تھا۔ بڑھیا کے دل و دماغ پر پادری کی موت کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے اعصاب جواب دے گئے اور اسے دماغی امراض کے اسپتال میں داخل کرانا پڑا۔ اس کے فوراً بعد میرا واسطہ ایک ایسے کیس سے پڑا جس میں شبہ تھا کہ مرنے والا طبعی موت مرا بھی ہے یا نہیں۔



پیٹر ہر کوس Peter Hurkos 21 مئی 1911ء کو ہالینڈ کے شہر ہیگ کے قریب قصبہ ڈارڈرچ میں پیدا ہوا، اسے ایک ڈچ خاندان نے گود لیا اس کا پورا نام پیٹر فان ڈیز ہر ک رکھا۔ پیٹر کا باپ ایک مستری تھا جو گھروں کو پینٹ کرتا تھا اور ماں ایک گھریلو خاتون، وہ ریڈیو انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا مگر معاشی پریشانیوں کے سبب اس نے تعلیم کو خیر آباد کیا اور ایک بحری جہاز میں باورچی کا کام کرنے لگا اور پھر شنگھائی کی بندرگاہ میں سامان کا حساب کتاب کرنے لگا۔ جب شنگھائی کے تجارتی معاہدے ختم ہوگئے تو وہ واپس انگلینڈ آگیا اور شادی کے بعد ہالینڈ میں اپنے باپ کے ساتھ مستری کا کام کرنے لگا۔ جون 1941ء میں وہ اپنے باپ کے ساتھ ہیگ شہر کی چار منزلہ فیکٹری پر رنگ وروغن کرنے گیا، لیکن پینٹ کرتے ہوئے وہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور اس کا پیر پھسل گیا اور وہ دھڑام سے نیچے آن گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ اس کی کھوپڑی میں فریکچر ہوگیا تھا۔ ہیگ کے زیڈوال ہسپتال میں چار دن بے شعوری کی حالت کے بعد تو اس کی دنیا بدل چکی تھی۔ اب اس کے اندر ایک نئی صلاحیت بیدار ہو چکی تھی، ہر کوس چیزوں کو چھوتا ان سے متعلقہ واقعات اور شخصیات کے بارے میں جان لیتا تھا۔ اس نے اس صلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے لندن۔ انگلینڈ۔ بوسٹن۔ میسا چوسٹس، تھائی لینڈ، این آربر۔ مشی گن، لاس اینجلس، کیلی فورنیا سمیت تقریباً 17 ملکوں میں جاکر چوری، قتل، اغواء، لاپتہ طیاروں اور افراد کے درجنوں کیسز کی گتھیاں سلجھا کر پولیس کو حیرت زدہ کر دیا اور ایک پراسرار جاسوس کے طور پر دنیا بھر میں قبولیت حاصل کی۔ جنگ عظیم کے دوران نازی مزاحمتی تحریک کے لیے اپنی صلاحیتوں کے استعمال پر ہالینڈ کی ملکہ جولیانہ نے پیٹر کو "وار ہیرو" کے لقب سے نوازا۔



این آربر پولیس ڈیپارٹمنٹ مشی گن میں چیف پولیس کے والٹر ای کرسنی اور ایڈ سلور، پیٹر ہر کوس کے ہمراہ

1956 میں پیٹر کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں لایا گیا، جہاں معروف ماہر نفسیات ڈاکٹر اینڈریجہ پُہارچ Andrija Puharich سمیت کئی دماغی ماہرین کی ایک ٹیم نے اس کا معائنہ کیا۔ سائنسدان اس کی عجیب وغریب خصوصیات کو دیکھ

اپریل 1948ء میں کارنیلس نام کا ایک شخص بیلجیم کے شہر گینٹ سے لاپتہ ہوگیا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں وہ بیلجیم کی زیر زمین تنظیم کا سرگرم اور نڈر کارکن رہا تھا۔ اس کے اہل خانہ اور دوستوں نے پولیس کو اس کی گمشدگی سے مطلع کیا، لیکن پولیس اس کا پتہ چلانے میں ناکام رہی۔

کارنیلس کی گمشدگی کے دو ہفتے بعد دریائے لائی میں چلنے والی ایک لانچ کے کپتان نے جب لنگر اٹھایا، تو اس کے ساتھ ایک لاش بھی الجھی ہوئی تھی جسے کپتان نے پولیس کے سپرد کردیا تھا۔ لباس اور جیبوں سے ملنے والے کاغذات کے مطابق یہ کارنیلس کی لاش تھی۔ اس کی کھوپڑی کچلی ہوئی تھی، لیکن پولیس سرجن یہ بتانے سے قاصر تھا کہ کھوپڑی کی یہ حالت موت سے پہلے ہوئی یا بعد میں۔ لاش کا بائیں پاؤں کا جوتا بھی غائب تھا۔ پولیس کا خیال تھا کہ کارنیلس کی موت کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ ہے مگر مرنے والے کے خاندان والے اس سے متفق نہ تھے۔



پیٹر ہرکوس مشہور باکسر محمد علی کلے کے ہمراہ

کر حیران تھے، ڈیڑھ سال کے ٹیسٹ کے بعد ڈاکٹر اینڈریجہ پُہارچ پیٹر کی نفسیاتی صلاحیتوں کا قائل ہو گیا۔

امریکہ میں پیٹر ہرکوس نے آئزن ہاور سے ریگن تک اپنے عہد کے تقریباً تمام امریکی صدور سے ملاقاتیں اور مشاورات کیں، ویٹی کن کے پوپ پیوس XII، امریکی آرمی جنرل اور چیف اسٹاف عمر بریڈلی، مشہور باکسر محمد علی، کلینٹ ایسٹ وڈ، ڈینس ہوپر اسٹیو میک کوئن اور عمر شریف جیسے اداکار بھی اس کی صلاحیتوں کے قائل تھے۔ پیٹر ہرکوس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ، انٹرنیشنل پولیس ایسوسی ایشن، انٹرپول، انٹرٹیل، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے لیے بھی کام کیا۔

پیٹر ہرکوس کے انٹرویو یورپ و امریکہ کے مشہور ٹیلی ویژن چینلز، ریڈیو اور ٹائم، نیوز ویک، لائف اور ریڈرز ڈائجسٹ سمیت کئی اخبارات جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں، پیٹر ہرکوس کی زندگی پر تین آپ بیتیاں (سائکک PSYCHIC دی اسٹوری آف پیٹر ہرکوس، دی سائیکک ورلڈ آف پیٹر ہرکوس THE PSYCHIC WORLD OF PETER HURKOS،



پیٹر ہرکوس آئی ہیو مینی لائوز PETER HURKOS: I HAVE MANY LIVES)، درجنوں کتابیں اور کئی فلمیں بن چکی ہے جن میں امریکن براڈکاسٹ کمپنی کی مشہور سیریز One Step Beyond شامل ہے۔

پیٹر ہرکوس 1 جون 1988ء کو کیلیفورنیا کے شہر لاس اینجلیس میں 77 سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی اسٹیفنی ہرکوس جو اس کی اسسٹنٹ کے فرائض انجام دیتی تھی، اس کا شوق "اوراء" کی تصاویریں لینا اور اس کے متعلق تحقیق کرنا ہے۔ ان کی بیٹی گلوریا ایک اداکارہ ہے۔

فارغ وقت میں پیٹر ہرکوس کا شوق باغبانی اور پینٹنگ بھی تھا۔ ان کی بنائی ہوئی چند مشہور پینٹنگز میں سے چند ایک آج بھی نیویارک کے ماڈرن آرٹ میوزیم، سابق صدر رونالڈ ریگن کی رہائش گاہ اور کارلسل، پینسلوانیہ میں جنرل عمر این بریڈلی میوزیم کی زینت بنی ہوئی ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ کارنیلس نے نازیوں اور ان کے مقامی حلیفوں کی دشمنی مول لے لی تھی اور انہی میں سے کسی نے اسے قتل کر کے لاش دریا میں پھینک دی۔

اتفاق سے انہی دنوں میں گینٹ میں اپنی غیب دانی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ حاضرین کو جس کسی کے متعلق کچھ معلوم کرنا ہوتا، وہ لفافے میں اس کا بند فوٹو مجھے پکڑا دیتے۔ میں یہ لفافہ کھولے بغیر مطلوبہ معلومات فراہم کر دیتا۔ اسی طرح جب ایک لفافہ مجھ تک پہنچا، تو میں نے لانے والے شخص کو روک لیا اور اسے بتایا کہ اس لفافے میں موجود تصویر ایک ایسے شخص کی ہے جو ڈوب کر نہیں مرا بلکہ اسے قتل کیا گیا ہے۔

شو ختم ہونے کے بعد میں چند افراد کے ہمراہ پولیس اسٹیشن گیا۔ وہاں سے مقتول کا دائیں پاؤں کا جوتا لے کر میں نے اپنے ہاتھ سے ٹٹولا، تو معلوم ہوا کہ کارنیلس کے قاتلوں کا تعلق ہالینڈ کے شہر بریڈا سے ہے۔ ہم نے وہاں جا کر پولیس کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ وہ ہمارے

ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ تھے، لیکن میں خود بھی نہیں جانتا تھا کہ مجھے بریڈا کی پولیس سے کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہے۔ بہر حال کچھ سوچ کر میں نے پولیس سے نازیوں کے ایجنٹوں کی تصویریں طلب کر لیں۔ پولیس نے تصویریں مہیا کر دیں تو میں نے ان میں سے کارنیلس کے قتل میں ملوث دو افراد کی نشان دہی کر دی۔ اب یہ دونوں مجرم بیلجیم کے شہر اینٹورپ جا چکے تھے جہاں سے انہیں گرفتار کر کے گینٹ لے جایا گیا۔ مقدمے کی کارروائی سے معلوم ہوا کہ دونوں قاتل نازیوں کے ایجنٹ تھے اور جنگ کے بعد کارنیلس کی نشاندہی پر انہیں جیل بھجوا دیا گیا تھا۔ جیل سے رہا ہوتے ہی انہوں نے کارنیلس کو ٹھکانے لگا دیا۔ عدالت نے ان دونوں کو سزائے موت دی۔

❖❖❖

میں نے پہلی مرتبہ ایک بڑے مجمع کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ فرانس میں کیا۔ اس کا انتظام ریٹائرڈ فوجیوں کی تنظیم نے فنڈ اکٹھا کرنے کے لیے کیا تھا۔ فرانسیسی اخبارات میرے کمال فن سے بہت متاثر ہوئے اور انہیں مطمئن کرنے کے لیے مجھے ایک پریس کانفرنس بھی بلانا پڑی۔

میری ان سرگرمیوں نے فرانسیسی پولیس کو بھی متوجہ کر لیا۔ ایک روز پیرس کے ایک پولیس افسر نے فون پر مجھے بتایا کہ میں نے پرمٹ کے بغیر تفریحی پروگرام میں حصہ لے کر قانون کی خلاف ورزی کی ہے، لیکن فون پر گفتگو کے دوران ہی مجھے پتہ چل گیا کہ دراصل پولیس کا مقصد کچھ اور ہے۔ وہ بذات خود میرے کمالات کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اس مقصد کے لیے اسی روز شام چار بجے کا وقت مقرر ہوا۔ میں جب وہاں پہنچا، تو ہال نصف سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ کارروائی کا آغاز ہونے تک مزید ساٹھ ستر افراد آکر خاموشی سے نشستوں پر براجمان ہو گئے۔ حاضرین میں جج اور پولیس کے ڈائریکٹر بھی شامل تھے۔

فون پر مجھ سے بات کرنے والا پولیس افسر اپنی نشست سے اٹھا اور بولا "مسٹر ہرکوس! ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے۔ ہم اس کے متعلق آپ کو کچھ نہیں بتائیں گے اور آپ بھی کوئی سوال نہیں کریں گے۔ ہم آپ کی غیب دانی کی صلاحیت کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک چھوٹی سی میز پر رکھی ہوئی پانچ چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے میز کی طرف نظر دوڑائی تو وہاں کنگھا، قینچی، گھڑی، سگریٹ لائٹر اور بٹوا پڑے ہوئے تھے۔ میں نے باری باری ان پانچوں کو ہاتھوں سے چھوا اور کہا "ان میں سے صرف تین چیزوں کا تعلق آپ کو درپیش مسئلے سے ہے۔ مجھے سفید کوٹ میں ملبوس ایک گنجے سر والا آدمی نظر آرہا ہے۔ وہ ڈاکٹر یا انجینئر ہے۔ مجھے ریل کی پٹری اور پہاڑی بھی نظر آرہی ہے۔ پہاڑی سے نیچے جا کر چند درخت اور ایک چھوٹا سا مکان ہے۔"

پھر میں نے پنسل سے کاغذ پر ریل کی پٹری، پہاڑی اور مکان کا نقشہ بنا کر حاضرین کے سامنے رکھ دیا، لیکن کسی نے کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا۔

میں مویشیوں کا باڑہ دیکھ رہا ہوں۔ مکان اور باڑے کے وسط میں ایک لاش پڑی ہے۔ یہ ایک عورت کی لاش ہے اسے گولی مار کر ہلاک نہیں کیا گیا۔ لاش کے پاس دودھ کی بوتل پڑی ہے۔ گنجے سر والا آدمی حوالات میں بند ہے۔ قاتل وہی ہے۔"

کمرے میں مکمل سکوت طاری تھا۔ حاضرین خاموشی سے میری باتیں سن رہے تھے۔ بالآخر میں بولا "حوالات میں بند آدمی فوت ہو چکا ہے۔ بس مجھے اتنا معلوم ہو سکا ہے۔"

لمحے بھر کے لیے سب خاموش رہے اور پھر جیسے یکدم وہ خواب سے بیدار ہو کر پورے جوش و خروش سے باتیں کرنے لگے جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ میں آزمائش

میں پورا اترا ہوں۔ ہنگامہ ذرا سا تھما تو وہی پولیس افسر اٹھا اور بولا "بیشتر تفصیلات درست ہیں۔ مقتولہ کو اس کے خاوند نے دودھ کی بوتل میں زہر ملا کر دیا تھا، مگر یہ کہنا غلط ہے کہ ملزم مر چکا ہے۔ وہ اس وقت بحفاظت حوالات کی کوٹھڑی میں بند ہے۔" پانچ روز بعد اسی پولیس افسر نے مجھے فون پر بتایا کہ مجرم نے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کرلی تھی۔

اس واقعے کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک شب تقریباً ایک بجے پولیس نے فون کرکے مجھے قصر انصاف بلایا۔ میں فوراً ٹیکسی لے کر پہنچا تو وہاں انہوں نے پچاس چوروں کی تصویریں دے کر مجھ سے ان مجرموں کی شناخت کرنے کو کہا جنہوں نے کچھ ہی روز پہلے ایک لبنانی کے چھبیس لاکھ فرانک مالیت کے ہیرے ہتھیا لیے تھے۔ اس سلسلے میں پولیس نے تین مشتبہ افراد کو حراست میں لے لیا تھا، لیکن ہیروں کا سراغ نہ ملا تھا۔

میں نے تمام تصویریں اُلٹے رخ میز پر پھیلا دیں اور ہر ایک کو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے چھونے لگا۔ پھر ان میں سے تین تصویریں علیحدہ کرکے میں بولا "تم لوگوں نے ان تین افراد کو گرفتار کیا ہے، لیکن اس چوری میں پانچ افراد ملوث ہیں.... چار مرد اور ایک عورت۔"

اس کے بعد میں نے دو اور تصویریں نکالیں اور کہا "اصل مجرم یہ دو ہیں۔ ان میں سے ایک اس وقت پیرس میں موجود ہے، لیکن ہیرے اس کے پاس نہیں۔ دوسرا مجرم بذریعہ ریل مارسیلز جا چکا ہے۔ وہ ہیرے اپنے ہمراہ لے گیا ہے اور اب بھاگنے کی فکر میں ہے۔ میں اسے مارسیلز میں ایک جنوبی امریکی ملک کے سفارت خانے میں ویزا لینے جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔"

ہیروں کا مالک ایک لبنانی تھا جو دس سال سے پیرس میں رہائش پذیر تھا۔ تین برس سے پیرس کی ایک حسینہ بھی اس کے ساتھ رہتی تھی۔ اب لبنانی نے اپنے وطن واپس جانے کا فیصلہ کرلیا تھا اور اپنی گرل فرینڈ سے کہا تھا کہ ہیرے فروخت کرکے وہ دس لاکھ فرانک گزر اوقات کے لیے اسے دے گا۔

واردات کے روز لبنانی بریف کیس میں ہیرے لے کر گھر سے چلا۔ راستے میں پولیس کے دو سپاہیوں نے اسے روکا اور قصر انصاف لے گئے۔ وہاں انہوں نے اس کو ایک ذیلی کمرے میں بٹھایا اور بریف کیس اپنے افسر اعلیٰ کو دکھانے کے بہانے لے گئے، مگر جب دیر تک وہ نہ لوٹے تو لبنانی کو فکر ہوئی اور وہ انہیں ڈھونڈنے نکلا۔ سارا قصر انصاف چھان مارا مگر کہیں ہاتھ نہ آئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دونوں پیرس پر جرمنی کے قبضے کے وقت پولیس افسر تھے، لیکن بعد میں انہیں سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ پولیس نے فوراً لبنانی کی گرل فرینڈ کو تفتیش میں شامل کرلیا اور اس واردات میں ملوث ہونے کے الزام میں تین اور اشخاص گرفتار کیے جن میں سے ایک بے گناہ تھا۔

میرے انکشافات کے اگلے روز ایک پولیس افسر نے مارسیلز جا کر ہیرے لے جانے والے مجرم کو تلاش کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دو روز قبل ہی اس نے جنوبی امریکہ کے ایک ملک کا ویزا لیا، رات ایک قحبہ خانے میں گزاری اور ایک ماہی گیر کشتی کے ذریعے مارسیلز سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

❖❖❖

1952ء کا موسم خزاں شروع ہو چکا تھا۔ میں ان دنوں میڈرڈ کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ میرے وطن (ہالینڈ) میں مویشی اور مکانات پانی میں گھر گئے ہیں۔ دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ ہالینڈ کی سرزمین کو ایک خوفناک سیلاب نے آلیا۔ اسپین میں ہالینڈ کے سفارت خانے نے سیلاب زدگان کے

لیے چندہ جمع کرنے کی مہم چلائی اور اس سلسلے میں مجھ سے بھی ایک شو منعقد کرنے کی درخواست کی۔ یہ شو کامیاب بنانے کے لیے اسپین کی حکومت نے ہر ممکن تعاون کیا۔ صدر فرانکو کی بیوی خود شو دیکھنے تشریف لائیں اور حکومت نے تماشائیوں کے لیے مشروبات مفت فراہم کیے۔

اس شو کے اگلے ہی روز صدر کے سیکرٹری نے مجھے فون کیا اور جنرل فرانکو کے ذاتی معالج ڈاکٹر کارلوس کی رہائش گاہ پر چیدہ چیدہ لوگوں کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کو کہا۔ پانچ بجے شام کا وقت مقرر ہوا۔ ہم وہاں پہنچے، تو بڑے ہال میں اعلیٰ حکام اور معززین شہر جمع تھے۔ سب سے آخر میں جنرل اور سینورا فرانکو تشریف لائے اور اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اپنے طور پر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس تقریب کا اہتمام خاتون اوّل سینورا فرانکو نے کیا ہے جو اپنے شوہر کو بھی زبردستی کھینچ لائی تھیں۔

اس مظاہرے کا آغاز کرتے ہوئے میں نے سینورا فرانکو سے کاغذ پر کچھ لکھنے کی درخواست کی جسے دیکھے بغیر ہی میں نے بتادیا کہ اسپین کی خاتون اوّل نے کوئی عدد لکھا ہے۔ تھوڑے وقت کے بعد میں نے وہ عدد بھی صحیح بتادیا۔ پھر موصوفہ نے ایک انگوٹھی مجھے پکڑائی جسے ہاتھ میں لے کر میں نے احتیاطاً ان کی نجی زندگی اور خیالات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا، لیکن اس دکان کا ٹیلیفون نمبر بتادیا جہاں سے وہ انگوٹھی خریدی گئی تھی۔ یہ چھ ہندسوں والا پیچیدہ نمبر تھا جن میں سے میرے بتائے ہوئے پانچ ہندسے بالکل صحیح نکلے۔

جنرل فرانکو اس کارروائی میں بالکل دلچسپی نہیں لے رہے تھے اور بڑی بے چینی سے اس کے ختم ہونے کے منتظر تھے، اس لیے میں نے تقریب کو مزید طول دینا مناسب نہ سمجھا اور مجلس برخواست کردی گئی۔

اسپین میں اپنے قیام کے دوران میں ایک روز بذریعہ ریل میڈرڈ جارہا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ سے پہلے ہٹلر بھی اس علاقے سے گزر چکا ہو۔ یہ جنگ ختم ہونے کے طویل عرصے بعد کی بات معلوم ہوتی تھی۔ میں اسے ایک پادری کے بھیس میں سفر کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اُس وقت یعنی 1952ء میں وہ اسپین میں موجود نہیں تھا، لیکن وہ اسپین کے مذکورہ علاقے میں خاصا عرصہ ٹھہرنے کے بعد کہیں اور گیا تھا اور میں اسے مرا ہوا نہیں دیکھ رہا تھا۔

میں نے اپنے اس مکاشفے سے اسپین کے چند اخبار نویسوں کو آگاہ کیا، تو اگلی ہی شب دو آدمی ملنے آئے۔ ان میں سے ایک رابرٹ اسٹرز تھا اور دوسرا لیون ڈیگرے۔ یہ دونوں ہٹلر کے بہت قریب رہ چکے تھے اور جنگ کے بعد فرار ہو کر اسپین چلے آئے تھے۔

"اگر تم ہٹلر کے متعلق ایسی افواہیں اڑانے سے باز نہ آئے، تو گولی سے اڑا دیے جاؤ گے۔" اسٹرز نے دھمکی دی اور پھر وہ دونوں چلے گئے، تاہم اسپین میں میرے بقیہ قیام کے دوران میں اسٹرز مسلسل میری نگرانی کرتا رہا۔ دن ہو تا یا رات، میں جب بھی ہوٹل سے نکلتا، اسے اپنا منتظر پاتا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہٹلر زندہ ہے نجانے کیوں مجھے اس کی موت کا یقین نہیں آیا۔

پیرس سے واپسی کے کچھ دن بعد مجھے ہیگ میں متعینہ ہندوستانی سفیر کا خط ملا۔ ہندوستان میں امیر والدین کا ایک نو عمر بیٹا لاپتہ ہو گیا تھا۔ سفیر نے وہ لڑکا ڈھونڈنے میں مجھ سے مدد مانگی تھی۔ میں ابھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ میری والدہ کو بھی اسی نوعیت کا ایک خط ملا جو گمشدہ لڑکے کے والد نے لکھا تھا۔ اس خط کے ہمراہ لڑکے کے بالوں کی ایک لٹ بھی تھی۔ اب میں نے پریشان حال والدین کی مدد کرنے کا فیصلہ کرلیا، چنانچہ میں

ہیگ جا کر ہندوستانی سفیر سے ملا اور لڑکے کی گمشدگی کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کیں۔

یہ لڑکا ایک شام دریائے گنگا میں اشنان کرنے گیا تھا پھر واپس نہیں آیا۔ دریا کے کنارے اس کے کپڑے اور جوتے پڑے ملے تھے۔ میں نے جب لڑکے کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے مس کیا، تو معلوم ہوا کہ وہ دریا میں نہیں ڈوبا اور زندہ تھا اور بمبئی میں ایک سرکس میں کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنے والدین کو خط بھی لکھے تھے، لیکن انہیں ڈاک کے حوالے نہیں کر پایا تھا۔ ہندوستانی سفیر کو ان حقائق سے آگاہ کر کے میں پیرس چلا آیا۔

تین ماہ بعد لڑکے کے والدین کا خط ملا کہ ان کا بیٹا بمبئی سے مل گیا ہے اور جب میں نے اس کا اتا پتہ بتایا تھا، واقعی وہ سرکس میں کام کر رہا تھا۔

❖❖❖

حادثے کے بعد دس برس تک مجھے یہی خدشہ رہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شاید میں اپنی خداداد صلاحیت سے محروم ہو جاؤں گا، مگر اس میں کمی آنے کے بجائے بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔

1955ء میں میرا واسطہ ایک نرس کی گمشدگی کے معاملے سے پڑا۔ اس سلسلے میں پولیس ناکام ہو چکی تھی اور کیس فائل کر دیا گیا تھا۔ یہ سات برس قبل کا واقعہ تھا، لیکن اس نرس کے گاؤں کے لوگ اس واقعے کو بھول نہیں پائے تھے۔ ایک دن مجھے سویڈن کے اس چھوٹے سے گاؤں سے بیک وقت نو خط ملے جن میں یہ استدعا کی گئی تھی کہ میں اس معاملے میں دلچسپی لوں۔

قصہ یہ تھا کہ 1948ء میں ہفتے کی ایک شام نرس اپنے والد اور سوتیلی والدہ سے ملنے گاؤں گئی۔ جب وہ سوموار کو اپنی ڈیوٹی پر حاضر نہ ہوئی تو اسپتال والوں نے فون پر اس کے والد سے براہ راست دریافت کیا۔ والد نے بتایا کہ اس کی بیٹی اتوار کی شام ہی اس سے لڑ جھگڑ کر بس سے واپس چلی گئی تھی۔ تحقیقات کرنے پر پتہ چلا کہ بشمول بس ڈرائیور کسی نے بھی اس روز اسے نہیں دیکھا۔ پولیس نے تو اپنے طور پر تفتیش کر کے کیس فائل کر دیا تھا، لیکن افواہوں کا سلسلہ نہ رکا۔ نرس کا والد گاؤں میں اپنے کمینے پن اور بربریت کی وجہ سے بہت بدنام تھا۔ ایک پڑوسی نے تو کھلم کھلا اس پر اپنی پہلی بیوی کے قتل کا الزام بھی لگایا تھا جس پر نرس کے باپ نے ہتک عزت کا دعویٰ دائر کیا، لیکن مقدمہ ہار گیا۔ گاؤں بھر میں مشہور تھا کہ اس کی بیٹی اس کے ظلم و تشدد سے بچنے کے لیے نرس بن گئی تھی۔

سویڈن کے ایک اخبار کو جب اس معاملے سے میری دلچسپی کا علم ہوا، تو اس نے مجھے اس لڑکی کی چند تصاویر فراہم کر دیں۔ ان تصاویر کو ہاتھ میں لیتے ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ نرس کو قتل کیا گیا ہے۔ میں نے کاغذ پر اس جگہ کا نقشہ بھی بنا دیا جہاں اس کی لاش فرش کے نیچے دفن تھی۔ قاتل بندر نما شخص تھا اور بندر ہی کی طرح چلتا تھا۔

اب میں نے متعلقہ گاؤں جانے کا فیصلہ کیا اور اخبار والوں کے ہمراہ پانچ سو میل کا سفر کر کے وہاں پہنچا۔ منزل مقصود سے نصف میل ادھر ہی میں کار سے اتر کر پیدل چل دیا اور اپنی مخصوص صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے جائے واردات تلاش کرنے لگا۔ اپنی اسی دھن میں گاؤں کی گلیوں میں گزرتا ہوا میں ایک چھوٹے سے مکان تک پہنچا جس سے کچھ دور مویشیوں کا ایک باڑہ بھی تھا۔ نرس کو اسی مکان میں قتل کیا گیا تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو ایک بندر نما شخص نے دروازہ کھولا جو مقتولہ کا باپ تھا۔ میں نے اس کی بیٹی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں اپنے تعاون کی پیشکش کی تو وہ بادل نخواستہ مجھے اپنے مکان کے اندر لے گیا۔

"تمہاری بیٹی قتل کردی گئی ہے اور میں اس کے قاتل کو تلاش کرنے آیا ہوں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میری بیٹی مری نہیں۔"

تب میں نے اسے بتایا کہ ہفتے کی شام باپ بیٹی کا جھگڑا کیسے ہوا اور کس طرح اس نے اپنی بیٹی کو قتل کیا تھا۔ میں نے یہ بھی بتایا کہ میں مقتولہ کے سر سے خون بہتے دیکھ رہا ہوں جسے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش باڑے میں لکڑی کے تختوں کے نیچے دبادی گئی تھی۔

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔"

"میں ذرا تمہارے باڑے کا جائزہ لے لوں، تو کیا حرج ہے۔ اگر تم نے قتل نہیں کیا، تو گھبرانے کی بات ہی نہیں۔"

"بھلا میں کیوں گھبرانے لگا.... تم باڑے میں توڑ پھوڑ کرنا ہی چاہتے ہو تو میری نقصان کی تلافی کے لیے ایک لاکھ کرونر پیشگی ادا کردو۔"

"میرے پاس اتنی رقم کہاں....؟"

"پھر میں تمہیں اپنے باڑے میں توڑ پھوڑ کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ بہتر یہی ہے کہ اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رُخ نہ کرنا۔"

مجبوراً مجھے ناکام لوٹنا پڑا، تاہم اگلے ہی روز اخبار کے مالکان نے پیشکش کی کہ اگر وہ بوڑھا پولیس کو باڑے کی تلاشی لینے کی اجازت دے دے، تو وہ ایک لاکھ کرونر ادا کردیں گے۔

اس مرتبہ گاؤں بھر کے مرد وزن ہمارے پیچھے پیچھے چلے۔ ابھی ہم اس مکان سے کچھ فاصلے ہی پر تھے کہ لوگوں کے شور وغل سے اسے صورتحال کا علم ہو گیا اور وہ رائفل ہاتھ میں لیے مکان سے باہر میرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

"میں رقم لے آیا ہوں، اب ہم باڑے کی تلاشی لے کر ہی جائیں گے۔" یہ بات سنتے ہی وہ غصے سے بپھر گیا۔ ادھر میری چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلایا اور میں نے ہاتھ بڑھا کر رائفل کی نالی کا رخ اوپر کر دیا۔ اسی لمحے گولی میرے سر کے اوپر سے سنسناتی ہوئی گزر گئی۔ دھماکے کی وجہ سے میرا ہاتھ زور سے میری ناک پر لگا اور خون بہنے لگا۔ لوگوں نے سمجھا کہ مجھے گولی لگ گئی اور وہ مجھے دھکیلتے ہوئے ایک طرف کو لے گئے۔ قاتل اپنے مکان کے سامنے کھڑا گئے لہرا رہا تھا۔ اس کی رائفل کا رخ اب بھی میری طرف تھا۔

وہ جس مکان اور زمین کا مالک تھا قانوناً ہمیں اس میں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس کے خلاف ہمارے پاس کوئی شہادت بھی نہ تھی جو تلاشی کا وارنٹ جاری کروانے کا جواز بن سکتی۔ بہرحال میں اسے اپنی ہی بیٹی کا قاتل سمجھتا تھا اور اس بارے میں اخبارات کو میں نے ضروری معلومات سے آگاہ کردیا۔ مجھے توقع تھی کہ اخباروں میں اس نوعیت کی خبر چھپنے پر وہ میرے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ دائر کرے گا اور میں اس بہانے تفتیش از سرنو شروع کروا سکوں گا، لیکن قاتل نے خاموش رہنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔

❖❖❖

بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ میں کسی الجھن کو سلجھانے کی کوشش میں کسی اور پیچیدہ مسئلے کی تہہ تک پہنچ گیا۔ انتہائی پیچیدہ اور الجھے ہوئے جرائم کے بارے میں انکشافات سے میری شہرت دور دور تک پھیل گئی جس سے متاثر ہو کر صنعت کار بھی میری خدمات سے استفادہ کرنے لگے۔

اس سلسلے میں میرا واسطہ سب سے پہلے ایک شیشہ ساز فیکٹری کے مالکوں سے پڑا۔ اس کارخانے کی بھٹیوں کو نامعلوم کارکن سبوتاژ کر رہا تھا۔ ایک بھٹی میں



شیشہ پگھلاتے وقت کوئی ایسا کیمیکل پھینک دیا جاتا جس سے اس میں تیار ہونے والے شیشے کا رنگ سبزی مائل ہو جاتا اور یہ نہ صرف کاروبار میں نقصان کا سبب بن رہا تھا بلکہ متاثرہ بھٹی بھی کسی کام کی نہ رہی تھی۔ میں نے کارخانے میں جا کر متعلقہ جگہ کا جائزہ لیا اور ایک رات کا کچھ حصہ بھی وہاں گزارا۔ نتیجتاً میں مجرم کا پتہ چلانے میں کامیاب ہو گیا اور کارخانے کے مالکان کو یہ بھی بتا دیا کہ وہ فی الحال مزید کارروائی نہیں کرے گا، لیکن دو ماہ بعد ایک اور بھٹی کو سبوتاژ کرے گا، اس لیے سخت نگرانی کی ضرورت ہے۔

فیکٹری کے مالکوں نے میری بات مان لی اور ٹھیک دو ماہ بعد مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔

❖❖❖

اب مجھے ہر مہینے تقریباً گیارہ سو خطوط مل رہے تھے۔ کسی میں مجھ سے اپنے کسی معاملے کو سلجھانے کے لیے مدد کی درخواست ہوتی تو کوئی مخفی خزانہ تلاش کرنے کے لیے میری مدد کا خواہاں ہوتا، یا پھر غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث افراد کی طرف سے ان کے کاروبار میں شامل ہونے کی پیشکشیں ہوتیں۔

انہی دنوں مجھے ایک خط امریکہ کی ریاست مین کے شہر گلینکو سے ملا۔ یہ راؤنڈ ٹیبل فاؤنڈیشن کے ڈاکٹر پُہارچ نے لکھا تھا۔ وہ انسانی دماغ کی نفسیاتی صلاحیتوں پر تحقیق کر رہا تھا اور اس کام کے لیے جدید ترین سہولتیں اسے حاصل تھیں۔ اس نے مجھے چھ ماہ اپنے ساتھ گزارنے کے لیے بلایا تھا۔ مجھے خود اس کام سے دلچسپی تھی، چنانچہ بلا تاخیر امریکہ روانہ ہو گیا۔

فاؤنڈیشن کی لیبارٹری اٹھارہ کمروں پر مشتمل ایک وسیع عمارت میں واقع تھی۔ اس عمارت کا نقشہ ہو بہو ویسا ہی تھا جیسا ڈاکٹر پُہارچ کے خط پر ہاتھ رکھتے ہی میری نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا اور جسے میں نے ایک کاغذ پر بنا بھی لیا تھا، تاہم لیبارٹری کا ابتدائی جائزہ لینے کے بعد مجھ پر ایک خوف سا طاری ہو گیا۔ ہر طرف کیمیکل، برقی تاریں اور دماغی لہریں ماپنے کے آلات نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف کونے میں مکعب شکل کا ایک بڑا سا بکس رکھا تھا۔ اس بکس کو ڈاکٹر پُہارچ نے "فیراڈے کا پنجرہ" نام دے رکھا تھا۔ اس کی بیرونی سطح پر تانبے کی ایک باریک جالی

بہت نفاست سے لگی ہوئی تھی جس میں سے دو لاکھ پچاس ہزار وولٹ کی برقی رو گزر سکتی تھی۔ اس بکس کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ اس کے اندر موجود انسان کو بجلی کا جھٹکا نہیں لگتا تھا۔ اس پنجرے کے ذریعے زیر تجربہ انسان کا بیرونی دنیا سے ہر قسم کا رابطہ منقطع کر کے اس کی چھٹی حس اور غیر معمولی نفسیاتی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔

تجربات کا آغاز دماغی لہریں ماپنے والی مشین سے کیا گیا۔ ہمارے ساتھ ہیری نام کا ایک اور شخص بھی اس کام میں شریک رہا۔ ڈاکٹر پُہارچ یا ہیری کمرے میں ایک طرف میز لگا کر بیٹھ جاتے۔ اس میز پر پلاسٹک کے کچھ ڈبے پڑے ہوتے۔ میں ان سے کچھ فاصلے پر ایسی ہی ایک اور میز پر اس طرح بیٹھ جاتا کہ پہلی میز پر رکھے ہوئے ڈبے مجھے نظر نہ آتے۔ خود میری میز پر بھی ایسے ہی ڈبوں کا ایک سیٹ پڑا ہوتا۔ پھر مجھے ان ڈبوں کو شناخت کرنے کو کہا جاتا جن کو ان دونوں میں سے کوئی ایک ادھر ادھر ہلاتا یا اپنے دل ہی میں کسی ڈبے کے متعلق سوچتا۔ بعض اوقات میں دس میں سے آٹھ ڈبے شناخت کر لیتا اور کبھی دس میں سے صرف چار۔ مائع نمونوں کو بھی ہم نے آزمایا۔ پانچ ٹیسٹ ٹیوبوں میں بلغم، مرغ، انسان اور کتے کا خون اور سرخ رنگ کا محلول بھر کر رکھ دیے گئے اور میں نے یہ نمونے ستر فیصد تک صحیح شناخت کر لیے۔ ایسے ہی تجربات ہم نے گتے کے کارڈوں پر کیے۔ ان پر مختلف اشکال بنی ہوتیں یا کوئی عدد درج ہوتا۔ پہلے روز میں ان میں سے کوئی بھی شناخت نہ کر سکا۔ اگلے روز میرے نصف کارڈ درست نکلے۔ تیسرے دن پچاس میں سے انتالیس اور چوتھے دن ستائیس کارڈ صحیح شناخت کیے، مگر پانچویں روز نتیجہ پھر صفر نکلا۔

ان تجربات سے ڈاکٹر پُہارچ نے یہ ثابت کر دکھایا کہ میرا ان چیزوں کی صحیح شناخت کر لینا کوئی اتفاقی بات نہ تھی ایک خاص بات یہ ہوئی کہ جب ایک مخصوص قسم کی روشنی کی شعاعوں کا رخ میری آنکھوں کی طرف کیا جاتا، تو میری غیب دانی کی صلاحیت میں اضافہ ہو جاتا۔ چونکہ مجھے یہ صلاحیت سر میں چوٹ آنے کے بعد ہی عطا ہوئی تھی، اس لیے ڈاکٹر پُہارچ اتفاقی چوٹ اور غیب دانی کی صلاحیت میں تعلق کی نوعیت معلوم کرنے کا خواہاں تھا، لیکن وہ اس مقصد میں ناکام رہا اور میں ہالینڈ لوٹ آیا۔

چند ماہ بعد ڈاکٹر پُہارچ نے مزید چھ ماہ کے تجربات میں حصہ لینے کے لیے بلا بھیجا اور میں بلا تاخیر اس کے پاس پہنچ گیا۔ تجربات کی نوعیت کم و بیش حسب سابق ہی تھی، تاہم اس مرتبہ ڈاکٹر پُہارچ مجھے ساتھ لے جا کر سائنسدانوں اور ماہرین نفسیات کے سامنے میری غیب دانی کے مظاہرے کرواتا رہا۔ ایسے ہی ایک اجلاس میں چیئرمین نے مجھے ایک بازوبند دے کر اس کے بارے میں پوچھا۔ میں نے فوراً بتا دیا کہ وہ بازوبند ایک حبشی عورت کی ملکیت رہا تھا جو نارتھ کیرولینا کے کھیتوں میں کپاس چنا کرتی تھی اور اسے 1760ء یا 1770ء کے لگ بھگ اوورسیئر نے مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ چیئرمین نے میری مہیا کردہ معلومات کو درست تسلیم کیا اور صرف اتنی تصحیح کی کہ اس کی موت 1800 میں واقع ہوئی تھی۔

پھر اس نے میرے ہاتھ میں دھات کا بھدا سا ٹکڑا تھما دیا۔ اس ٹکڑے سے مجھے کسی کی شخصیت کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا، لیکن جو کچھ مجھے محسوس ہوا، اس کا اظہار میں نے اس طرح کیا "میں گرد و غبار کے بادل دیکھ رہا ہوں۔ دھماکہ بھی ہوا ہے۔ کسی شخص یا عمارت کو اس دھماکے سے نقصان نہیں پہنچا۔ صرف دھماکہ اور اس کے فوراً بعد اٹھنے والے عجیب و غریب بادل دکھائی دے رہے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ایٹم بم کا دھماکہ ہوا ہے۔" بعد میں چیئرمین نے بتایا کہ دھات کا ٹکڑا ریاست نیواڈا

کے اس علاقے سے حاصل کیا گیا تھا جہاں ایٹمی تجربات کیے جارہے تھے۔

❖❖❖

لمحے بھر کے لیے کسی چیز کو چھونے سے مجھے ساری معلومات حاصل ہو جاتیں اور سارے مناظر میری نگاہوں کے سامنے پھر جاتے، بس اس کو سمجھنے اور بیان کرنے کے لیے وقت درکار ہوتا۔

میں نے امریکی شہریت حاصل کرلی اور میامی میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ رہنے لگا۔ انہیں دنوں میامی ریڈیو کی مشہور شخصیت ایلن کورٹنی نے اپنے ایک پروگرام میں مجھے بلایا۔ اس پروگرام میں میں نے آٹھ سامعین سے صرف ٹیلیفون پر بات کر کے ان کے بارے میں درست انکشافات کیے۔

ایک روز میامی پولیس کے ٹام لائپ نے مجھے فون کیا "پیٹر! گزشتہ رات ایک ٹیکسی ڈرائیور سر میں گولی لگنے سے ہلاک ہو گیا ہے۔ ہمیں اس واردات کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ تم ہی کچھ مدد کرو۔"

"مجھے ٹیکسی ڈرائیور کی تصویر چاہیے۔" میں نے کہا اور وہ اسی وقت کیس کی فائل لے کر آگیا۔ اس میں مقتول کی تصویر بھی تھی۔ فائل پر ہاتھ رکھ کر میں نے خواب کی سی کیفیت میں بولنا شروع کیا۔

"میں اسے ہوانا جاتے اور واپس آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ قاتل بھی نظر آرہا ہے۔ وہ ڈیٹرائٹ شہر کا رہنے والا ہے۔ اس کا قد چھ فٹ اور جسم دبلا ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک قتل کر چکا ہے۔ یہ شخص میامی میں گرفتار نہیں ہوگا، بلکہ کسی اور جگہ بینک ڈکیتی میں پکڑا جائے گا۔ اس کے دو نام ہیں، لیکن عام طور پر اسمٹی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

"لیکن میری معلومات کے مطابق تو صرف ایک قتل ہوا ہے، ٹام لائپ بولا۔

"نہیں۔ اس سے پہلے وہ ایک اور شخص کو قتل کر چکا ہے، لیکن میامی میں نہیں، کی ویسٹ میں۔ وہاں وہ ایک ریٹائرڈ کرنل کے گھر میں چوری کی نیت سے داخل ہوا ہی تھا کہ مالک مکان سامنے آگیا اور نقب زن نے اسے گولی مار دی۔ اسی پستول سے اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو ختم کیا ہے۔"

ٹام لائپ نے کی ویسٹ کی پولیس سے رابطہ قائم کیا، تو میری فراہم کردہ معلومات درست ثابت ہوئیں۔

بعد میں وہی قاتل ڈیٹرائٹ کے ایک بینک سے ملحقہ ریسٹورنٹ میں ڈاکہ ڈالتے ہوئے پکڑا گیا۔

جرائم کی تفتیش کے سلسلے میں میری غیب دانی کا ایک واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

جنوری 1959ء میں ریاست ورجینیا میں مسٹر اور مسز جیکسن مع اپنی دو بچیوں کے لاپتہ ہوگئے۔ انہیں آخری مرتبہ گیارہ جنوری کو دیکھا گیا تھا۔ اگلے روز ان کی کار ان کے گھر سے آٹھ میل دور راستے کی ایک جانب کھڑی ملی۔ گاڑی میں مسز جیکسن کا پرس اور بچیوں کی گڑیاں پڑی تھیں۔ پولیس نے تفتیش شروع کی، لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔

چار مارچ 1959ء کو جیکسن اور ڈیڑھ سالہ بچی جینٹ کی لاشیں جھاڑیوں کے ایک ڈھیر سے ملیں۔ جیکسن کو گولی مارنے کے بعد کسی وزنی ہتھیار سے سر اور گردن پر شدید ضربات لگائی گئی تھیں۔ اس کے اٹھارہ روز بعد قریبی ریاست میری لینڈ کے جنگل سے دو لڑکوں کو کھدائی کے دوران مسز جیکسن اور دوسری بچی کی لاشیں بھی مل گئیں۔ لاشیں ملنے کی دونوں جگہوں کا درمیانی فاصلہ ستر میل تھا۔ چونکہ واردات کا تعلق دو ریاستوں سے ثابت ہو گیا تھا، اس لیے تفتیش وفاقی تحقیقاتی ادارے کے سپرد کر دی گئی۔ سال بھر میں وفاقی اور ریاستی حکام

نے تقریباً پندرہ سولہ مشتبہ افراد سے پوچھ گچھ کی، لیکن مجرم کا پتہ نہ چل سکا۔ تب واشنگٹن کے اسپتال کے ماہر نفسیات نے میری خدمات سے استفادہ کرنے کی ٹھان لی اور میری فیس اور اخراجات اپنی جیب سے ادا کرنے کی ہامی بھرلی۔

جون 1960ء سے میں نے ڈاکٹر ریز نمین کی رفاقت میں کار ملنے کی جگہ، لاشیں ملنے کی دونوں جگہوں اور مقتولین کے گھر کا جائزہ لینا شروع کردیا۔ بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ قاتل پاگل تھا، اس نے مسٹر جیکسن کی کار صرف انہیں لوٹنے کے لیے روکی تھی، لیکن جب چھوٹی بچی نے رونا شروع کردیا، تو وہ ان چاروں کو جبراً اپنی کار میں بٹھا کر لے گیا۔ راستے میں جیکسن اس سے بحث میں الجھ گیا جبکہ بچی ابھی تک روئے جارہی تھی، اس لیے قاتل نے پہلے ان دونوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد وہ کئی گھنٹے تک مسز جیکسن اور دوسری بچی کو لیے پھرتا رہا اور پھر انہیں بھی قتل کرکے لاشیں چھپادیں۔ میں نے پولیس کو قاتل کی نشانیوں سے بھی آگاہ کردیا۔ اسے گرفتار کرکے دماغی امراض کے اسپتال میں بھیج دیا گیا۔ بعد میں عدالت نے اسے سزائے موت دی۔

میرے مداحوں نے اکثر مجھ سے دریافت کیا ہے کہ میں اپنی غیب دانی اور دوسروں کے خیالات پڑھنے کے باوجود لاٹری یا ریس وغیرہ میں شرط لگا کر رقم کیوں نہیں کماتا۔ میں خود بھی محسوس کرتا ہوں کہ اس طرح بڑی دولت کما سکتا تھا، لیکن مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ خدا نے مجھے یہ صلاحیت اچھے کاموں کے لیے عطا کی ہے، صرف دولت کمانے کے لیے نہیں۔

میرے دوست احباب کو یہ معلوم کرنے کا بھی بہت اشتیاق رہا ہے کہ میں یہ سب کچھ کیسے کرپاتا ہوں اور ان لمحات میں میرے دل و دماغ کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ کاش! میں اپنی غیب دانی اور نفسیاتی صلاحیت کا اظہار آسان اور قابل فہم زبان میں کرسکتا تاکہ دوسرے لوگ بھی میری طرح اپنی ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکیں۔ مجھے صرف اس قدر معلوم ہے کہ ان لمحات میں میں دنیا اور اپنے گردوپیش کو صرف اس شخص کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں جسے میں وقتی طور پر اپنے ذہن پر طاری کرلیتا ہوں اور یہ لمحات وہ ہوتے ہیں جب میرا اپنی ذاتی زندگی اور خیالات سے رابطہ بالکل منقطع ہوجاتا ہے۔ میں نے مجرموں، مظلوموں، قاتلوں اور مقتولوں کی نگاہوں سے ایسے دردناک مناظر کا مشاہدہ کیا ہے کہ روح کانپ اٹھتی ہے۔

میں اپنی اسی صلاحیت کو حسب خواہش بروئے کار لانے پر بھی پوری طرح قادر نہیں۔ ہاں، جب میں بالکل خالی الذہن ہوتا ہوں تو میری یہ حس نقطۂ عروج پر ہوتی ہے، البتہ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ صلاحیت کسی نہ کسی حد تک ہر انسان میں موجود ہوتی ہے اور جوں جوں وہ اسے بروئے کار لاتا ہے، کارکردگی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

❖❖❖

1988ء میں پیٹر ہرکوس کی موت کے بعد بھی سائنس اس کی صلاحیتوں کو سمجھنے سے قاصر رہے، بعض سائنسدان پیٹر ہرکوس کی صلاحیت کو چھٹی حس یا ماورائے حواس ادراک (ESP) قرار دیتے ہیں۔ یعنی وہ حس جو حواس خمسہ سے ماورا ہوتی ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ چھٹی حس ایک روحانی طاقت ہوتی ہے یہ قدرت کا ایک ایسا عطیہ ہے جو ہر شخص کے پاس ہوتی ہے لیکن ہر شخص اس طاقت سے باخبر نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں میں یہ اس وقت جاگتی ہے کہ جب اس شخص کا واسطہ کسی ایسی صورتحال سے پڑنے لگتا ہے جو اس کے ساتھ رونما نہیں ہونی ہوتی۔

اروڑ کا مست

ایک مست کا قصہ جو ہوش مندوں کو سرِنگوں ہونے پر مجبور کر دیتا تھا۔

امر جلیل
ترجمہ: سراج چنّہ

میں اللہ بخش مست کی زیارت کرنے اروڑ آیا تھا۔ قدیم مسجد کے پاس گھوڑے سے اترا۔ روہڑی سے اروڑ تک بغیر رکے سفر کیا تھا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا، لیکن کپتان کو ہوا میں اڑاتا آیا تھا۔ گھوڑا ہانپ رہا تھا، اس کے کُھر پسینے اور مٹی میں اَٹ گئے تھے۔ اسے ببول کے درخت کے ساتھ باندھ کر شاباش دی۔ وہ میرا پرانا ساتھی ہے، اسے بے حد چاہتا ہوں۔ ہر مصیبت اور مشکل میں وفادار رہا ہے۔ میں اسے "کپتان" کہتا ہوں۔

میرا پیروں اور فقیروں پر اعتقاد نہیں۔ میں رہزن ہوں، خونی ہوں۔ مجھے اپنے یونانی خنجر اور رائفل پر اعتبار ہے، اپنی قوت پر میرا اعتماد ہے۔ جسے چاہوں، جب چاہوں، قتل کردیتا ہوں۔ جاں بخشی صرف ان کی کرتا ہوں جو قرآن اٹھا کر امان مانگتے ہیں۔ ایسوں کو صرف لوٹتا ہوں، اس قدر کہ جسم کے کپڑے بھی اتروا لیتا ہوں، لیکن میرا جگری یار عارب ماچھی قرآن کو بھی نہیں مانتا، کسی کو منت سماجت کرتے دیکھ کر ایک پل ضائع کیے بغیر ختم کردیتا ہے، لیکن ایک رات عارب ماچھی گم ہوگیا۔ اللہ بخش مست کے معجزات کے قصے سن کر، فیصلہ کرکے آیا تھا کہ اگر مست سے عارب ماچھی کا پتانہ چلا تو رائفل کی ساری گولیاں مست کے سینے میں اتار دوں گا۔

منہ پر بندھا ہوا کپڑا کھول کر پسینہ صاف کیا، ادھر ادھر دیکھا، کوئی بھی انسان دور دور تک دکھائی نہ دیا۔ رائفل کو مضبوطی سے تھام کر، ٹوٹی دیواروں، تباہ شدہ بنیادوں پر ادھر ادھر بکھری ہوئی لال اینٹوں پر قدم رکھتا ہوا، اروڑ کے کھنڈروں میں جا پہنچا۔ پیچھے قدیم قبرستان کی قبریں تھیں اور سامنے پہاڑوں کی خوف ناک



ڈھلانیں۔ اچانک، خاموشی میں، اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی، کچھ پتھر پہاڑ کی ڈھلانوں سے گرتے، قلابازیاں کھاتے نیچے جاگرے۔ کمر کے ساتھ بندے ہوئے خنجر کے دستے پر ہاتھ رکھ کر بجلی کی سی تیزی سے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا،

"کون ہو....؟"

وہ پیچھے ہٹ گیا۔ دبلا پتلا کمزور سا آدمی تھا۔ کالی چادر اور اجرک سے میرا منہ چھپا ہونے کی وجہ سے اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"تم کون ہو....؟"

"مسافر ہوں۔"

"خوش آمدید بھائی!" اس نے اپنا کمزور ہاتھ بڑھایا۔ میں نے ہاتھ ملایا اور اسے بتایا کہ "میں اللہ بخش کی زیارت کرنے آیا ہوں۔"

"خوش آمدید بھائی! ہمارے سر آنکھوں پر۔"

"پتا بتاؤگے....؟"

"میں خود سائیں کو سلام کرنے جارہا ہوں، ساتھ ہی چلتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا، چلتے چلتے میں نے اس سے پوچھا، "اصل اروڑ کے ہو کیا....؟"

"ہاں، میں پلا بڑھا بھی یہیں ہوں۔" اس کے پاؤں کھنڈروں میں جم جم کر پڑرہے تھے اور قدم بھی وہ بڑے بڑے اٹھا رہا تھا۔ ایک قدم مجھ سے آگے چل رہا تھا۔

چلتے چلتے اس نے پوچھا، "تم کون ہو....؟"

"جی!" میں گھبرا گیا۔

اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا، "ہاں، تم کون ہو....؟"

"میں مچھیرا ہوں۔" میں نے جھوٹ بولا۔

"ہماری آنکھوں پر بھائی جی! آیئے۔"

وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتا آگے بڑھتا رہا۔ اس نے پوچھا، "پہلی مرتبہ آئے ہو....؟"

"ہاں۔"

"مجاہد والی مسجد کے پاس تمہارا ہی گھوڑا بندھا ہے....؟"

"مجاہد! کون سا مجاہد....؟"

"محمد بن قاسم۔"

"ہاں، میرا گھوڑا ہے۔"

ہم لال اینٹوں پر پیر رکھتے ہوئے، قلعے کے کھنڈروں سے ہوتے ہوئے، ایک سالم مسجد کے قریب آپہنچے تو اس نے بتایا۔ "یہ مسجد بھی مجاہد کی تعمیر کردہ ہے۔"

"اللہ کی رحمت ہے۔"

"اور اس پرانی مسجد پر....؟" میرے سوال پر مڑ کے اس نے میری طرف دیکھا اور کڑک آواز میں پوچھا، "تو مسلمان ہے....؟"

"پکا۔" میں نے کہا۔

مسجد کے پیچھے پہاڑی پر اترتے وقت اس نے کہا، "اس زمین سے مجاہد نے کفر کا خاتمہ کیا۔"

میں چلتے چلتے رک گیا، چار سو نظر گھما کر دیکھا تو ہر طرف کھنڈر ہی کھنڈر نظر آئے، ویرانی تھی۔ میں نے کہا، "اس زمین پر باقی کچھ بھی نہیں بچا۔"

اسے میری بات اچھی نہ لگی، وہ باقی پچر ادوڑتا ہوا اتر گیا۔ پہاڑ کے نیچے اتر کر اس نے اپنی شلوار جھاڑ کر میری طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ

تھی، جیسے وہ میرے محتاط انداز سے اترنے پر ہنس رہا ہو۔ میں بھی بالآخر پہاڑ سے اتر گیا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ اس نے اپنی پتلی کمر پر ہاتھ رکھے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر کہا، ''اس میدان میں سلائج کے بیٹے چچ نے دھوکے سے بادشاہ مہیرت کو قتل کر دیا تھا۔''

میں چچ اور مہیرت کے ناموں سے متاثر نہ ہوا، دونوں میرے لیے اجنبی تھے، لیکن میں نے دونوں کے درمیان دھوکے کی دیوار دیکھ لی تھی۔

صدیوں سے چلتی ہوائیں بھی فریب کو چھپا نہ سکی تھیں۔

میں خنجر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، ''یہ زمین دھوکے اور فریب کو جنم دیتی رہی ہے کیا....؟''

قمیص کے نیچے، کمر کے ساتھ بندھے ہوئے خنجر کو وہ نہ دیکھ سکا، لیکن میرے جملے کی چبھن اس نے محسوس کرلی۔

اس کی آنکھوں میں نفرت ابھر آئی۔ مجھ سے کمزور اور ڈرتا نہ ہوتا تو ضرور مجھے طمانچہ رسید کر دیتا۔

''گالیاں برداشت کروگے۔'' اس نے اچانک عجیب سا سوال کیا۔

''ہاں، اپنی مراد پانے کے لیے مست کی گالیاں برداشت کرلوں گا۔''

میں اللہ بخش مست کے بارے میں بہت کچھ سن کے آیا تھا۔ میں نے سنا تھا، وہ عرض داروں کو فحش اور ننگی گالیاں دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ان پر گند کچرا بھی پھینکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے اس کی کرامتوں کے قصے بھی سنے تھے۔ وہ جوان عورتوں کے جن نکالتا تھا، بے اولاد، اولاد اور نامراد، مراد پاتے تھے۔ اس کے فیض سے بچھڑے ہوؤں نے وصال اور پیاسوں نے پانی پایا تھا۔

مجھے اپنے بچھڑے دوست کی تلاش تھی۔ عارب ماچھی میرا جگری یار تھا۔ مذاق ہی مذاق میں میں اسے کھو بیٹھا۔ ایک رات میں نے اسے بھنگ میں جمال گوٹا ملا کر پلا دیا تھا، اسی رات وہ اپنی قمیص کا گریبان چاک کر کے اندھیرے میں گم ہو گیا تھا۔ میں نے سندھ کا کونا کونا چھان مارا، لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ جب میں ہر طرف سے مایوس ہو چکا تو ایک نیک بندے سے اللہ بخش مست کے معجزات کے قصے سنے، میں بھی اپنے من کی مراد پانے اروڑ آ گیا تھا۔

''اروڑ مدرسہ عارفی کی وجہ سے مشہور ہے، طلبہ یہاں مفت مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔'' اس اجنبی نے کھنڈروں سے گزرتے وقت بتایا۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

''اس پہاڑ کے پیچھے درگاہ عارفی ہے اور اس درگاہ کے سامنے مائی کالکاں کا غار اور مندر ہے۔''

میں نے کوئی دلچسپی نہ لی، میری سوچ کا مرکز تو اللہ بخش مست تھا۔

اس نے کہا، ''کالکاں کی مورتی اور مندر کے بت مدرسہ عارفی کے طلبہ نے توڑ دیے ہیں۔''

میں اجنبی کی باتوں میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا، کیونکہ میں اللہ بخش مست کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس نے ٹوپی اتار کے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

میں نے پوچھا، ''تم کون ہو....؟''

''عارفی۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا کام کرتے ہو....؟''

''اروڑ میں سندھی ماسٹر ہوں۔''

"تو عالم ہو!"

اس کی چھوٹی آنکھوں میں چمک ابھر آئی، خوش ہوتے ہوئے بولا، "کیسی باتیں کرتے ہو بھائی! اس زمانے میں عالم کی قدر کہاں ہے۔"

"سچ کہتے ہو جناب۔" میں نے کہا۔

سفید مینار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا، "شاہ شکر گنجؒ کا مینار دیکھ رہے ہو....؟"

"ہاں۔"

"اور زمین کا یہ حصہ بھی شاہ شکر گنج کا ہے۔"

میں نے پوچھا، "اللہ بخش مست کی درگاہ ابھی دور ہے کیا....؟"

"کیوں....؟ تھک گئے ہو....؟"

"نہیں۔"

"سامنے فصیل دیکھ رہے ہو، اس کے پیچھے اللہ بخش مست کی درگاہ ہے۔" اس نے بتایا کہ فصیل پر چڑھ کر راجا داہر کے سپاہی پہرا دیتے تھے۔

ہم جہاں سے گزر رہے تھے، وہ زمین پتھریلی تھی۔ کسی وقت میں پانی کے مسلسل بہاؤ کی وجہ سے پتھر چکنے ہوگئے تھے۔ قریب ہی اناروں کے درخت تھے۔ یقین کرنے کے لیے میں نے پوچھا، "یہ انار کے درخت ہیں نا....؟"

"ہاں، یہ انار کے درخت ہیں۔" اور اشارہ کرتے ہوئے بولا، "سامنے دودھ کا کنواں ہے۔"

"دودھ کا کنواں!"

"ہاں، آؤ دکھاؤں" ہم کنویں کے پاس آکر کھڑے ہوگئے، وہ سوکھا ہوا تھا اور اس میں پتھر پڑے تھے۔

اس نے کہا، "یہ دودھ کا کنواں اور انار کے درخت شاہ شکر گنجؒ کے ہیں۔"

"اس میں تو پتھر پڑے ہیں جناب!"

"ہاں، لیکن پرانے زمانے میں، اس کنویں میں دودھ اور ان درختوں میں انار ہوتے تھے۔" ہم کنویں سے ہٹے، اس نے اپنی بات جاری رکھی، "شاہ کی وفات کے بعد اس کے لالچی زائرین نے دودھ اور انار بیچنے شروع کردیے، ایک دن کنواں سوکھ گیا اور درختوں نے پھل دینے چھوڑ دیے۔ اب درختوں میں پھول ہوتے ہیں، لیکن انار نہیں۔"

درخت لال پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ میں نے مینار کی طرف دیکھا۔ وہ بولتا رہا۔ شاہ شکر گنجؒ کے مقبرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا، "مقبرے کے پیچھے سفید پتھر کے چکنے میدان ہیں، چودھویں کی رات وہاں زبردست جوّا کھیلا جاتا ہے۔ سکھر، روہڑی، شکارپور اور جیکب آباد کے بڑے بڑے سیٹھ، زمیدار اور افسر جوّا کھیلنے آتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اس چودھویں کو میں اپنے دوستوں کے ساتھ آؤں گا اور جواریوں کی ساری دولت لوٹ کرلے جاؤں گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو بھائی! یہاں بڑے بڑے جواری آتے ہیں۔ لاکھوں کا جوّا کھیلا جاتا ہے۔ ہم غریبوں کے بس کی بات نہیں ہے۔"

میں نے رائفل بائیں کندھے سے اتار کر دائیں میں مضبوط کرتے ہوئے کہا، "جس رات میں آؤں گا، اس رات یہاں کے سب جواری اپنی جھولیاں میرے سامنے خالی کردیں گے۔" دبلے پتلے ماسٹر کو میری بات پر ہنسی آگئی، میں نے پوچھا، "پولیس بھی آتی ہے....؟"

"ہاں، ایک دو تھانیدار اور چند سپاہی آتے ہیں، لیکن کسی سے کچھ نہیں کہتے۔"

"جس رات میں آؤں گا، اس رات سندھیوں اور عربوں کی روحیں چیخ اٹھیں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو! اروڑ کرامتوں کا شہر ہے۔"

"شہر یا کھنڈر....؟"

اسے غصہ آگیا۔ "کرامتوں پر اعتبار نہیں ہے تو پھر مست کی زیارت پر کیوں آئے ہو....؟" اس نے غصے بھرے لہجے میں کہا۔

میں نے کہا، "میں سندھی ہوں، سندھیوں کا بچہ بچہ پیروں، فقیروں اور مرشدوں کے آگے گردن جھکاتا ہے۔"

ہم فصیل کے قریب آگئے، فصیل کے پیچھے اللہ بخش مست کی درگاہ تھی۔ درگاہ کے سامنے ایک تنگ راستہ تھا، جہاں پر لوگوں کا بہت بڑا ہجوم کھڑا تھا۔ میں غلط راستے سے آیا تھا، اس کے ساتھ ساتھ پختہ راستہ بھی تھا، جو گھوم کر جاتا تھا۔

ماسٹر نے مجھ سے کہا، "یہاں کسی کی نہیں چلتی، جو طاقتور ہو، وہی آگے بڑھے۔"

ماسٹر مجھ سے ہاتھ ملا کے لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔ ہجوم میں مرد کم اور عورتیں لاتعداد تھیں، گاؤں کی معصوم، بھولی بھالی، شہر کی گوری عورتیں بھی تھیں۔ چالاک، چست اور ہوشیار۔

میں ہجوم کو چیرتا، دھکے کھاتا بالآخر مست کی کوٹھی کے قریب جا پہنچا۔ اس وقت وہ کوٹھی میں کسی عورت کا جن نکال رہا تھا۔ اندر سے ہنسی کی آواز آرہی تھی۔ وہاں موجود لوگ کہہ رہے تھے "عورت کا جن سائیں سے جھگڑا کر رہا ہے۔"

کوٹھی کا دروازہ کھلا، ایک دوشیزہ بال درست کرتی باہر نکلی۔ کچھ دیر بعد اللہ بخش مست باہر آگیا۔ ایک جانگیے کے سوا اس کے جسم پر کچھ نہیں تھا۔ مٹی سے اٹا بدن، گھنی داڑھی اور آنکھیں لال تھیں۔ باہر آکر بیٹھ گیا۔ میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے جا بیٹھا۔ اس نے ابتداء ہی میں تین چار گالیاں دے دیں، میں نے برداشت کیا۔

اللہ بخش مست نے گھور کے میری آنکھوں میں دیکھا، کچھ دیر تک دیکھتا رہا، آنکھیں گویا لال لہو۔ اس نے ہاتھ بڑھا کے جھٹکے سے میری چادر اتار دی، میں اب بھی خاموش رہا۔ منہ پر بندھے ہوئے کپڑے کی طرف اس نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے کہا، "مست بابا، میری عزت رکھنا۔"

اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا، اٹھ کھڑا ہوا اور کہا، "اندر آ!" میں اس کے ساتھ اندر چلا گیا۔ دروازہ بند کر کے وہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا، بولا، "کیوں آیا ہے....؟"

"اپنے دوست کی تلاش میں آیا ہوں۔" میں نے ادب سے کہا، "میں نے سندھ کا چپہ چپہ چھان مارا ہے، لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔"

اس نے لال آنکھوں سے گھور کر میری طرف دیکھا۔ آنکھیں آنکھوں سے ملاتے ہوئے بولا، "تو عبدالرحمان ڈاکو ہے نا۔"

میں خوف سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا.... اس کی کرامت کا معجزہ دیکھ کر اعتقاد سے میرا دل بھر آیا۔

اس نے کہا، "اور تو اپنے دوست عارب ماچھی کی

تلاش میں ہے۔" اللہ بخش مست کے متعلق جو کچھ سنا تھا، وہ آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پورا سندھ پیروں فقیروں سے بھرا ہوا ہے، لیکن سائیں اللہ بخش جیسا ڈھونڈے بھی نہ ملتا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، اس کا ایک ایک لفظ درست تھا۔

"تُو سکھر والی پرانی درگاہ کے گدی نشیں میاں سکل پتھارے دار کا آدمی ہے۔"

"بس سائیں، بس!" میں اس کے پیروں میں بیٹھ گیا، میں نے کہا، "اب پتا بتاؤ کہ عارب ماچھی کہاں ہے....؟"

سائیں اللہ بخش نے مجھے کندھے سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ مجھے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھنے کے بعد وہ میرے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اور اچانک زور دار آواز میں بولا، "عارب ماچھی مر گیا ہے، تو بھی سورج غروب ہونے سے پہلے اروڑ سے نکل جا۔"

اس نے کوٹھی کا دروازہ کھولا اور مجھے دھکا دے کر باہر نکال دیا۔ میں گردن جھکا کر پانی کے مٹکوں کے پاس بیٹھ گیا۔

میں سندھ کا بدنام ڈاکو عبدالرحمان ہوں۔ میں، عارب ماچھی اور دوسرے سرکش ڈاکو سکھر والی پرانی درگاہ کے گدی نشین میاں سکل کے سائے میں رہتے ہیں۔ بڑے بڑے خونی اور نامور ڈاکو اس کے پاس سکھ اور سلامتی کی زندگی گزارتے ہیں۔ بہت پہنچ والا بندہ ہے۔ کسی میں ہمت ہی نہیں کہ اس کے بندوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ اس کے سائے میں ایسے ایسے ڈاکو رہتے ہیں جن کا نام سن کر ارد گرد کے شہر اور گاؤں کانپ اٹھتے ہیں۔

عارب ماچھی جیسے ڈاکو کے گم ہونے کی خبر سن کر لوگوں نے خوشیاں منائی تھیں اور میں کچھ عرصے بعد عارب ماچھی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تھا۔

"کیا تمہارے من کی مراد پوری ہوئی....؟"

میں نے اوپر دیکھا، سامنے وہی ماسٹر کھڑا تھا۔ "نہیں۔"

"ایسے نہیں ہو سکتا، اس مست نے پتھر سے پانی نکالا ہے۔"

"تمہارے لیے نکالا ہو گا۔"

"تمہارا تو کرامتوں اور معجزوں پر اعتبار ہی نہیں ہے۔"

"کورا اعتبار کیسے کروں....؟"

"تمہیں کیا کہا مست نے....؟"

"اس نے کہا، تیرا دوست مر گیا ہے۔"

"تو مر گیا ہو گا۔"

"کیسے مر گیا ہو گا....؟" میں نے کہا، "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میرا یار زندہ ہے۔"

"تم غلطی پر ہو دوست، مست کی بات پتھر پر لکیر کی طرح ہے۔"

میں نے غصے میں کہا، "میں تمہیں اور تمہارے مست کو گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔"

"کفر بک رہے ہو، تمہاری بندوق کو فقیر ایک اشارے سے خاک کر دے گا۔"

"آج تمہارے بھرم کی اور میری تلاش کی آخری شام ہے۔"

میں نے رائفل ہاتھ میں تھام لی تو دبلا پتلا ماسٹر میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا، "کیا طاقتور اور

خوبصورت نوجوان ہو، کم سے کم اپنی جوانی پر ہی رحم کھاؤ اور واپس لوٹ جاؤ۔"

ایک لمحے کے لیے میں نے ماسٹر کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا، "کیا مست بتا سکے گا کہ میرا دوست کہاں دفن ہے....؟"

"کیوں نہیں۔" اس نے فخر سے کہا۔ "ارے وہ اللہ کا پیارا بندہ ہے، اسے ستر ہزار فرشتے اروڑ میں چھوڑ گئے تھے۔"

"ستر ہزار فرشتے!"

"ہاں۔" ماسٹر نے بتایا "کچھ سال ہوئے کہ اللہ بخش مست اس فصیل کے سامنے بے ہوش پڑا تھا۔ اس نے کالی قمیص پہنی ہوئی تھی اور قمیص کا گریبان پھٹا ہوا تھا۔ اس کے سینے پر گہرے زخم کا نشان تھا۔

"کالی قمیص، گہرا زخم۔" میں ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ ماسٹر کو دھکا دے کر میں ہجوم کو چیرتا ہوا، اللہ بخش مست کی کوٹھی کے قریب آگیا۔ اس وقت وہ نذرانہ لینے دو نوجوان عورتوں سمیت کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا۔ میں ایک دم اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ عورتیں خوف سے ایک طرف ہٹ گئیں۔ مست نے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ میں نے مست کو بازو سے پکڑا۔ پورا ہجوم اٹھ کھڑا ہوا۔ کسی نے ڈنڈے اٹھائے، کسی نے جوتے ہاتھ میں پکڑ لیے اور کئی لوگوں نے کلہاڑیاں اٹھالیں۔ اللہ بخش مست کو کوٹھی کے اندر دھکا دے کر میں ہجوم کے سامنے رائفل سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔ میں نے انہیں بتایا، "میں عبدالرحمان ڈاکو ہوں۔"

لوگوں پر جیسے برف گر گئی، جو ایک دم آگے بڑھ کے آئے تھے، ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ کسی نے کہا، "اسے چھوڑ دو، مست خود سیدھا کر دے گا۔"

اندر جا کے میں نے کوٹھی کا دروازہ بند کر دیا۔ مست کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس نے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ میں نے خنجر نکال کر اس کے سینے پر رکھا۔

میں نے کہا، "تو جھوٹا ہے، فریبی ہے۔" اس نے جواب میں گالیاں دینی شروع کر دیں۔

میں نے اسے گردن سے پکڑتے ہوئے کہا، "تو عارب ماچھی ہے۔"

اس کی آنکھوں کی آگ ٹھنڈی ہو گئی، ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ اس نے میرا ہاتھ اپنی گردن سے ہٹاتے ہوئے کہا، "پہلی نظر میں تو نہ پہچان سکا۔"

ہم ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ میں نے کہا، "بڑے بہروپیے بن گئے ہو۔"

"بننا پڑا ہے۔"

"واپس نہیں چلو گے....؟"

"بیٹھ تو جاؤ۔" ہم دونوں بیٹھ گئے، جو عرصہ الگ گزرا تھا، بیٹھ کے خوب اس کی باتیں کیں۔ باتیں کرنے کے بعد میں نے کہا، "عارب، تمہارے بن کلہاڑی پر زنگ لگ گیا ہے۔"

"میرے مرید بنو گے....؟" ہنستے ہوئے اس نے کہا۔

"کیوں اپنی چمڑی کے دشمن بنے ہو۔" ہم دونوں ہنس پڑے۔ میں نے کہا، "پہلے تم کہتے تھے، ڈاکا زنی کے بغیر میں مر جاؤں گا، اب کیوں کر زندہ ہو....؟"

اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل

گئی۔ کہا، ”ارے بے وقوف! کیا سندھی صرف کلہاڑی اور بندوق سے لوٹے جاسکتے ہیں۔“

اس نے نیچے بچھی ہوئی چٹائی کا ایک حصہ اوپر اٹھا کر گڑھے میں پڑے ہوئے زیورات اور پیسوں کا ڈھیر دکھایا اور بولا، ”کسی دن آ کے یہ سب لے جانا۔“

میں نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا، ”بہت مال جمع کرلیا ہے!“

اس نے کہا، ”سندھ میں کرامتوں والے پیر بن جاؤ، یا رہزن، ڈاکو، دونوں دھندے ایک جیسے ہیں۔ دونوں میں ایک جیسی کمائی ہے۔“

”کفر بک رہے ہو تم۔“

”میں پیر ہوں، یاد رکھ!“ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”ڈاکو کے لیے قانون ہے، لیکن خود ساختہ کرامتوں والے پیر کے لیے کوئی قانون نہیں۔“

”تجھ سے بحث کرنا شیطان سے بحث کے برابر ہے۔“

”یہ جملہ سننے کے لیے کان ترس رہے تھے، رحمان! پرانے دن یاد آگئے۔“

”نہیں، ابھی اور بھی مال جمع کرنا ہے۔“

”پکڑے نہ جاؤ۔“

”ماہر ہو گیا ہوں۔ اس ڈاکے میں نہ خوف ہے، نہ خطرہ، سادے اور معصوم لوگ ساری جمع پونجی نذرانے کے طور پر دینے آجاتے ہیں۔“

باہر لوگوں میں بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ باہر سے آوازیں اندر آرہی تھیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا، ”یہیں رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے کیا....؟“

”ہاں، جب تک راز، راز رہے گا، میں پیر بنا رہوں گا، نہیں تو تم سے آملوں گا۔“

”میں تمہارا انتظار کروں گا، سائیں اللہ بخش مست۔“

وہ ہنس پڑا، کہا ”یہاں تو لوگ پاگلوں کو پیر، اور دیوانوں کو پہنچا ہوا کہتے ہیں۔“

”اچھا عارب! چلتا ہوں، خوش ہوں کہ تجھے ڈھونڈ لیا۔“

”ٹھہر جاؤ۔“ وہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا، بولا، ”میرا کام خراب کردیا ہے تم نے، اس لیے اب میری ساکھ برقرار رکھنے کے لیے تم سب کے سامنے میرے پیروں پر ہاتھ رکھ کے ایک طرف چلے جانا۔“

ہم ایک دوسرے کے گلے لگ کر وداع ہوئے۔ عارب ماچھی کوٹھی کا دروازہ کھول کر باہر آ کھڑا ہوا۔ لوگوں کی زبانیں تالوؤں سے لگ گئیں، میں باہر آیا۔ عارب کے قدموں میں بیٹھ کر، اس کے پیروں پر ہاتھ رکھے تو لوگوں کا اعتقاد مزید پختہ ہو گیا۔ آواز اٹھی، ”واہ وا، اللہ بخش مست! تو نے عبدالرحمان جیسے ڈاکو کو جھکا لیا۔“

میں اٹھ کھڑا ہوا، گردن جھکائے آگے نکل گیا۔ کسی نے کہا، ”سائیں کی کرامت تو کوئی کوٹھی میں دیکھے!“

فصیل سے ہوتے ہوئے میں نے اروڑ کے تباہ شدہ قلعے کا رخ کیا۔

سورج ڈوب چکا تھا۔ کھنڈروں اور پہاڑوں پر اندھیرے کی کالی چادر چھاگئی تھی۔

❖

اُس کے ہاتھ

مرزا ادیب

وہ نہ جانے کتنی دیر سے چپ چاپ، گم صم، سر جھکائے کمرے کے آخری سرے پر بیٹھا تھا۔ کہاں ہے، کس حال میں ہے، کس ماحول میں ہے، کچھ بھی نہیں جانتا تھا اور جب اس کے ذہن میں ایک چبھن سی ہوئی، تو اس نے بے اختیاری کے عالم میں اوپر سر اٹھایا اور ایک دم سے احساس ہوا جیسے زندگی چلتے چلتے رک گئی ہے اور وہ اک ویرانے میں سانس لے رہا ہے۔ چاروں طرف ایک گہرا، ناقابل فہم دل گرفتہ سناٹا چھایا ہے۔

کئی لمحے وقت کے سمندر میں کوئی سرسراہٹ کیے بغیر بیت گئے۔

پھر اس نے محسوس کیا کہ ایک ملگجی سی روشنی اس کی آنکھوں پر دستک دے رہی ہے۔ یہ اس کی بیوی کی نظر تھی جو اس سے کچھ دور اپنی چارپائی کے پاس چینی کے پیالے میں انگلیاں ڈالے کھڑی تھی۔

وہ اسے برابر دیکھے جا رہی تھی۔

”زاہدہ آمنہ کا نسخہ پیالے میں سے نکال رہی ہے۔ وہ ڈاکٹروں کے نسخے اسی پیالے میں رکھتی ہے۔“

اس کے منجمد ذہن میں ایک گرم رو سرایت کر گئی۔

”آمنہ کے پاپا!“

یہ آواز وہ گزشتہ ستائیس برس سے سن رہا تھا۔ یہ آواز کبھی اس کے سینے میں ایک روشن کرن کی طرح جگمگا جاتی تھی مگر اب یوں لگتی تھی جیسے ایک سوکھا پتہ شاخ سے ٹوٹ کر ایک مدھم سی چیخ کے ساتھ زمین پر گر پڑا ہو۔

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

کیا....؟ یہ وہ خوب جانتا تھا۔ یہی کہ آمنہ کی دوا ختم ہوگئی ہے اور یہ لفظ کہتے ہوئے ایک تہ کیا ہوا کاغذ اس کی طرف بڑھا دے گی۔

اس نے نسخہ پکڑ لیا تھا۔

وہ ابھی تک کھڑی تھی۔ خاموش، مبہوت سی۔

اس نے خیال کیا کہ وہ اس سناٹے ہی کا ایک حصہ ہے جو اس کے چاروں طرف چھایا ہوا ہے۔



وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لا کر نیچے دری پر دیکھنے لگا تھا۔

''آمنہ کے ابا۔''

''ہوں۔ دوا ختم ہو گئی ہے۔ لائے دیتا ہوں۔''

وہ سر جھکائے اس کے قریب کھڑی تھی۔

اس نے اس خمیدہ، نحیف و نزار پیکر کو دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ جب بھی اس کی طرف دیکھتا تھا ایک سوال اس کے ذہن کے کسی گوشے میں تڑپ کر اسے ضرب لگا جاتا تھا۔

''کیا یہ وہی زاہدہ ہے جس کی آنکھیں صبح کی اوس کی طرح چمکتی رہتی تھیں۔ جس کے سیاہ گھنیرے، شاداب بال بادل کی مانند اس کی آنکھوں تلے پھیل جاتے تھے۔ اس عورت نے اس کے ساتھ اس کے گھر میں ستائیس برس بتائے تھے۔ چھ اولادیں دی تھیں جن میں سے صرف آمنہ زندہ تھی باقی سارے بچے ایک ایک کر کے مر گئے تھے اور اب آمنہ....؟

اس نے کمرے کی شمالی دیوار کے ساتھ ایک پلنگ کے اوپر بکھرے ہوئے سبز رنگ کے کمبل کو دیکھا۔

اس کمبل کے نیچے ان دونوں کی امیدوں کا چراغ جھملا رہا تھا۔

یہ کمبل دیکھتے ہی اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

زاہدہ اسے دیکھے جا رہی تھی۔

اسے یقین تھا کہ وہ کوئی ایسی بات کہے گی جو پاگلانہ سی ہو گی۔ ہر مرتبہ بات سن کر وہ بڑے صبر و تحمل کا ثبوت دیتا تھا۔

''رات میں نے اپنی امی کو خواب میں دیکھا تھا۔''

پھر وہی پاگلانہ سی بات۔

''سن رہے ہیں۔''

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میں نہیں جانتی وہ کون سی جگہ تھی۔ پر وہ میری ہی امی تھیں اور.... ان کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔''

''بچہ....؟ کون بچہ۔''

اس وقت اس کی نظریں خلا میں گم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

''میں نہیں جانتی.... وہ کہتی.... میری امی اور وہ بچہ.... دونوں ایک ساتھ قدم اُٹھا رہے تھے اور پھر ان کے ارد گرد پھول ہی پھول نظر آنے لگے۔ دونوں پھولوں میں غائب ہو گئے۔''

وہ خاموش ہو گئی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس عورت کو یہ کیسا وہم ہو گیا ہے کہ ایک بچہ دعا کرے گا تو اس کی بیٹی تندرست ہو جائے گی جیسے وہ خود صحت یاب ہو گئی تھی۔

''تمہیں خبر ہے نا.... شادی سے پہلے میری حالت کتنی نازک ہو گئی تھی۔ امی نے ایک بچے سے کہا۔ ''بیٹا! باجی کی صحت کے لیے دعا کرو میں دیکھ رہی تھی کہ بچے نے اپنے ننھے منے ہاتھ فضا میں پھیلا دیے۔ امی کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور ان کے ہونٹ تھر تھرانے لگے۔ اور پھر....''

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

''میری مانو آمنہ کے ابا۔ تم بھی۔ سنا آمنہ کے ابا....؟''

''پاگل ہے یہ عورت۔'' اس نے دل میں کہا۔

وہ نسخہ ہاتھ میں لیے اٹھ بیٹھا۔

''جا رہے ہو۔ اچھا۔ تم بھی کر دیکھو۔ کوشش تو کرو۔ پورے یقین کے ساتھ۔ میری بچی بچ

جائے گی۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے جو وہ نہیں دیکھ سکا تھا۔

دروازے سے کچھ دور جا کر اس نے پلٹ کر ذرا دیکھا۔ اس کی بیوی دروازے پر کھڑی تھی اور دوپٹہ جو بے خیالی میں نیچے آ گیا تھا، دونوں ہاتھوں سے سر پر پھیلا رہی تھی۔ کتنی ملتجیانہ نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

چلتے چلتے وہ رک گیا تھا۔ ڈاکٹر کا کلینک سامنے دکھائی دے رہا تھا۔

کلینک بند تھا۔

اس نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ دن کے گیارہ بجے تھے۔ کلینک صبح نو سے ایک بجے اور بعض اوقات دو بجے تک کھلا ہوتا تھا۔ گیارہ بجے کیسے بند ہو گیا....؟

کلینک کے دروازے پر ایک کاغذ چسپاں تھا جس پر لکھا تھا۔ "ڈاکٹر صاحب جمعرات کو کلینک کھولیں گے۔"

جمعرات....؟ آج تو منگل ہے۔ دو دن کلینک بند رہے گا۔

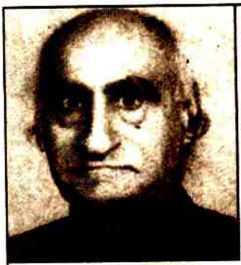
کلینک کے سامنے کھڑا ہونا بے کار تھا۔ تو وہ کدھر جائے، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا مگر وہ چلا جا رہا تھا اور ہر قدم اسے گھر سے دور کیے جا رہا تھا۔

نڈھال ہو کر وہ باغ کے باہر ایک باغیچے پر بیٹھ گیا۔ لوگ آ رہے تھے، لوگ جا رہے تھے۔ خوش و خرم چہرے، آرزو کی حرارت سے تمتماتے چہرے، افسردہ چہرے، مایوس چہرے، نجانے ان میں سے کتنے اس خیال سے فکر مند ہوں گے کہ جب وہ گھر میں جائیں گے تو ان کی بچی مسکرا کر ان کا استقبال کرے گی یا سبز رنگ کے بوجھل کمبل میں چھپی ہو گی۔

یکایک اس نے محسوس کیا کہ اس کے پہلو سے کوئی شے مس کرنے لگی ہے۔

اس نے سر دائیں جانب گھما دیا۔ یہ ایک بچہ تھا جو اپنا بستہ گردن میں ڈالے اس کے پہلو میں چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ارشد بیٹا ان صاحب کو کیوں تنگ کرتے ہو۔"



اردو کے نامور افسانہ و ڈرامہ نگار، نقاد اور ادبی جریدے ادب لطیف کے سابق مدیر میرزا ادیب کا اصل نام دلاور علی تھا اور وہ 4 اپریل 1914ء کو لاہور میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کیا، ابتدا میں شاعری کو ذریعہ اظہار بنایا مگر پھر نثر کو اپنی شناخت بنالیا۔

بزرگ افسانہ نگار محترم میرزا ادیب نے اپنی 82 سالہ زندگی میں اردو کو بہت کچھ دیا ہے۔ نثری ادب کی وہ کون سی صنف ہے جس میں ان کی قد آور شخصیت کی چھاپ نہ ہو، افسانہ، ڈرامہ، سفر نامہ، تنقید، تراجم، تالیفات بچوں کے لیے کہانیاں، غرض ہر صنف میں میرزا ادیب کی گراں قدر تخلیقات اردو کی توقیر میں اضافہ کا باعث ہیں۔ میرزا ادیب کی تصانیف میں صحرا نورد کے خطوط، صحرا نورد کے رومان، دیواریں، جنگل، کمبل، حسرت تعمیر، متاع دل، کرنوں سے بندھے ہاتھ، فصیل شب، شیشے کے دیوار، آنسو اور ستارے، ناخن کا قرض، گلی گلی کہانیاں اور ان کی خود نوشت سوانح مٹی کا دیا شامل ہیں۔ ان کی اعلیٰ ادبی خدمات کے اعزاز میں انہیں صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی عطا کیا۔ 31 جولائی 1999ء کو میرزا ادیب لاہور میں وفات پا گئے۔

یہ ایک نسوانی آواز تھی۔

"معاف کیجیے جناب! یہ بڑا شریر بچہ ہے۔"

یقیناً وہ اس شریر لڑکے کی ماں ہی تھی۔ اس نے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور بیٹا بری طرح ہنستا ہوا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

وہ بینچ پر بیٹھا دونوں کو دیکھتا رہا۔

"آمنہ بھی ایک روز اسی طرح میرے پہلو میں چھپ گئی تھی اور زاہدہ نے اسی طرح اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے تھے۔"

وہ اٹھ بیٹھا اور جلدی جلدی قدم اٹھانے لگا۔

یہ ایک دوائی خانہ تھا اور وہ اس کے اندر جا رہا تھا۔

اس نے چاہا کہ دوائی کا نسخہ بنوالے اور جب اس مقصد کی خاطر اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہاں کوئی کاغذ نہیں تھا۔ اس نے یہی ہاتھ دوسری جیب میں ڈالا۔ وہاں صرف نقدی تھی۔

"نسخہ کہاں گیا....؟"

وہ وحشت زدہ سا باغ والے بینچ کے پاس پہنچا۔ اس کی نظریں نسخہ تلاش کرتی رہیں۔ گھاس اور پتوں کے ڈھیروں پر نسخہ نظر نہ آیا۔

"میں نے نسخہ گم کر دیا ہے۔"

اسے اپنے آپ پر بڑا غصہ آیا اور وہ چکرا کر گھاس کے اوپر بیٹھ گیا۔

بچے اپنے بستے سنبھالے، ہنستے کھیلتے، کبھی آہستہ آہستہ اور کبھی بھاگتے ہوئے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ دو چار دکانداروں سے چیزیں خرید رہے تھے۔

وہ چند لمحوں کے لیے اپنی مایوسی بھول گیا اور دلچسپی سے ان بچوں کو دیکھنے لگا۔

"بچہ ایک آسمانی مخلوق ہے جو زندگی کے آنگن میں خوشیاں پھیلانے کے لیے آتا ہے۔"

یہ فقرہ اس نے نجانے کس جگہ پڑھا تھا اور اس موقع پر اسے بے اختیار یاد آگیا تھا۔

موسم کچھ تبدیل ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ دھوپ کسی قدر پھیکی پڑ گئی تھی۔ ایک بڑی عمر کی عورت ایک بچے کی انگلی پکڑے اس کے پاس سے گزری اور اوپر دیکھ کر جلدی جلدی چلنے لگی۔ شاید اس نے محسوس کر لیا تھا کہ بارش ہونے والی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ گھر سے دور دونوں بھیگ جائیں۔

کوئی خیال، کوئی ارادہ اس کے ذہن میں نہیں تھا۔ بلا کسی مقصد کے چلا جا رہا تھا۔ اچانک ایک مکان کے دروازے پر رک گیا۔

دروازے پر دستک۔

"کون....؟"

"میں۔"

"آجائیے۔"

ایک عورت نے اس کا خیر مقدم کیا۔

"بھائی جان! آج راستہ کیسے بھول پڑے....؟"

"ہاں تمہارے ہاں کافی لمبی مدت کے بعد آیا ہوں۔ سب خیریت ہے نا۔"

"اللہ کا شکر ہے۔ آپ کہیے۔ سنا تھا آمنہ بیمار ہے۔"

"پریشان کر دیا ہے اس کی بیماری نے۔ اس کی دوا لینے نکلا تھا۔"

وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"اب تو محمود پانچ برس کا ہو گا۔ دکھائی نہیں دے رہا۔" یہ بات کہتے ہوئے وہ کچھ گھبرا گیا تھا۔

عورت نے آہ بھری۔

"یہی تو مصیبت ہے بھائی جان! عزیزوں کے دکھ سکھ کا علم ہی نہیں ہوتا۔ میرا محمود پچھلے سال چل بسا تھا۔ اچانک موت ہوئی اور۔"

"ہمیں خبر ہی نہ ہو سکی۔"

"یہی تو میں کہتی ہوں بھائی جان! عزیزوں کو۔"

اور اس نے وہی فقرہ دہرا دیا۔

عورت بتا رہی تھی کہ صبح کے وقت کیسا خوش پلنگ سے اٹھا، کس خوشی سے منہ ہاتھ دھو کر ناشتا کرنے لگا۔ ابھی ناشتا کیا ہی نہیں تھا کہ کہنے لگا امی پیٹ میں درد ہے۔ باپ نے کیمسٹ سے دوا لا کر دی۔ دوا کھا ہی نہ سکا۔

وہ چپ چاپ سنے جا رہا تھا۔ پھر وہ اٹھا اور اپنی عزیزہ کے روکنے کے باوجود دروازے سے نکل آیا۔

اب وہ ایک اور دروازے پر کھڑا تھا۔

"ارشد صاحب! آیئے۔ اندر آیئے۔" اس کے ایک ہم عمر شخص نے اس کا استقبال کیا۔

کمرہ کئی عورتوں اور کئی مردوں سے بھرا ہوا تھا۔

"بڑے اچھے موقعے پر آئے ہیں۔ آپ ارشد صاحب آج ہمارے خالد کی چھٹی سالگرہ ہے۔" خالد کی ماں نے کہا۔

"کہاں ہے خالد....؟" اس نے پوچھا۔

"دوسرے کمرے میں اپنے دوستوں کے ساتھ۔"

وہ اٹھ بیٹھا۔ "خالی ہاتھ آنا مناسب نہیں تھا۔"

کئی آوازیں اسے بیٹھنے پر اسرار کرنے لگیں مگر وہ رک نہ سکا۔

اب چلتے ہوئے اس کے قدم ڈگمگانے لگے تھے۔ فضا میں دھوپ کافی حد تک پیلی پڑ چکی تھی۔ وہ پھر ایک باغ کے باہر چلا جا رہا تھا، ایک بینچ دیکھتے ہی اس کے قدم اس طرف اٹھنے لگے۔

وہ بینچ پر جیسے گر پڑا۔ اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ پانی کا ایک قطرہ اس کی پیشانی پر گرا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

ایک بڑا پیارا بچہ اس کے قریب بیٹھا تھا اور مسکرا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

یہ بچہ اسے بہت ہی پیارا لگا اور عین ان لمحوں میں اس کی بیوی کا چہرہ اس کے سامنے آ گیا۔ جو بزبانِ خاموشی کہہ رہا تھا۔

"یہی وہ بچہ ہے جو ہماری آمنہ کے لیے دعا کرے گا۔"

وہ بچے کے اور قریب چلا گیا۔ اور بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرنے لگا۔

ایک شخص بینچ کے پاس کھڑا بڑی دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

یہ شخص ابھی ابھی کہیں سے آیا ہے اور یقیناً اس بچے کا باپ ہے۔ اس نے دل میں کہا "معاف کیجیے۔ یہ بچہ آپ کا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ یہ میرا ہی بچہ ہے۔ فرمایئے۔"

"کیا کہوں یہ میری بیوی کی خواہش ہے۔ دراصل یہ اس کا ذاتی اعتقاد ہے۔"

"کیا....؟"

"وہ چاہتی ہیں کہ کوئی بچہ ہماری بیمار لڑکی کی شفایابی کے لیے دعا کرے۔ میں آپ کے بچے سے دعا کروانا چاہتا ہوں۔"

"کیسے....؟"

"جی یوں...." اور اس نے بچے کے ہاتھوں کو پھیلا کر انہیں ایک دوسرے سے ملا دیا۔

"کہو پیارے بچے....! اے اللہ آمنہ کو شفا دے

دے۔" اس نے آہستہ آہستہ کہا۔

بچہ خاموش تھا اور بڑی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"صاحب! یہ دعا کیسے کرے گا۔ بے چارا گونگا، بہرا ہے۔"

وہ اسی لمحے اٹھ بیٹھا۔ اجنبی اس سے کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ کچھ بھی نہ سن سکا اور چلنے لگا۔

کئی بازاروں، کئی سڑکوں سے گزر گیا۔ اس کے پاؤں بڑے بوجھل ہو گئے تھے لیکن وہ چلتا جا رہا تھا۔

تیز بارش ہونے لگی اور اندھیرا چھا گیا۔ کسی چیز سے ٹکرا کر وہ رکنے پر مجبور ہو گیا۔

اس کے دل میں اپنی مرنے والی اولاد کا غم تازہ ہو گیا، بیوی کی التجا یاد آ گئی، دن بھر کے تینوں ناکام تجربات کا خیال آ گیا اور اسے محسوس ہوا کہ ایک غار کے دہانے پر کھڑا ہے اور بادلوں کے پرے کے پرے اس کے اندر بڑی تیزی سے اترتے چلے جا رہے ہیں۔

بارش برس کر تھم سی گئی۔ مدھم روشنی ہونے لگی۔

وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ اوپر شاخوں سے پانی کے موٹے موٹے قطرے سے گر گر کر اس کے بکھرے ہوئے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

ایک مرتبہ پھر اسے دن بھر کے تجربات یاد آنے لگے۔ اسے محسوس ہونے لگا جیسے آخری بچے کے ہاتھ دعا کے لیے پھیلا رہا ہے اور اسی لمحے اس کے باپ کے الفاظ اس کے اندر ایک تیر کی طرح اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔

"صاحب! یہ دعا کیسے کرے گا۔ بے چارا گونگا بہرا ہے۔"

درد کی ایک لہر اٹھی اور اس کے سارے جسم میں پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں دکھ کر ایک گہری کیفیت آنسوؤں میں بہنے لگی.... اس کے ہونٹوں پر تھر تھراہٹ آئی۔ اس کے ہاتھ اوپر اٹھے اور اس کے کانوں میں اپنے ہی آنسوؤں سے بوجھل آواز رینگنے لگی۔ "اے اللہ آمنہ کو شفا دے۔" اور اس لمحے جیسے روشنی ایک دم بڑھ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور یک لخت اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ ڈر گیا۔ خوف زدہ ہو گیا۔

یہ اس کے ہاتھ نہیں تھے۔ ایک بچے کے ننھے منے ہاتھ تھے۔

وہ سخت گھبراہٹ اور حیرت میں بھاگنے لگا۔ اور پھر اسے کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔

اب اس نے اپنی آنکھیں کھول دی تھیں۔ یہ ماحول اسے مانوس معلوم ہوا۔ اس کی بیوی اس پر جھکی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا تھا۔ آپ سڑک پر گر گئے تھے۔ لوگوں نے پہچان کر یہاں پہنچا دیا۔"

"آمنہ....." اس کے ہونٹوں سے نکلا۔

"آمنہ کو اللہ نے خطرے سے نکال دیا ہے۔ میں جانتی ہوں آپ نے کسی بچے سے ضرور دعا کروائی ہے۔ کس بچے سے۔" وہ بے اختیار اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا اور اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

"یہ میرے ہاتھ ہیں....؟"

"ہاں ہاں.... کیا ہوا....؟"

"میرے ہاتھ ہیں۔ سچ مچ....؟"

اس کی بیوی حیران ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ وہ لگاتار اپنے ہاتھوں کو دیکھے جا رہا تھا۔

جھوٹا علاج

اے حمید

کسی جنگل میں ایک بندریا رہا کرتی تھی۔ اس بندریا کا ایک بچہ بھی تھا۔ جس سے وہ بڑی محبت کیا کرتی تھی۔ یہ بچہ سارا سارا دن اپنی ماں کے کندھے پر چڑھا رہتا۔ کسی وقت وہ نیچے اترتا اور کچے پکے بیر اور برگدیاں کھا کر دو تین قلابازیاں لگاتا اور ادھر ادھر دوڑتا۔ کہیں کسی پھول کو مروڑتا۔ کسی پودے کو مسلتا اور پھر اپنی ماں سے چمٹ جانا۔

اس کی ماں بھی اپنے بچے کو اپنے سے الگ نہ کرتی تھی۔ اس لیے کہ وہ ابھی کمسن تھا اور جنگل کے راستوں سے بے خبر تھا۔ ایک دن خدا کا کرنا کیا ہوا کہ بندریا اپنے بچے کو ساتھ لے ایک چشمے کے کنارے بے خبر سو رہی تھی کہ اچانک کسی نے ان کے اوپر موٹا سا کمبل ڈال دیا۔

ماں اور بچہ گھبرائے۔ بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ دونوں اس کمبل میں اس طرح جکڑ دیے گئے تھے کہ ذرا بھی نہ ہل سکتے تھے۔ بندریا اور اس کے بچے کو پکڑنے والا آدمی دراصل کسی امیر آدمی کا ڈرائیور تھا۔ جس نے جب بندریا اور اس کے بچے کو سوتے ہوئے دیکھا تو ان پر کمبل ڈال کر ان کو پکڑ لیا۔

ڈرائیور نے انہیں ایک بوری میں ڈال کر اوپر سے منہ کو ذرا ڈھیلا کر کے باندھا اور موٹر میں پھینک کر گھر کی راہ لی۔ کئی میل کا سفر طے کرنے کی بعد موٹر ایک خوبصورت مکان میں داخل ہوئی۔ ڈرائیور نے کار کا دروازہ کھولا ایک موٹا سا آدمی باہر نکلا۔ ڈرائیور نے بندریا اور اس کے بچے کو باہر نکال کر ان کے پاؤں باندھ دیے۔ اب مکان کے برآمدے میں گھر کی مالکن اور نوکرانی بھی کھڑی بندریا کے بچے کو خوشی سے دیکھ رہی تھیں۔

"اچھا کیا آپ انہیں لے آئے، اب ہمارا لال بالکل اچھا ہو جائے گا۔"

بات دراصل یہ تھی کہ اس امیر آدمی کا اکلوتا بچہ بیمار تھا اور بے حد دبلا پتلا ہو رہا تھا۔ کسی نیم حکیم نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ گھر میں کسی بندریا کے بچے کو لا کر رکھ لیں تو ان کا بچہ بڑی جلدی اچھا ہو جائے گا کیونکہ جہاں بندریا کا بچہ ہو گا وہاں کی ہوا بچے کیلئے بڑی فائدہ مند ہو گی۔

اب جناب بندریا اور اسکے بچے کو برآمدے میں ستون کی ساتھ باندھ دیا گیا اور پاس ہی ذرا فاصلے پر بیمار بچے کا پنگھوڑا لٹکا دیا گیا۔ بندریا کا بچہ چونکہ بے زبان تھا۔ اس لیے چپکا اپنی امی کے پاس بیٹھا رہتا لیکن بندریا نے گھر والوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا کیونکہ اس کا دل بڑا گھبراتا تھا اور پھر وہ جنگل میں بچے کو لے جانا چاہتی تھی۔

جب گھر والوں نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے بندریا کو موٹر میں ڈالا اور جنگل میں جا کر چھوڑ آئے۔ اب بچہ اپنی ماں کے بغیر اُداس رہنے لگا۔ پہلے تو وہ خوشی خوشی اپنے ماں کی ساتھ مل کر کھانا کھایا کرتا تھا لیکن اب اس نے کھانا پینا بھی بند کر دیا اور بھوک ہڑتال کر دی مگر اسے یہ بھوک ہڑتال مہنگی پڑی۔ دوسرے ہی دن اسکا دل گھٹنے لگا۔ بے چارے نے فوراً ہی چنے کی تھالی اپنی طرف کھینچ لی اور چنے کھانے لگا۔

اب بندریا کا حال سنیے۔ وہ بیچاری اپنے بچے کے بغیر اُداس ہوئی



تو واپس اس گھر کو چل پڑی جہاں اس کا بچہ قید تھا۔ راستہ تو اسے معلوم ہی تھا۔ ایک دو روز میں پہنچ گئی۔ بھاگ کر بچے کو گلے لگایا۔ بچہ بھی اپنے ماں کو پاس دیکھ کر بہت خوش ہوا اور فوراً اس کے کندھے پر چڑھ کر کودنے لگا۔ اسوقت وہاں کوئی موجود نہ تھا۔

بندریا نے موقع غنیمت جانا اور بچے کو لیکر باہر چل پڑی۔ ابھی چند ہی قدم چلی ہو گی کہ بچہ کندھے سے نیچے گر پڑا۔ پھر سے اٹھایا اور پھر چل پڑی۔ بچہ پھر گر پڑا۔ بیچاری کو اب معلوم ہوا کہ بچہ تو ستون کیساتھ زنجیر سے باندھا ہوا ہے۔ بے بسی کے عالم میں وہیں بیٹھ گئی اور بچے کو سینے سے لگا کر پیار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب گھر کے لوگوں کو بندریا کا علم ہوا تو سب بڑے حیران ہوئے مگر انہوں نے اسے کچھ نہ کہا۔ لیکن بندریا نے پھر اب گھر میں پھر چیزوں کی توڑ پھوڑ شروع کر دی۔

جب اسے رسی سے باندھا جانے لگا تو رسی تڑوا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس نے سامنے سڑک پار والے باغ کے ایک درخت کو اپنا گھر بنالیا۔ اب وہ ہر روز دن میں دو یا تین بار اپنے بچے کے پاس آتی اور اسے پیار کرتی اور گھر سے ایک آدھ چیز توڑ پھوڑ کر واپس درخت کی طرف بھاگ جاتی۔

اسی طرح دو مہینے گزر گئے اور سردیوں کا موسم آگیا۔ بندریا کو سردی لگنے لگی۔ جنگل میں ہوتی تو کسی غار یا کھوہ میں چھپ جاتی۔ شہر میں کہاں جائے۔ اس کے بچے کو اب برآمدے میں سے کھول کر اندر ایک کمرے میں باندھ دیا گیا تھا وہ تو سردی سے بچ گیا تھا۔

مگر ماں کی محبت بچے کو دور رکھنا نہ چاہتی تھی۔ آخر ایک دن اس سے نہ رہا گیا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی اور اسکا بچہ باہر باغ میں باندھا ہوا تھا۔ امیر آدمی کا بیمار بچہ پاس ہی پنگوڑے میں لیٹا ہوا تھا۔ نوکرانی آرام سے کرسی پر بیٹھی اونگھ رہی تھی۔

بندریا آہستہ آہستہ پہلے اپنے بچے کے پاس گئی، اسے پیار کیا۔ اس کی زنجیر کو دیکھا اور لپک کر بیمار بچے کے پنگھوڑے میں کودی اور ایک ہاتھ سے بچے کو جو کمزور ہو گیا تھا گلے سے لگایا اور ایک درخت پر چڑھ گئی۔ نوکرانی ایک دم چونک کر اٹھی اور اس نے شور مچا دیا۔ سارا گھر ایک دم جمع ہو گیا۔

کسی نے کہا۔ "بندریا کو گولی مار کر گرا دو۔"

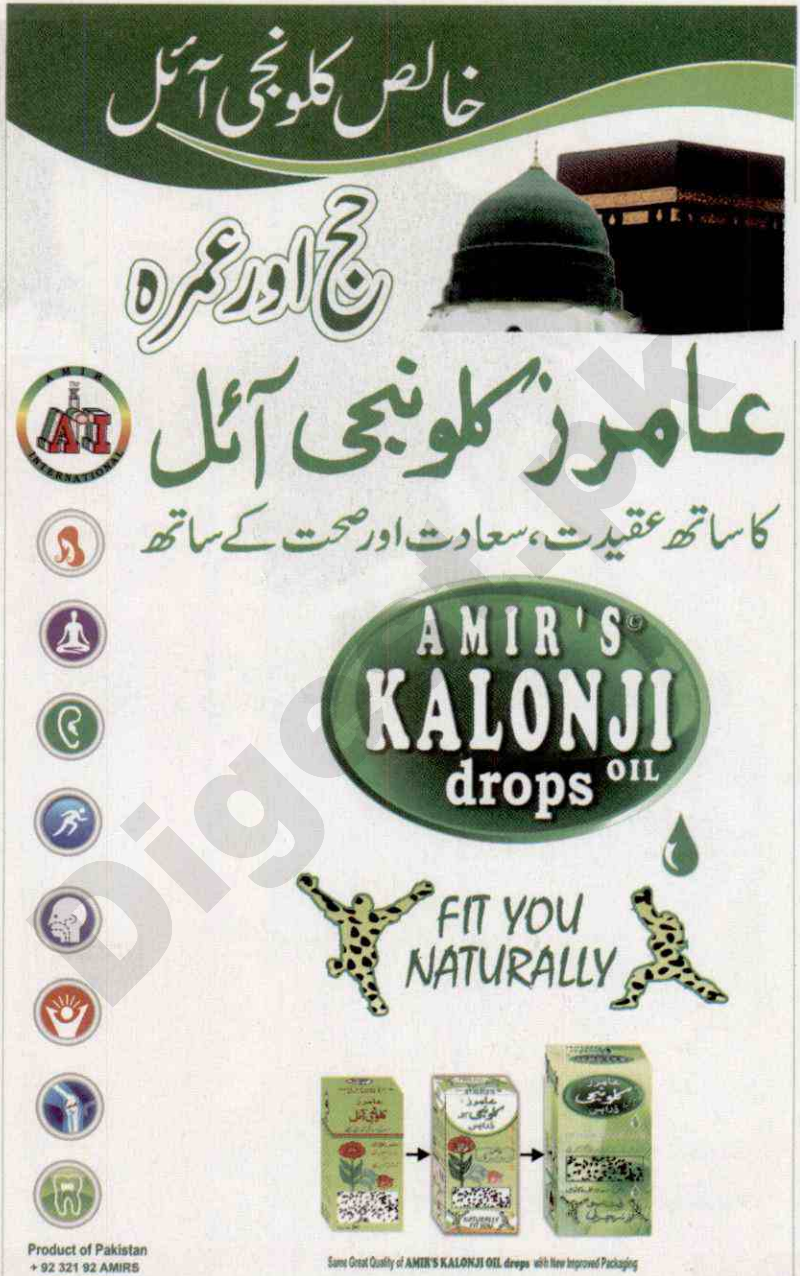
پھر سوچا کہیں انکا بچہ زخمی نہ ہو جائے۔ بچے کی ماں رو رہی تھی۔ باپ الگ پریشان تھا۔ بہن بھائی فکر مند تھے۔ بندریا کو بہتیرا بہلایا پھسلایا پر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی اور بیمار بچے کو لیکر درخت پر بیٹھی رہی۔ آخر بچے کے والد کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے فوراً بندریا کے بچے کی زنجیر کھول دی۔ بچہ آزاد ہو کر درخت کے نیچے آ گیا۔

ادھر سے بندریا نے اپنے بچے کو اور بچہ نے بندریا کو دیکھا، بندریا نے درخت سے اترنا شروع کر دیا۔ گھر کے سارے لوگ پرے پرے ہٹ گئے۔ نیچے آ کر بندریا نے انسانی بچے کو گھاس پر لٹا دیا۔

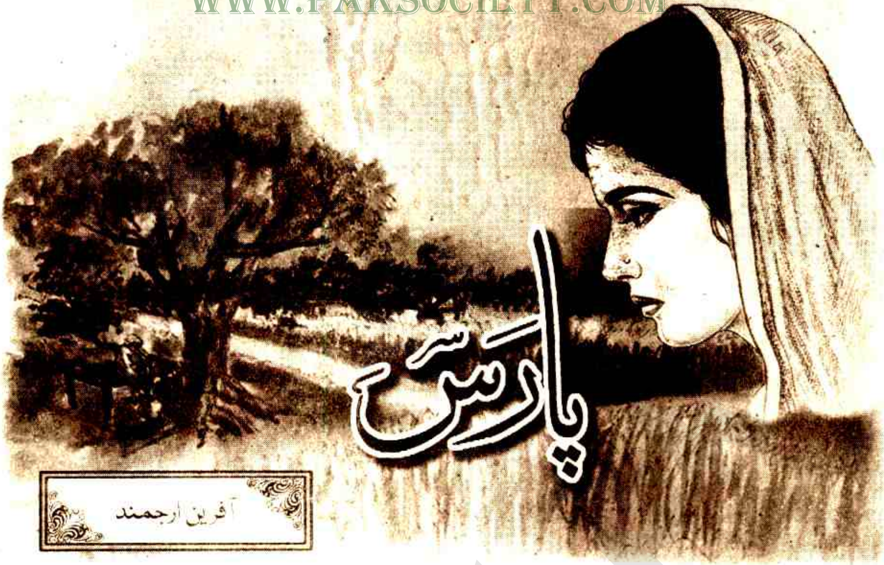
اپنے بچے کو پیار سے گلے لگا کر چوما، اسے کندھے پر بٹھایا اور سڑک پار والے باغ کے درخت کی طرف بھاگ گئی۔ گھر والوں کی جان میں جان آئی۔ ماں اور باپ نے بھاگ کر بچے کو گلے لگا کر پیار کیا اور خدا کا لاکھ شکر ادا کیا کہ بچے کی جان بچی اور وہ انہیں پھر مل گیا۔ اس کے بعد وہ بچہ آہستہ آہستہ صحت مند ہونا شروع ہو گیا۔

شاید وہ بندریا کے بچے کی وجہ سے اچھا نہ ہوا تھا بلکہ ان کی دعاؤں کی وجہ سے اچھا ہوا تھا جو بندریا کے دل سے نکلی تھی کیونکہ اسکا بچہ اسکو مل گیا تھا اور ماں کی ممتا کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

❄



WWW.PAKSOCIETY.COM



کچھ نہیں بلکہ بہت سارے لوگ یہ سوچ رکھتے ہیں کہ مرد ہونا طاقت اور اکرام کا سبب ہے۔ عورت کا وجود کمزوری اور شرمندگی کی علامت ہے۔

ایسا سوچنے والے صرف مرد ہی نہیں ہیں کئی عورتیں بھی اس بات پر یقین رکھتی ہیں۔

بیٹے کی ماں بن کر بعض عورتیں خود کو محفوظ اور معزز خیال کرتی ہیں، بیٹی کی ماں بن کر خود کو کمزور محسوس کرتی ہیں۔ مردانہ تسلط والے معاشرے میں کئی مصیبتوں، دکھوں اور ظلمتوں کے درمیان ابھرنے والی ایک کہانی.... مرد کی انا اور عونت، عورت کی محرومیاں اور دکھ، پست سوچ کی وجہ سے پھیلنے والے اندھیرے، کمزوروں کا عزم، علم کی روشنی، روحانیت کی کرنیں، معرفت کے اجالے، اس کہانی کے چند اجزائے ترکیبی ہیں۔

نئی قلم کار آفرین ارجمند نے اپنے معاشرے کا مشاہدہ کرتے ہوئے کئی اہم نکات کو نوٹ کیا ہے۔ آفرین ارجمند کے قلم سے ان کے مشاہدات کس انداز سے بیان ہوئے ہیں اس کا فیصلہ قارئین خود کریں گے۔

پانچویں قسط:

ننھی پارس جھولے میں لیٹی جھنجھنے کو اپنے ننھے منے ہاتھوں میں دبائے اسے الٹ پلٹ رہی تھی۔ جھنجھنے کے بجنے سے پیدا ہونے والی چھن چھن کی آواز پر پارس کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ جاتی اور وہ خوش ہو کر تیزی سے ہاتھ پیر مارنے لگتی، ساتھ میں اس کی کلکاریاں، ماحول کی خاموشی میں موسیقیت بکھیر دیتیں۔ سکینہ اس کی ہر حرکت پر صدقے واری جاتی

جھولے کو دھیرے سے آگے پیچھے دھکیل رہی تھی۔ساتھ ساتھ ذراسی بھی مچھریا مکھی کی بھن بھن پر وہ دوپٹے کا ایک بڑا سرا ہاتھ میں پکڑ کر اسے ہوا میں لہرانے لگتی اوراپنی دانست میں پارس کو ان حشرات الارض سے محفوظ کرلیتی۔ کبھی جو دوپٹہ پارس کے لگ جاتا تووہ اور زور سے ہنسنے لگتی۔

بس پھر توسکینہ کوایک کھیل مل جاتا۔وہ اس کے چہرے کواپنے دوپٹہ سے ڈھانپ لیتی۔پارس اک دم ساکت سی ہوجاتی۔ اس کے جسم کی حرکت ڈھیلی پڑجاتی اور جب وہ اس کا نام پکارتی توپارس تیزی سے ہاتھ پیرمارنے لگتی۔ اور پھر سکینہ جلدی سے اس کے اوپر سے دوپٹہ کھینچ لیتی۔ اس کی ننھی منی کلکاریاں چھوٹے چھوٹے قہقے بن جاتے۔اور سکینہ کا سیروں خون بڑھ جاتا۔

پارس اب گہری نیند سوچکی تھی۔

سکینہ کو لگا جیسے وہ کسی شوکیس میں رکھی بند آنکھوں والی گلابی رنگ گڑیا کو دیکھ رہی ہے جسے ہاتھ لگاتے بھی ڈر لگتاہے کہ کہیں میلی نہ ہوجائے۔

اسے اپنی قسمت پریقین نہ آتا تھا۔ نہ جانے کون سی نیکی کی تھی جس کے صلے میں رب نے یہ بیش بہا تحفہ اس کے گود میں ڈال دیا۔

اور پھر میرے پیر سائیں کی دعائیں .... ہاشم بابا کی شفقتیں

یہ توبس رب کی دین ہے۔

اس کی رحمت کاسایہ ہے۔

اس کے ذہن میں ہاشم بابا کے الفاظ گونجنے لگے۔

یہ بہت خاص ہے،نوروالی ہے۔

وہ ایک بار پھر گہری نیند میں ڈوبی پارس کو تکنے لگی۔

سچ تو یہ ہے کہ ہاشم بابا کی پارس کی جانب توجہ اس کے لیے سوالیہ نشان بن گئے تھے۔

اس بچی میں ایسا کیا خاص ہے؟ جو مجھے سمجھ نہیں آتا۔وہ پھر اپنے ہی دل کے نہاں خانوں میں جواب کھوجنے لگی۔

اسے لگا،شاید اس کی بیٹی کراماتی ہے نہ جانے کب کوئی معجزہ کوئی کرامت اس کے سامنے آجائے۔

مگر ان ڈیڑھ سالوں میں تو ایسا کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ اس نے دل کے نہاں خانوں سے ملنے والے جواب کو رد کردیا۔

یہ بھی سچ ہے کہ ہماری زندگی میں آنے والی خوشیوں کا دیپ پارس ہی ہے۔شاید اسی کو ہاشم بابا نے خاص کہاہو،وہ خود کو سمجھانے لگی۔

کیا سوچ رہی ہے؟شفیق نے جو اسے اس طرح سوچ میں ڈوبا دیکھا تو پوچھ بیٹھا۔

ہاشم بابا کہتے ہیں کہ یہ بچی بہت خاص ہے۔تو ان کی اس بات کا مطلب کیا ہے....؟ ایسا کیا خاص ہے میری دھی میں....؟

ارے یہ ہماری پیاری بیٹی ہے۔اب اس سے زیادہ خاص بات اور کیاہوسکتی ہے بھلا؟شفیق مسکرا کر بولا۔

وہ تو ہے.... مگر.... پھر بھی

ارے.... کیوں اتنا سوچتی ہے۔اب تو اس خاص کا کوئی اور مطلب ڈھونڈنے کی کوشش مت کر۔ شفیق اسے سمجھانے لگا۔ویسے بھی اللہ والے کسی کا دل نہیں توڑتے۔بابا ہمارا دل رکھنے کے لئے کہہ دیتے ہوں گے۔ وہ ہنس کر بولا

اب ایسی بات بھی نہیں۔اس نے بڑے ناز سے کہا ہے بھی تو لاکھوں میں ایک میری گڑیا۔اس کے لہجے میں جہاں بھر کی چاشنی گھل گئی۔

ہاں یہی خاص بات ہے۔ سمجھی.... ؟

وہ ذرا دیر توقف دے کر بولا کہ ہماری گڑیا لاکھوں میں ایک ہے شفیق نے پارس کو گود میں لے لیا۔

ہم.... شاید صحیح کہہ رہے ہو آپ ۔وہ دھیمے سے بولی مگر اسے شفیق کی بات سے تسلی نہ ہوئی تھی۔

ان کی آوازوں پر پارس نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔

اٹھا دیا ناں اسے، ابھی تو سوئی تھی۔ سکینہ نے خفگی کا اظہار کیا۔

شفیق اس کی بات ان سنی کر کے پارس کو گود میں اُٹھا کر ہوا میں اچھالنے لگا۔

ارے.... یہ اپنے بابا سے کھیلے بغیر کیسے سو سکتی ہے۔ ہے نا.... اس نے پارس کی طرف دیکھ کر کہا جیسے اسی سے پوچھ رہا ہو

جواب میں پارس کی کلکاریاں گونج رہی تھیں جیسے ہاں کہہ رہی ہو۔

پتہ نہیں.... بابا دوبارہ گاؤں واپس کب آئیں گے سنا ہے اس بار انہیں بہت لمبے دورے پر بھیجا گیا ہے۔ شفیق نے اس بار زور دے کر کہا۔

ہاشم بابا طویل عرصے سے گاؤں نہیں آئے تھے۔

چپکے سے چار سال گزر گئے۔ وقت کا پتہ ہی نہ چلا۔ ان کی زندگی کی کتاب کے ان چار پنوں پر لکھی تحریر میں صرف پارس کا نام جگمگا رہا تھا۔ شفیق سویرے تب تک کام پر نہ جاتا جب تک پارس سے چند باتیں نہ کر لیتا۔ وہ اس کی توتلی بولی سن کر خوب محظوظ ہوتا۔ اس کا چہرہ خوشی سے لال ہو جاتا۔ پارس بھی شفیق سے لپٹ لپٹ جاتی۔ اتنے میں سکینہ گھر کا ضروری کام نمٹا لیتی اور شفیق کے جانے کے بعد قائدہ لے کر بیٹھ جاتی جو اس نے خصوصی طور پر شہر سے منگوائے تھے اور پھر کبھی اسے اب پ تو کبھی اے بی سی ڈی پڑھاتی۔ جس طرح اس نے اپنے بابا ماسٹر غلام رسول سے پڑھا اور سیکھا تھا۔ ننھی پارس کبھی شرارت میں ادھر ادھر بھاگتی تو کبھی ماں کی گود سے چمٹ کر لاڈ شروع کر دیتی۔ سکینہ کا بس نہ چلتا کہ اسے گھول کر پورا قائدہ پلا دے۔ ایسے وقت میں وہ پارس کو مصنوعی غصے سے گھورتی۔ پارس جیسے ہی ماں کو ناراض ہوتا دیکھتی جھٹ پورا سبق طوطی کی طرح سنانا شروع کر دیتی اور سکینہ نہال نہال ہو جاتی۔

وہ اسے ماں صدقے ماں واری کہہ کر خود میں چھپا لیتی۔

سکینہ پارس کو لے کر پندرہ بیس دنوں میں ایک بار درگاہ ضرور چلی جاتی تھی۔ وہ اکثر محسوس کرتی کہ پارس عام بچوں کی طرح درگاہ پر شور نہیں کرتی تھی نہ ہی اس کا دھیان کھلونوں یا مٹھائیوں کی طرف جاتا۔ جہاں ماں بٹھاتی وہ خاموشی سے بیٹھ جاتی۔

❖❖❖

میں سوچ رہا ہوں پارس کو قرآن پاک پڑھانے کے لئے صاعقہ کے پاس بٹھا دیتے ہیں۔ گائوں کی اور بچیاں بھی تو جاتی ہیں اس کے پاس۔ شفیق سالن پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

صاعقہ آٹھ معصوم بچوں کی واحد کفیل تھی ۔گھر میں جتنی غربت تھی دل میں غیرت اس سے کہیں زیادہ تھی۔ صائقہ گاؤں کے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتی اور ساتھ ساتھ وہاں لڑکیاں بالیاں سینا پرونا بھی سیکھتیں۔ گاؤں میں قرآن پاک پڑھانے کے پیسے لینا معیوب سمجھا جاتا تھا اس لئے گاؤں والے جو بھی کچھ عقیدت میں اس

کے ہاتھ پر رکھ دیتے، وہ خاموشی سے لے لیتی۔

میں اپنی بیٹی کو خود پڑھاؤں گی۔ سکینہ گرم روٹی اس کی پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولی

وہ تو صحیح ہے پر دیکھ نہ.... ایک تو تیرا وقت بچے گا دوسرے ان کی بھی کچھ مدد ہو جائے گی۔ شفیق نے وجہ بیان کی۔

ہاں یہ بات تو صحیح ہے، پر میں اتنی دیر اپنی دھی سے دور کیسے رہوں گی۔ سکینہ نے کھانا کھاتے کھاتے برابر میں کھلونوں سے کھیلتی پارس کو اپنے قریب کرلیا۔

ارے یہ جو تھا مکان ہے اس کا اور تو کہتی ہے کہ اتنی دور.... شفیق نے اس کی نقل اتاری

میں بھی تو اتنی دور جاتا ہوں پارس کو گھر چھوڑ کر۔

پر آپ تو کام سے جاتے ہو نہ۔ مگر میں تو نہیں رہ سکتی اس کے بغیر.... سکینہ نے فیصلہ سنادیا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ تو تو بھی ساتھ چلی جایا کرنا۔ وہ کونسا تجھے نکال دے گی مگر اسے جانے دے۔ شفیق نے بھی بات منوانے کی ٹھان لی۔

سکینہ خاموشی سے برتن سمیٹنے لگی۔

دیکھ سکینہ....! ہماری بیٹی اب بڑی ہو رہی ہے۔ یہ اپنی ہم عمر بچیوں میں بیٹھے گی ان کے ساتھ کھیلے گی ان میں سے سہلیاں بنائے گی تو اس کے لئے اچھا رہے گا۔ اسے خاموش دیکھ کر شفیق نے سمجھانے کی کوشش کی۔

ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ یہ بات سکینہ کے دل کو لگی۔ وہ کھانے کے برتن سمیٹ کر باورچی خانے کے طرف چل دی اور شفیق پارس کے ساتھ کھیلنے لگا۔

وہ آج اپنی بیٹی کے لئے بہت پیارے مٹی کے کھلونے بنا کر لایا تھا۔ یہ ہاتھی یہ گھوڑا اور یہ دیکھو کیسے چلتا ہے۔ ٹک ٹک ٹک وہ پارس کو گھوڑا چلا کر دکھانے لگا۔

اتنے میں سکینہ گیلے ہاتھ دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے اندر چلی آئی۔ اس کے چہرے پر سوچ کی گہری لکیریں صاف بتا رہی تھیں کہ وہ شفیق کی بات سے پریشان سی ہو گئی ہے۔

شفیق پارس کے ہاتھ میں کھلونا دے کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔

سکینہ ذرا ادھر تو آ....

کیا ہوا۔ وہ وہیں سے بولی

ارے ادھر تو آ کچھ دکھانا ہے تجھے۔

وہ دھیرے دھیرے تھکی تھکی چال چلتی اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی اور باہر جھانکنے لگی۔ چھوٹی سی کھڑکی سے باہر کا منظر کچھ زیادہ واضح نہ تھا۔ ویسے بھی رات کا وقت ہو چلا تھا گانوں میں بجلی تو تھی نہیں کہ گلیوں راستوں میں روشنی ہوتی۔ کچی مٹی اور گارے سے بنے گھروں میں جلتے دیئے ٹمٹماتے تاروں کی طرح ناکافی روشنی باہر پھینک رہے تھے۔ ایسے میں سکینہ آنکھیں پھاڑ کر باہر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔

کیاا ؟؟ اس نے ایسے ہی باہر جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

شفیق اس کے اس انہماک پر مسکرانے لگا۔ دیکھ ہمارے برابر میں جو نمبر دار کی زمین ہے ناں۔

ہاں وہ ترچھی ہو کر دیکھنے لگی۔ خالی پڑی ہے کب سے۔

تجھے پتہ ہے ؟ میں تو کب سے سوچے بیٹھا ہوں برابر والی نمبر دار کی زمین لے لوں اور اپنا کام یہیں شروع کرلوں۔

ہاں یہ تو اچھا ہے ۔پر اس کے لیے تو کافی رقم چاہئیے ہو گی، ہے ناں؟

ہاں بس اسی کے لئے جمع کر رہا ہوں۔

پھر تو گھر کے قریب دکان ہو گی تو میری بیٹی بھی میرے قریب رہے گی۔اس نے خیالوں ہی خیالوں پورا نقشہ کھینچ لیا۔

ہاں وہ تو تب ہو گا جب ہو گا۔سکینہ شفیق کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اس کی بات ٹال گئی

میں کل صاعقہ سے بات کرلوں گی۔اس نے شفیق کو مطمئن کرتے ہوئے کہا

سکینہ نے پارس کو صاعقہ کے پاس قرآن پاک کی تعلیم کے لئے بھیجنا تو شروع کر دیا مگر وہ خود بھی اسے پڑھاتی اس کی پوچھ گچھ کرتی رہتی۔پارس کی بہتر سے بہتر پڑھائی۔سکینہ کی اولین خواہش تھی۔

صاعقہ بھی پارس سے بہت خوش ہوتی۔وہ اس کی خوب تعریفیں کرتی کہ پارس بہت ذہین ہے۔بس ایک دفعہ بتادو باقی خود پڑھتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ وہ صاعقہ سے لگ کر بیٹھ جاتی۔اس سے طرح طرح کے سوال کرتی کبھی تو صاعقہ اسے مطمئن کر دیتی اور کبھی خود ہی سوچ میں پڑ جاتی۔شروع میں صاعقہ کو حیرت ہوتی اتنی چھوٹی بچی کتنی سنجیدگی سے پڑھتی ہے مگر پھر وہ سمجھ گئی کہ پارس بہت زیادہ ذہین ہے اور یہی بات وہ سکینہ سے بھی بار بار کہتی بھی تھی۔

سکینہ تُو بہت خوش نصیب ہے۔ اللہ نے اسے صورت کے ساتھ عقل بھی دی ہے۔ بہت ذہین ہے۔ بڑا نام کمائے گی۔

❖❖❖

دن چڑھ آیا تھا۔سکینہ کا ہاتھ چکی پر تیز تیز چل رہا تھا۔وہ آج سویرے سے گندم پیسنے میں مصروف تھی۔

تھوڑا سا باقی ہے۔وہ گندم کے تھیلے میں جھانک کر منہ منہ میں بڑبڑائی اور وقت کا حساب کرنے لگی

آدھ گھنٹہ اور لگے گا۔

باہر صحن میں پارس اور صاعقہ کی سب سے چھوٹی بیٹی جو اس کی ہم عمر بھی تھی دونوں مل کر پٹو گرم کھیل رہی تھیں ۔پارس کو خوش دیکھ کر سکینہ بھی مطمئن تھی۔ شفیق نے کہا تھا۔

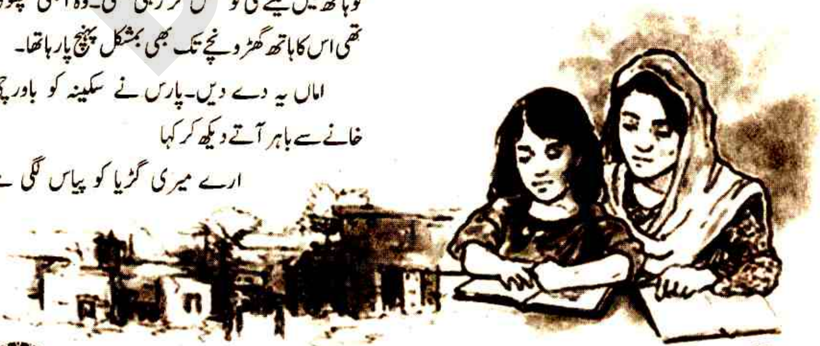
ہاں اپنی ہم عمروں میں میں زیادہ خوش رہتی ہے۔وہ خود سے باتیں کرنے لگی۔

تھوڑی دیر میں وہ کام ختم کر کے باہر نکل آئی۔

اس نے دیکھا پارس گھڑے پر رکھے مٹی کے پیالی کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کر رہی تھی۔وہ ابھی چھوٹی تھی اس کا ہاتھ گھڑونچے تک بھی بمشکل پہنچ پا رہا تھا۔

اماں یہ دے دیں۔پارس نے سکینہ کو باورچی خانے سے باہر آتے دیکھ کر کہا

ارے میری گڑیا کو پیاس لگی ہے



۔سکینہ جلدی سے پیالے میں پانی انڈیل کر اسے پانی پلانے لگی۔

نہیں پانی نہیں پینا۔ وہ گردن نفی میں ہلا کر بولی۔

یہ پیالہ چاہیے۔

خالی پیالہ کا کیا کرے گی....؟اس نے دلار سے پوچھا۔

اپنے پاس رکھوں گی۔پارس بھول پن سے بولی۔

ہاں ناں خالہ ہمیں یہ پیالہ چاہیے۔وہ وہاں جمع کرنے ہیں۔صاعقہ کی بیٹی سدرہ ایک جانب اشارہ کر کے بولی

سکینہ نے دوسری جانب دیکھا تو وہاں چھوٹے چھوٹے مٹی کے پیالے جمع رکھے ہوئے تھے جن میں پارس کے کھلونوں والے پیالے بھی تھے۔

ارے اتنے سارے پیالوں کا کیا کرو گی تم؟

اماں دیں ناں....پارس ضد کرنے لگی

سکینہ نے پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

اب بتاؤ کیا کھیل رہے ہو تم لوگ؟

جب گھر میں پانی آئے گا تو ہم اس سے باہر نکال دیں گیں۔ پارس بولی اور دوڑ کر پیالہ باقی پیالوں کے ساتھ رکھ دیا۔

کہاں سے نکالے گی؟ سکینہ نے دوبارہ پوچھا

جب گھر میں پانی آئے گا تو بابا کے ساتھ مل کر میں اس سے پانی نکالوں گی۔

توبہ توبہ کیسی باتیں کرتی ہے۔یہ کس نے کہا تجھ سے۔

رات میں بابا نے کہا۔پارس بولی

بابا نے....؟سکینہ سمجھی وہ شفیق کی بات کر رہی ہے۔آجائے تو تیرے بابا سے پوچھتی ہوں، یہ کیسی باتیں کرتے ہیں تجھ سے۔سکینہ ڈر گئی۔

لا....مجھے دے میں رکھ دوں۔سکینہ نے پارس سے پیالہ واپس لینے کی کوشش کی۔

نہیں۔یہ میں نہیں دوں گی۔پارس نے پیالہ گود میں چھپالیا اور اندر بھاگ گئی۔

بظاہر بات کچھ بھی نہیں تھی مگر نہ جانے کیوں سکینہ کو بے چینی ہونے لگی۔

پتہ نہیں شفیق نے بچی سے ایسا کیوں کہا۔پتہ نہیں کہا بھی کہ نہیں۔مگر پارس جھوٹ نہیں بولتی اس نے خود اپنے خیال کی نفی کی۔

کم سے کم بچی سے تو ایسے نہیں کہنا چاہیے ناں....

سارا دن اسی سوچ میں شفیق کے آنے کا انتظار کیا۔

سنو جی....! کیا آپ نے پارس سے کہا تھا کہ گھر میں پانی آئے گا....؟میں تو ہول ہی گئی۔شفیق کے گھر میں گھستے ہی سکینہ نے بے چینی سے سوال کیا

نہیں، میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔

تو پھر، وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی؟ سکینہ نے اسے ساری بات بتادی۔

اوہو، اتنی سی بات ہے، میں سمجھا پتہ نہیں ایسا کیا ہو گیا۔وہ وہیں چارپائی پر نیم دراز ہو گیا۔

ارے تُو وہم نہ کیا کر۔کوئی برا خواب دیکھ لیا ہو گا اس نے یا پھر کسی سہیلی نے اسے کوئی کہانی سنادی ہو گی۔

مگر پارس جھوٹ نہیں بولتی مجھے پتہ ہے۔سکینہ نے وکالت کی

میں نے کب کہا کہ اس نے جھوٹ بولا۔شفیق اٹھ بیٹھا۔میں تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ تُو خوا مخواہ دل کو مت لگا۔ویسے بھی اس عمر میں بچے بڑے حساس ہوتے ہیں۔ہو سکتا ہے سہلیوں نے کوئی قصہ سنایا ہو یا کوئی بات ہوئی ہو جس کا اثر لے لیا اس نے اور بس۔

شفیق نے ایک ہی سانس میں اپنے تئیں ساری بات کی وضاحت کر دی تھی جس کا سکینہ پر کوئی اثر نہ ہوا۔

سچ کہوں تو مجھے وہم ہو رہا ہے ویسے بھی آج کل ندی کا پانی خوب چڑھا ہوا ہے۔ اگر کچھ ہو گیا تو....

ارے کیا ہو گیا ہے تجھے؟ یہ پانی تو مہینے سے چڑھا ہوا ہے اور ہر سال چڑھتا ہے۔ مگر ہر سال سیلاب تو نہیں آتا ناں اور ویسے بھی آج چوپال میں بھی یہی باتیں ہو رہی تھیں، سب لوگ مطمئن ہیں۔

پنچائیت نے خاص طور پر اطمینان کا اظہار کیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ حکومت کا بندہ دیکھ کر گیا ہے۔ ہماری طرف کا بند بہت مضبوط ہے اتنا دباؤ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ شفیق نے اسے تسلی دی۔

بلا عذر انکار کرنا بھی مناسب نہ تھا اس لئے گاؤں والوں کے ساتھ شفیق اور سکینہ بھی جانے کے لیے تیار تھے۔

صبح کی نکلی برات دن چڑھے گاؤں پہنچی۔ لڑکی والوں نے گاؤں کے رواج کے مطابق برات کا پرتپاک استقبال کیا۔ مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ چھوڑی لڑکی والے تھے کہ بچھے جا رہے تھے۔ شاداں کا چہرہ دلہن کا بھاری اور قیمتی زیور دیکھ کر باغ باغ ہوئے جا رہا تھا۔ وہ جس سے ملتی یہی کہتی نظر آتی۔

میں نہ کہتی تھی جس کے گھر میں دودھ اور پوت ہو اسے کوئی دکھ نہیں ہوتا۔

اس کی بات سن کر کوئی ہاں میں سر ہلا دیتا تو کوئی دل جلا لیتا۔ تمام رسمیں پورا کرتے کرتے شام ہو چلی تھی کہ خبر ملی ندی کا بند اچانک نامعلوم وجہ سے ٹوٹ گیا ہے جس کی وجہ سے گاؤں میں پانی داخل ہو گیا ہے۔ بہاؤ شدید ہونے کی صورت میں سیلاب کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ وہاں ہر طرف افراتفری مچ گئی تھی۔ کسی کو گھر کی فکر تھی تو کسی کو سامان کی۔ کوئی اپنے گھر والوں کے لئے پریشان ہو رہا تھا۔ کسی بھی طرح جلد سے جلد واپسی کا انتظام کیا گیا۔ سکینہ اور شفیق نے بھی چاہا کہ وہ گھر کی خبر لے۔ مگر صاعقہ نے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ بہتر ہے انتظار کر لیا جائے سب اللہ پر چھوڑ دو اور یہیں رک جاؤ صبح کا انتظار کرو۔

چارو ناچار وہ وہیں دیگر لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہے۔

چہ منگوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔ بظاہر موسم کے آثار بالکل بھی ایسے نہ تھے اور بند بھی مضبوط تھا۔ یہ ضرور چودھریوں کی کوئی سازش ہے۔ ایک دھیمی سی آواز ابھری۔

ششش.... چپ۔ اصل بات تو بعد میں پتہ چلے گی۔ خاموش کرانے والی آواز اس سے زیادہ اونچی تھی۔

پانی کے دباؤ میں کچھ کمی آئی تو گھر کا رخ کیا گیا۔ راستے سے گزرتے پہچان ہی نہیں پڑ رہی تھی کہ وہی راستہ ہے جہاں سے ایک دن پہلے بھنگڑا اڈالتے خوشی کے ڈھول بجاتے شادیانے گاتے ایک برات گزری تھی۔ اب اسی راستے پر کچی مٹی کئی مکان زمین بوس ہو چکے تھے کئی مکانوں کی دیواریں اکھڑ چکی تھیں۔ لوگ گھٹنوں گھٹنوں پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ننھے بچے مردوں کے شانوں سے لٹکے ہوئے تھے۔

ان دونوں نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی کہ نہ جانے گھر کا کیا حال ہو گا....؟

گھر میں داخل ہو کر جو منظر اس کے سامنے تھا اسے دیکھ کر دونوں کو جیسے سکتہ سا ہو گیا وہ رب کا جتنا شکر ادا کرتے کم تھا۔ معجزاتی طور پر سب کچھ محفوظ تھا۔ پانی ٹخنوں کو بھی بمشکل چھو رہا تھا۔ وہ دونوں بے یقینی

کے عالم میں کمرے میں دوڑے، اپنے چھوٹے سے گھر کا جائزہ لے لیا۔ مگر کوئی خاص نقصان سامنے نہیں آیا۔

یہ تو معجزہ ہے، مالک کا احسان ہے۔ شفیق کی آواز رندھ گئی تھی۔

اسے اپنی دکان کا خیال آیا جہاں باہر بھیجا جانے والا سامان تیار پڑا تھا۔

میں دکان کی خبر لیتا ہوں۔ شفیق جلدی سے گھر سے باہر نکلا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ سامنے سے آتے چند دوستوں نے خبر دی کہ اس کی دکان پوری طرح ڈوب گئی ہے۔

گھر اس ناگہانی آفت سے مکمل محفوظ رہا تھا لیکن اس کی دکان مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی۔ پانی سامان کے ساتھ وہ رقم بھی بہالے گیا تھا جو شفیق نہ جانے کب سے نئی دکان کے لئے جمع کر رہا تھا۔ اسے اب نئے سرے سے سب کچھ شروع کرنا تھا۔ پھر بھی وہ شکر گزار تھا رب کا کہ اس کا گھر اور گھر والے محفوظ تھے ورنہ تو ایسے کئی تھے جن کے گھر اور روزگار دونوں ہی از سر نو شروع ہونے تھے۔

کچھ دن تو سکینہ کے پاس موجود جمع پونجی سے نکل گئے۔ سکینہ کے پاس بھی زیادہ رقم جمع نہ تھی کچھ رقم وہ پچھلے ہی ہفتے زرینہ کو نئی مشین خریدنے کے لئے ادھار دے چکی تھی۔ گاؤں کی اکثریت کی مالی حالت تباہ ہو چکی تھی اس لئے کسی سے بھی مالی امداد کی توقع فضول تھی۔

کیوں پریشان ہو اب....؟ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ شفیق کو تھکا ہارا دیکھ کر اسے تسلی دینے لگی۔

میں ٹھیک ہوں۔ اس کے لہجے میں اداسی تھی وہ چارپائی پر سیدھا لیٹ گیا۔

کاش اس وقت وہ کچھ کر پاتی۔ اس نے دل سے رب کو پکارا۔

اماں اماں .....! مجھے گڑیا سے کھیلنا ہے۔ پارس سکینہ کے دوپٹے کا کونہ پکڑ کر جھول گئی اور وہ جیسے دنیا میں واپس آ گئی۔

اب اسے کیا سوجھی....؟ اچھا اچھا لا دوں گی.... اس نے پارس کو بہلایا۔

نہیں ابھی چاہئے.... پرانی والی۔ پارس نے ضد کی

پرانی والی .... سکینہ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ ارے کہاں سے ڈھونڈوں وہ پرانی والی....؟ سکینہ کو یاد آیا پچھلے سال زرینہ نے ایک کپڑے کی گڑیا پارس کے لیے سی کر دی تھی۔

تب تو پارس نے اس میں کوئی دلچسپی نہ لی تھی۔ سکینہ نے وہ گڑیا کسی صندوق میں ڈال دی تھی۔

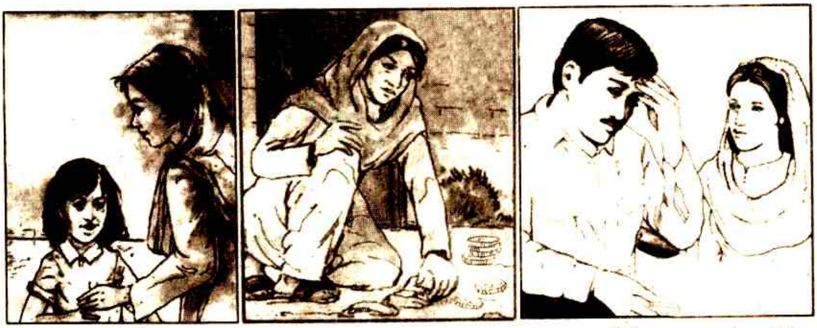
مگر اب اچانک اسے کیوں یاد آ گئی....؟

نہیں ابھی چاہیے ابھی۔ پارس کی ضد زور پکڑ گئی۔

اچھا ڈھونڈتی ہوں۔ وہ اس کی ضد سے مجبور اٹھ کر اس کی گڑیا ڈھونڈنے لگی

بچوں کے دماغ کا بھی کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ پتہ نہیں کب کیا چاہیے۔ نہ جانے کہاں رکھی ہے۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی سارے صندوق الماری چھاننے لگی۔ اس نے پلنگ کے نیچے جھانک کر دیکھا۔ وہاں پرانے کپڑوں کا صندوق رکھا تھا۔ شاید اسی میں ہو۔ اس نے گھسیٹ کر صندوق باہر نکال لیا اور بیزاری سے اس میں رکھے پرانے کپڑے جھاڑنے لگی۔ اس وقت اس کا دماغ شفیق کی پریشانی میں الجھا ہوا تھا۔

صندوق پلنگ کے نیچے پڑا تھا شاید اس وجہ سے کپڑوں میں سیلن آ گئی تھی۔ وہ جلدی سے سارے کپڑے



نکال کر دھوپ میں لے آئی۔ کپڑے نکالتے ایک چادر پر اس کے ہاتھ رک گئے۔ یہ وہی مجذوب کی اونی چادر تھی جس میں اس نے پارس کو لپیٹا تھا۔ سکینہ کی نظروں کے سامنے سارا منظر ایک فلم کی طرح گھوم گیا۔

ہاشم بابا، میرے پیر سائیں۔ بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔ وہ مسکرا دی۔ اس نے دل ہی دل میں بابا کو سلام پیش کیا۔

چادر میں بھی ہلکی سی نمی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے لپٹی چادر کو سکھانے کے لئے کھول کر جھاڑا۔ سورج کی روشنی میں ایک چمک سی اس کی آنکھوں میں پڑی اور چھن کی آواز کے ساتھ ہی نیچے زمین پر کچھ گرا۔ وہ جھک کر دیکھنے لگی اس کے پیروں کے پاس کچھ گرا تھا۔

سکینہ نے جھک کر غور سے دیکھا۔ وہ چند لمحوں تک انہیں یونہی دیکھتی رہی۔ حیرت سے اس کے آنکھیں اسی چمکدار چیز پر ٹک گئیں۔ اس نے آہستہ سے ہاتھوں میں اٹھا کر غور سے دیکھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

سنو جی۔ وہ شفیق کی طرف تیزی سے پلٹی جو ابھی تک چارپائی پر آنکھیں موندھے لیٹا ہوا تھا۔

ارے اٹھو نا.... دیکھو تو یہ کیا ہے....؟ اس کے لہجے میں حیرت واستعجاب کے ملے جلے جذبات تھے۔

آواز میں کپکپاہٹ صاف جھلک رہی تھی۔

کیا ہوا....؟ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

پارس کے کہنے پر میں اس کے لیے گڑیا تلاش کرنے گئی تھی۔ وہ گڑیا تو ابھی تک نہیں ملی لیکن اس تلاش میں یہ سکے ملے ہیں۔

دیکھو سکینہ نے بند مٹھی اس کی ہتھیلی میں کھول دی۔ شفیق نے سونے کے سکوں کو غور سے دیکھا

یہ تیرے پاس کہاں سے آئے۔

یہ۔ اس میں سے اس نے لرزتے کانپتے انگلی سے چادر کی طرف اشارہ کیا۔

مطلب....؟

پارس کے کہنے پر گڑیا تلاش کر رہی تھی اس دوران کپڑوں میں یہ سکے مل گئے ہیں۔ سکینہ بمشکل بول پائی

شفیق سکوں کو رگڑ رگڑ کر پھر کان کے قریب لے جا کر بجا کر دیکھنے لگا۔

یہ تو اصلی ہیں۔ میرا مطلب اصلی سونے کے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو بے یقینی سے تک رہے تھے۔

جاری ہے



عقل حیران ہے.....!

سائنس خاموش ہے.....!

دلچسپ، عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات و آثار سائنس جن کی حقیقت سے آج تک پردہ نہ اُٹھا سکی.....

انسان سائنسی ترقی کی بدولت کہکشانی نظام سے روشناس ہو چکا ہے، سمندر کی تہہ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔ زمین کے بطن میں اور ستاروں سے آگے نئے جہانوں کی تلاش کے منصوبے بنا رہا ہے۔ یوں تو سائنس نے انسان کے سامنے کائنات کے حقائق کھول کر رکھ دیے ہیں لیکن ہمارے ارد گرد اب بھی بہت سے ایسے راز پوشیدہ ہیں جن سے آج تک پردہ نہیں اٹھایا جا سکا ہے۔

آج بھی اس کرۂ ارض پر بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں اور کئی آثار ایسے موجود ہیں جو صدیوں سے انسانی عقل کے لیے حیرت کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جن کے متعلق سائنس سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

ایل ڈورا ڈو.....سونے کا شہر

سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات اور قیمتی موتی، انسان کی ہوس اسے ان اشیاء کے حصول پر مجبور کرتی ہے۔ ان کوششوں میں بعض اوقات اپنی جان کے لالے بھی پڑ جاتے ہیں، کبھی انسان درندگی کے شرمناک مظاہرے بھی کرتا ہے۔

سولہویں صدی عیسوی میں مغرب کی ہوس زر نے مشرق اور مغرب بعید پر چڑھائی کرائی۔ اس زمانے میں قزاقوں کے درمیان عقل کو حیران کرنے والی



روایات پھیلی ہوئی تھیں کہ جنوبی امریکہ میں ایل ڈوراڈو El Dorado، نام کی ایک سنہری سرزمین ہے ۔ جس کے فرش و در ودیوار سونے کے ہیں، یاقوت وزمرد اور پکھراج اس کے گلی کوچوں میں بے مایہ پتھروں کی طرح بکھرے پڑے رہتے ہیں۔ وہاں کی مٹی بھی سونا ہے اور پانی بھی سونا، ہر طرف سونا ہی سونا ہے۔

یہ سرزمین کہاں ہے اور کدھر ہے.....؟ یہ کسی کو نہیں معلوم۔ بہت لوگ اس کی تلاش میں نکلے اور بہتوں نے اس تلاش میں جان گنوائی مگر نہ اس سرزمین کا سراغ ملا نہ سونے کی جھلک نظر آئی۔

اس شہر سے وابستہ داستانوں کی ابتداء جنوبی امریکا کے ملک کولمبیا سے ہوتی ہے، کولمبس کے ہاتھوں براعظم امریکا دریافت کے بعد سولہویں صدی کے ابتدائی حصے میں جب ہسپانیہ کے حملہ آور (جنہیں کونکونستاڈور conquistador کہا جاتا تھا) اس نئی دنیا میں پہنچے تو انہوں نے وہاں کے قدیم باشندوں (جن کو وہ ہندی سمجھتے تھے) کی بہت سی حیرت انگیز اور عجیب و غریب باتیں دیکھی اور سنیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان وحشی ریڈ انڈین قبائل کے ہاں سونے کی اشیاء کی اس قدر فراوانی ہے کہ جیسے مغربی دنیا میں لوہے کی اشیاء کی۔ انہوں نے ان قبائل کا محاصرہ کرلیا۔ ریڈ انڈینز بے چارے ایسی مخلوق کو پہلی مرتبہ دیکھ رہے تھے جس کے پاس چار ٹانگوں والا پھرتیلا سواری کا جانور (گھوڑا) تھا۔ انہوں نے بیل گاڑی کے پہیوں کی شکل اور جسامت کے سونے کے بڑے بڑے گول چکر ان ہسپانیوں کی خدمت میں پیش کیے تاکہ وہ ان علاقوں سے چلے جائیں مگر ان کو یہ حرکت بڑی مہنگی پڑی۔ ہسپانویوں نے اتنا سونا دیکھا تھا تو ان کی رال ٹپک پڑی اور پھر ان ریڈ انڈینز کا وہ حشر ہوا کہ توبہ ہی بھلی۔

ہسپانوی لٹیروں نے شمالی اور جنوبی امریکا کے سادہ لوح ریڈ انڈینوں سے پہلے پہل تو شیشے کے چمکدار ٹکڑوں کے عوض سونے کی اشیاء کا تبادلہ کیا۔ کیونکہ ریڈ انڈین یہ جانتے ہی نہیں تھے کہ سونے کی ایک پیلی دھات نے سفید چمڑی والوں کے ہاں کس قدر طوفان مچار کھا ہے۔ وہ شیشے کے چمکدار ٹکڑوں کو زیادہ قیمتی خیال کرتے رہے۔ مگر ہسپانوی اس سستے سودے پر مطمئن بھی نہیں تھے۔ بس ہوس تھی تو یہ کہ سونے کے تمام ذخائر پر قبضہ کرلیا جائے۔ ہسپانویوں نے لاطینی امریکا کے قدیم باشندوں سے بہت زیادہ سونا اکٹھا کیا کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اس سرزمین پر سونے کے بے اندازہ ذخیرے کہیں موجود ہیں۔

ایل ڈوراڈو شہر کے حوالے سے سن گن پہلی بار 1531ء میں ملی، جب اس شہر کے مہا پجاری سے ملاقات کا ذکر ہسپانوی فوج کے ایک لیفٹیننٹ مارٹی نیز Martinez نے کیا، اس کا اصل نام ڈائیگو ڈی اورڈاز Diego de Ordaz تھا۔

اس کا بیان ہے کہ وہ ایک سمندری سفر پر کولمبیا جارہا تھا کہ ایک مقام پر اس کا بحری جہاز غرقاب ہو گیا تاہم الف لیلیٰ والے سندباد کی طرح لیفٹیننٹ مارٹی بھی بچ گیا، ساحل پر آنکھ کھلی تو خود کو ایک ایسے قبیلے میں پایا جس کا نام اسے بعد میں میوئسکا اور اس کے سردار کا نام، جو قبیلے کا مہاپجاری بھی تھا، ایل ڈوراڈو بتایا گیا،(بعد میں باہر کی دنیا میں اس شہر کا نام بھی



ایل ڈوراڈو ہی مشہور ہوا)۔ لیفٹیننٹ مارٹی نے واپسی پر آکر بتایا کہ یہ ایک سونے کا شہر ہے، جہاں ہر شے سونے کی ہے، اس کے بادشاہ ایل ڈوراڈو نے اس کی خوب خاطر تواضع کی۔

سیبسٹیان ڈی بین الکازر Sebastin de Belalczar ان ہسپانوی میں سے ایک تھا جنہوں نے ایک نئی دنیا دریافت کرنے کے بعد لاطینی امریکا میں سلطنت قائم کرلی۔ وہ ہسپانوی فاتح فرانسسکو پیزارو کا چیف لیفٹیننٹ تھا، اس نے چند سرخ ہندی یا انڈین باشندوں کی زبانی سن کر ان کی دیومالائی اور لوک داستانیں قلمبند کیں۔ ریڈ انڈینز کے مطابق....

''ہزاروں برس قبل زمین پر نہ جانور تھے نہ انسان، چاند دیوتا کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپک کر زمین پر گرا اور جھیل گوآتاویٹا وجود میں آئی۔ جو مقدس جھیل مانی جاتی ہے۔ چبچا قبیلے کے سرخ ہندی اسے قدرت کا تحفہ سمجھتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ اس جھیل کی تہہ میں ایک دیوی مہیب اژدھے کی صورت میں سو رہی ہے، جو شخص اس جھیل کے ساکن پانی کو چھوتا ہے وہ اس دیوی کی نیند میں خلل ڈال کر جگا دیتا ہے اور پھر زندہ لوٹ کر نہیں آتا۔ ایک مرتبہ چبچا قبیلے کی ملکہ اور شہزادی بھی اسی طرح غائب ہوگئے، چنانچہ اس دیوی کے قہر سے بچنے کے لیے ہر سال چبچا قبیلے کا بادشاہ، اس دیوی کے لیے نذرانے چڑھاتا ہے جو آہستہ آہستہ ایک باقاعدہ رسم کی صورت اختیار کرگیا۔ بعد میں آنے والے ہر بادشاہ نے اس رسم کو زندہ رکھا۔ یہ رسم کچھ یوں تھی کہ سردار گوآتاویٹا دیوی کی قربان گاہ پر حاضری دیتا اور وہاں نذرانے چڑھاتا۔ یہ رسم ایک بڑی جھیل کے عین درمیان میں ادا کی جاتی۔ جہاں ایک بجرے کے ذریعے پہنچا جاتا تھا، یہ بجرا اندر سے گہرا رکھا گیا اور اسے قیمتی اشیاء سے سجا دیا گیا۔ اس موقع پر سردار کو خوش گوار عطریات اور تیل سے نہلایا جاتا اور اس کے جسم پر سونے کے ذرات اس قدر ملتے ہیں کہ اب وہ سونے کا ایک جیتا جاگتا انسان نظر آتا تھا۔ چنانچہ اسے ''ایل ڈوراڈو'' (سونے سے بنا ہوا) کا لقب دیا گیا۔ پھر اسے بجرے میں سوار کر دیا جاتا اور اس کے قدموں میں سونے کا ڈھیر، جواہرات وغیرہ رکھ دیے جاتے، وہ اس میں گھٹنوں تک ڈوب جاتا۔ بجرہ دھیرے دھیرے ساحل سے جھیل کے وسط تک ایسے مقام پر پہنچ جاتا تھا جہاں سے اس کا فاصلہ ساحل سے ہر طرف یکساں تھا۔ یہاں پہنچ کر ایل ڈوراڈو قدموں میں لگا سونے جواہرات کا ڈھیر پانی میں گرا

دیتا اور اس کے بعد خود بھی پانی میں ڈبکی لگا دیتا اور اس کے جسم سے سونے کے ذرات پانی میں پھیل جاتے، پھر بجرہ آہستہ آہستہ ساحل کی سمت آتا۔ اس رسم سے واپس لوٹنے وال ایل ڈوراڈو دیوتائوں کا چہیتا اور سردار کہلاتا۔

یہ کہانی سن کر سونے کے مہم جو متلاشی جوق در جوق عازم امریکا ہوئے جبکہ ان کے پہنچنے سے بہت پہلے ہسپانوی فاتحین (Conquistadores) نے میوئسکا قبیلے کے سونے کے ذخائر ان سے چھین چھان لیے تھے۔ یہ سونا اور جواہرات اہل قبیلہ بیرونی دنیا کے ساتھ تجارت یعنی مال کے بدلے مال کی صورت میں حاصل کر کے جمع کیا کرتے تھے۔ ہسپانیوں نے قبیلے کے علاقے بھی اپنے قبضے میں لے لیے، معصوم قبائلی یا تو مارے گئے یا ہجرت کر گئے یا رعایا بنا لیے گئے۔ ان کا علاقہ، جو ان کی دیوی گوآٹاویٹا کے نام پر ہے، آج بھی کولمبیا کے علاقے بوگوتا میں موجود ہے۔

سونے کے حصول کے لیے ہسپانوی قزاق کو رٹیز Cortez میکسیکو کے ازٹک قبائل پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے ایک ایک اژٹک قبیلے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، لیکن سونے کے اصل ذخائر کا پتہ نہ چل سکا۔ اس دوران پورے یورپ میں انڈین اقوام کے پاس سونے کے ناقابل تصور ذخائر کی خبر پھیل چکی تھی۔ پھر کیا تھا لٹیروں کے گروہ در گروہ بہتی گنگا سے ہاتھ دھونے کو تیار ہو گئے۔

کتنے ہی لوگ اس تلاش میں نکلے۔ سونے کی تلاش میں بہت خاک چھانی، دربدر کی ٹھوکریں کھائیں مگر ایلڈوراڈو کا پتہ نہ پایا۔ ان کی مہمات کے دوران ہر بار ایسا لگتا تھا کہ بس اب پہنچنے ہی والے ہیں، ایلڈوراڈو بس چند قدم کے فاصلے پر ہے، اگلی پہاڑی یا اگلے دریا سے آگے۔ مگر وہ اگلی پہاڑی یا اگلا دریا بھی ریگستان کے سراب کی طرح نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ ایلڈوراڈو بھی کسی خوابوں میں ہی بسا رہا، حقیقت بن کر نظروں کے سامنے کبھی نہ آیا۔

1536ء میں ایک سپاہی ”گونزالوڈی قوئی ساڈا“ اپنے ہمراہ چھ سو سپاہی اور 85 گھوڑے لے کر سونا لوٹنے نکل کھڑا ہوا۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ جنوبی امریکا میں اینڈیز پہاڑوں میں ایک بے پناہ دولت مند تہذیب موجود ہے جس کا بادشاہ ”ایل ڈوراڈو“ ہے۔ وہ اپنے جسم پر سونے کا برادہ چھڑک کر سونے اور جواہرات ساتھ لے کر ایک مقدس جھیل گواٹاویٹا میں جاتا ہے اور یہ سب کچھ دیوتاؤں ے نام پر پانی میں پھینک دیتا ہے۔ قوئی ساڈا اور اس کے ہمراہیوں کا ارادہ ایلڈوراڈو سے یہی سونا چھیننے کا تھا اور جھیل مین ڈبوئے جانے والے سونے پر بھی ان کی نظر تھی۔

ہسپانوی لشکر سفر کی بے پناہ صعوبتیں اٹھاتا دلدلوں سے بچتا بچاتا جنوبی امریکا کے گھنے جنگلات میں سے نکل کر اندرونی میدانوں تک پہنچا تو اسے بدترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں ننگ دھڑنگ آدم خور وحشیوں نے ان پر زہریلے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس آفت سے چھٹکارا پانے کے بعد آخر وہ اینڈیز کے پہاڑوں میں جا پہنچے۔ اب تک ان کے دو سو ساتھی اس سفر میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ان کا ارادہ ایلڈوراڈو سے جھڑپ کرنے کا تھا۔ مگر وہاں کوئی ایک ایلڈوراڈو تھا....؟ وہ علاقہ تو ریڈ انڈین قبائل سے بھرا پڑا تھا۔

یہاں ریڈ انڈین قبائل چبچا اور موئسکا نے موجودہ کولمبیا کے دو علاقوں بگوٹا اور تنجہ پر حکمرانی قائم کرر کھی تھی۔ یہ لوگ آدم خوروں کے مقابلے میں نسبتاً مہذب تھے۔ لیکن ہسپانوی اور گھوڑے جیسی مخلوق دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے تھے۔ ہسپانوی دھڑلے سے تنجہ میں داخل ہوگئے۔ بے چارے چب چا شہر سے بھاگ گئے تھے اور اپنا سونا پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ قوئی ساڈا نے یہاں زبردست لوٹ مار کے بعد بگوٹا کارخ کیا۔ یہاں کے بادشاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا مگر اس وقت اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا جب اسے معلوم ہوا کہ شاہی خزانہ بڑی ہوشیاری سے غائب کر دیا گیا ہے ریڈ انڈینوں پر بے پناہ تشدد کیا گیا لیکن انہوں نے خزانے کا پتہ نہ بتایا۔

1540 میں اِنکا (Inca) سلطنت کے ہسپانوی فاتح فرانسسکو پیزارو کے سوتیلے بھائی گونزالو پیزارو ایکویڈور کے شمالی صوبے کوئٹو کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ گونزالو نے وہاں کے باشندوں سے سنا کہ دور مشرق کی سمت ایک ایسی وادی ہے جو دار چینی اور سونے کے ذخائر سے مالامال ہے۔ یہ باتیں تواتر سے سننے کے بعد گونزالو کے دل میں قسمت آزمانے کی سمائی۔ سو اس نے 340 سپاہی تیار کیے اور اپنے صوبے کے 4 ہزار افراد لیے اور 1541 میں سمتِ مشرق روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا بھتیجا فرانسسکو دی اوریلانا بھی تھا۔

کام خاصا دشوار نکلا، رستے میں بھوک، پیاس، بیماریوں اور حملہ آوروں نے اس کے بہت سے ہم راہی مار دیے جس پر اس نے ایک مقام پر خود تو ہتھیار ڈال دیے البتہ اپنے بھتیجے کو مہم جاری رکھنے کا حکم دیا۔ اوریلانا کو کچھ ملا یا نہیں البتہ چلتے چلتے اس نے ایسے زون کا علاقہ دریافت کر لیا۔ یہ لٹا پٹا لشکر جب اس علاقے میں پہنچا تو عورتوں کی ایک فوج نے ان پر حملہ کر دیا، اس پر اوریلانا نے انہیں ایمے زون کا نام دیا۔ یونانی دیومالا میں جنگ جو عورتوں کی ایک قوم کا ذکر ہے جسے یونانی زبان میں ایمے زونی خواتین کا نام دیا جاتا ہے۔ اس علاقے میں بہنے والے دریا کا نام بھی ایمے زون پڑ گیا جو دنیا کا دوسرا سب سے طویل دریا تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس مہم کی ناکامی کے بعد سولہویں صدی کے وسط میں وینزویلا کے ساحل کورو سے ایک گروہ اور دوسرا بوگوتا سے ایل ڈوراڈو کی تلاش میں نکلا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔

اب سونے کے حصول کے لیے سب کی نگاہیں جھیل گواٹاویٹا کی جانب اٹھیں۔ قدیم روایات کے مطابق ہر نیا بادشاہ اپنی حکومت کی ابتداء میں جھیل گواٹاویٹا میں دیوی کے نام پر سونا اور قیمتی پتھر پھینکا کرتا تھا۔ اولین کوشش قوئی ساڈا کے بھائی ہرنن نے کی۔ اسے معلوم ہوا کہ 1550ء مین ایک شخص لیون نے کہا تھا کہ اگر جھیل سے پانی نکال دیا جائے تو خزانہ حاصل کرنا مشکل نہ ہوگا پس ہرنن نے بہت سے انڈین جمع کیے اور انہیں تھیلوں میں جھیل سے پانی نکال کر دور پھینکنے کے کام پر لگا دیا۔ مگر یہ کام موثر ثابت نہ ہوا اور ہرنن کو سونے کی تھوڑی سی مقدار ہی مل پائی۔ اس کے بعد ہسپانوی سوداگر سیپل ویڈا نے آٹھ ہزار انڈین مزدوروں کے ذریعے جھیل خالی کرانے کے عظیم منصوبے کا کام شروع کیا۔ ابتداء میں کامیابی ہوئی اور انڈین سرداروں کے چھاتی پر سجائے جانے والے سونے کے زیورات دریافت کیے گئے پانی کی سطح بھی بیس میٹر کے قریب گرا دی گئی۔

مگر ایک روز بڑا سخت حادثہ ہوا جھیل سے نکالا ہوا سارا پانی بند توڑ کر کئی مزدوروں کو ہلاک کرتا ہوا واپس جھیل میں بھر گیا۔ سیپل ویڈا کی کمر ٹوٹ گئی وہ بڑی کسمپرسی کے عالم میں مرا۔

1801ء میں ایک مشہور جرمن محقق الیگزنڈر ہمبولٹ نے جب یہ کہا کہ جھیل کی تہہ میں تین سو ملین ڈالر کا خزانہ موجود ہے تو اور بہت سے لوگوں کو بھی شوق چرایا۔ برطانوی بحریہ کے کپتان کا چرین نے جھیل کے پاس نہریں کھود کر پانی نکالنے کا منصوبہ تشکیل دیا۔ مگر جھیل کے پانی نے ان نہروں کو توڑ کر کاچرین کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔

کیا جھیل خالی نہیں ہو سکتی....؟ اکثر لوگوں کا یہی خیال تھا اسی لیے کوئی بھی سرمایہ لگانے کے لیے تیار نہ تھا۔

مگر 1899ء میں سرمایہ داروں نے ایک انجینئر ہرنانڈوڈی ویلا کی خدمات حاصل کی۔ اس بیدار مغز شخص نے وہ کر دکھایا جو صدیوں سے مشکل تصور ہوتا تھا۔ اس نے زیر زمین ایک سرنگ کھدوائی جو جھیل کی تہہ میں ملتی تھی۔ جھیل کا سارا پانی اس زمین دوز سرنگ کے ذریعے باہر نکال دیا گیا۔ لیکن یہ دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گئے کہ تہہ میں گاد اور کیچڑ کی ایک موٹی تہہ بچھی ہوئی ہے۔ اس میں سے خزانے کو کیسے نکالا جاتا....؟

رہی سہی امید اس وقت ختم ہو گئی جب دھوپ کی شدت سے کیچڑ کنکریٹ کی مانند سخت ہو کر خشک ہو گیا اور پھر کچھ ہی عرصے بعد جھیل دوبارہ پانی سے بھر گئی۔

1932ء میں غوطہ خوروں نے خزانہ نکالنے کی کوشش کی مگر کیچڑ کی تہہ دوبارہ آڑے آئی اور ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ 1935ء میں بے شمار ناکامیوں کے بعد ایک اور بحری انجینئر ٹمپرلے نے جھیل کی تہہ پر فولاد کے ایک گولے پر پنجے نما ساختیں لگا کر ڈریج کا کام لیا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ جھیل گواٹا ویٹا نے اپنے خزانے کو اگلنے سے انکار کر دیا ہے۔

سب سے اہم تحقیق اپنے وقت کے بہت بڑے عالم فاضل، محقق، فلسفی اور شاعر سر والٹر ریلی نے 1595ء میں کی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ایل ڈوراڈو نام کا ایک شہر جنوبی امریکا کی ریاست گیانا کے دریائے اوری نوکو سے دور دراز پار یمے نامی ایک بڑی جھیل کے کنارے بھی واقع ہے۔ ایل ڈوراڈو ایک عرصے تک اس تحقیق کے باعث برطانوی اور دوسرے یورپی نقشوں کی زینت بنا رہا، اگلی دو صدیوں میں خزانے کے حصول کی ناکام کوششیں جاری رہیں۔ تاہم بعد میں اٹھارہویں صدی کے اواخر میں جرمن محقق الیگزنڈر ہمبولٹ نے خود لاطینی امریکا کا سفر کیا اور ایل ڈوراڈو کے وجود کا انکار کیا جس کے بعد یورپی نقشوں پر سے اس شہر ناموجود کو ہٹایا گیا۔ ادب و شعر کے علاوہ اس شہر پر درجن بھر فلمیں بھی بن چکی ہیں۔ یہ تو ثابت ہو گیا کہ اس شہر کا کوئی وجود نہیں ہے تاہم ایل ڈوراڈو ایک استعارہ بن گیا۔

سینکڑوں برس گذر گئے لیکن آج بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سونے کی سرزمین ایل ڈوراڈو کو حقیقی مانتے ہیں اور اس کی تلاش میں لگے رہتے ہیں، لیکن ایل ڈوراڈو کی سرزمین ایک ایسا خواب بن گئی ہے جس کی جستجو تو سب کو ہے مگر جس کو حاصل کرنا بہت مشکل بلکہ شاید ناممکن ہے۔

❄



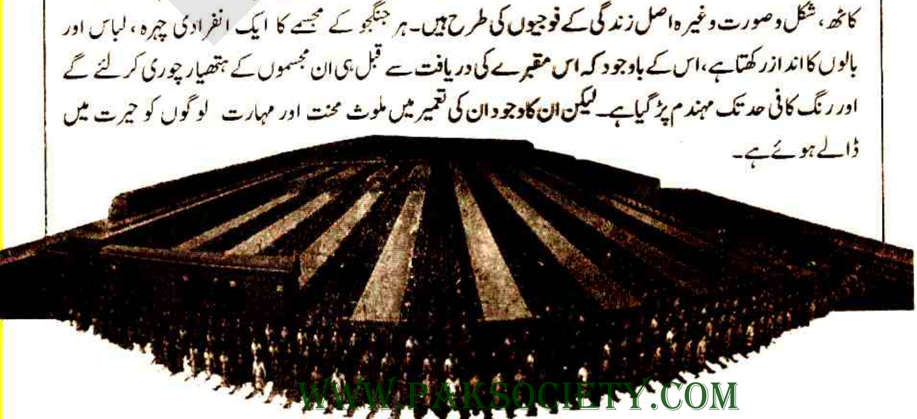
عجیب

دنیا بھر میں رونما ہونے والے دلچسپ اور عجیب واقعات

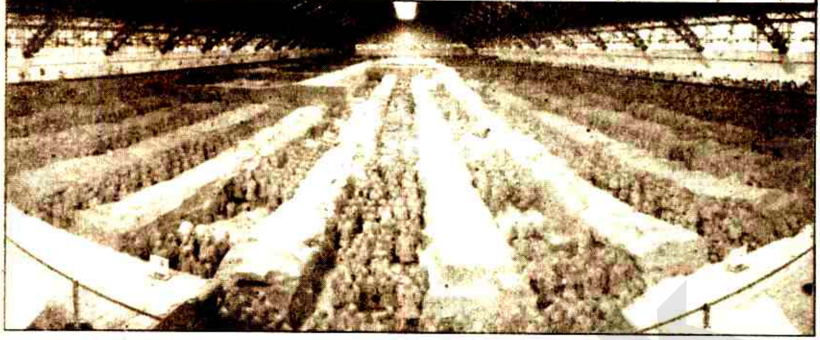
ٹیراکوٹا جنگجو

چین کی قن سلطنت کے پہلے شنشاہ قن شی ہوانگ Qin Shi Huang (221 قبل مسیح-206 قبل مسیح) کا شمار چین کے بہترین حکمرانوں میں ہوتا ہے، قن شی ہوانگ ہی وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے کامیابی کے ساتھ تمام حریف ریاستوں کو شکست دے کر ایک جگہ متحد کیا اور ملک چین کی بنیاد ڈالی جو اس سے قبل چنگ کوا کہلاتا تھا۔ قن شی ہوانگ نے سے شمالی تاتاریوں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لیے دنیا کی سب سے لمبی اور مظبوط دیوار ''دیوارِ چین'' تعمیر کی۔ اس کے دور میں طب، زراعت، ریاضیات اور سائنس نے بے انتہا ترقی کی، کہا جاتا ہے کہ قن شی ہوانگ کا مقبرہ 7 لاکھ مزدوروں نے مل کر تعمیر کیا۔ قن سلطنت کے پہلے شہنشاہ کے مقبرے کے کمپلکس کی تیاری ان کے اقتدار میں آنے کے فوری بعد ہی شروع ہو گئی تھیں اور ان کے انتقال کے بعد تک یہ کمپلکس مکمل نہیں ہو سکا۔ تعمیر کے دو ہزار برس بعد 1974ء میں کسانوں نے اتفاقیہ طور پر دریافت کیا تھا اور ان کی کھدائی کا کام اب بھی جاری ہے۔ اس کے دریافت کے کئی برسوں بعد بھی شہنشاہ قن شی ہوانگ کی قبر کی ابھی کھدائی نہیں کی گئی ہے۔ لیکن ان میں دفن ٹیراکوٹا فوج کے مجسمے کی وجہ سے یہ چین میں سب سے زیادہ سیاحوں کی پرکشش مقامات میں سے ایک بن گیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس مقبرے میں موجود تین گڑھوں میں ٹیراکوٹا فوج کے آٹھ ہزار سے اوپر فوجی مجسمے، 130 رتھ، 520 گھوڑے، 150 گھڑسوار اور تیر اندازوں کی اکثریت ابھی تک دفن ہے، اس کے علاوہ بازی گروں اور کھلاڑیوں سازندوں اور پرندوں کے مجسمے بھی دریافت ہوئے ہیں۔

آثار قدیمہ کے ماہرین کے مطابق تاریخ میں یہ وسیع پیمانے پر تعمیر کا پہلا واقعہ تھا ان میں مزدروں نے بڑی تعداد میں حصہ لیا اور ان کے بنائے گئے مجسموں کو بعد میں یک جگہ کیا گیا۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان تمام مجسمون کا قد کاٹھ، شکل وصورت وغیرہ اصل زندگی کے فوجیوں کی طرح ہیں۔ ہر جنگجو کے مجسمے کا ایک انفرادی چہرہ، لباس اور بالوں کا انداز رکھتا ہے، اس کے باوجود کہ اس مقبرے کی دریافت سے قبل ہی ان مجسموں کے ہتھیار چوری کر لئے گے اور رنگ کافی حد تک مہندم پڑ گیا ہے۔ لیکن ان کا وجود ان کی تعمیر میں ملوث محنت اور مہارت لوگوں کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔



ٹیراکوٹا مقبرہ کا کمپلیکس، جہاں 8ہزار سے زائد مجسمے ایک حیرت انگیز منظر پیش کرتے ہیں



قدیم زمانے میں صدیوں تک صوبہ شان سی کا شہر چنگ یان جو اب سنگ یان کہلاتا ہے چین پر حکومت کرنے والی گیارہ سلطنتوں کا دارالحکومت رہا ہے۔ یہاں بہت سے بادشاہوں کے شاندار مقبرے ہیں جن میں کن خاندان کے پہلے بادشاہ کا مقبرہ بھی شامل ہے۔ اس وقت کے رواج کے مطابق جب 246 قبل مسیح میں تیرہ سال کی عمر مین وہ بادشاہ زینگ کی حیثیت سے تخت پر بیٹھا تو سب سے پہلے اس نے اپنا مقبرہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ 475 قبل مسیح سے لے کر 221 قبل مسیح تک ڈھائی سو سال کا دور چین کی تاریخ میں جنگجو ریاستوں کا دور کہلاتا ہے۔ اس دوران چین مین مختلف فوجی بغاوتیں ہوتی رہیں اور اقتدار کی کشمکش جاری رہی.... بادشاہ زینگ نے اس کشمکش کو ختم کرکے چین کو مستحکم اور متحد کیا، زینگ اپنے آپ کو کن سلاطین کے سلسلے کا پہلا بادشاہ کہتا تھا۔ لیکن کن خاندان اس کی موت کے بعد صرف تین سال تک حکومت کر سکا۔

موجودہ سنگ یان سے پندرہ میل (چوبیس کلو میٹر) مشرق میں اس پہلے بادشاہ کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کو سات لاکھ مزدوروں اور ہنر مندوں نے بنایا تھا۔ اس مقبرے کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہ کوہ لی شن کے قریب کو سات لاکھ مزدوروں اور ہنر مندوں نے بنایا تھا۔ اس مقبرے کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہ کوہ لی شن کے قریب دریائے دی کے شمالی کنارے پر تھی۔ زمین کے بہت نیچے کاریگروں نے ایک بہت شاندار محل تعمیر کیا جو خزانے سے بھرا ہوا تھا اور اس میں ایک ایسا مشینی نظام نصب کیا گیا جس کے تحت دریا اور تالاب کا پانی ایک پرزے کو دبانے سے آنے والے مہمانوں کی طرف اس طرح اچھل کر جاتا جیسے کمان سے تیر نکل



ایسا لگتا ہے کہ یہ جنگجو فوجی قطار در قطار کھڑے اپنے بادشاہ کا استقبال کر رہے ہیں

کر حملہ کرتا ہے۔اس کے ارد گرد دو ہم مرکزی دیواریں بنائی گئیں اندرونی مربع دیوار پچیس میل لمبی تھی جبکہ بیرونی مستطیل دیوار 305 میل لمبی تھی۔

آج کل مٹی کا ایک 154 فٹ اونچا مخروطی شکل کا ڈھیر جو درختوں سے چھپا ہوا ہے۔ مقبرہ کی جگہ کی نشاندہی کرتا ہے لیکن یہ مقبرہ اب تک پوری طرح دریافت نہیں ہوا۔ یوں لگتا ہے کہ کن خاندان کے پہلے بادشاہ نے آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے مزید ایسے عجوبے چھوڑے ہیں جنہیں وہ دریافت کریں اور ان کی شان و شوکت دیکھ کر حیرت زدہ ہوں۔

مارچ 1974ء میں چند مزدور اس مقبرے سے ایک میل مشرق میں ایک کنواں کھود رہے تھے تو وہ وہاں انسانی جسامت کے برابر سرخی مائل بادامی رنگ کے مجسمے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر جب ماہرین نے آکر یہاں مزید کھدائی کی تو انہوں نے چین کی تاریخ کے عظیم قدیمہ دریافت کر لیے۔ یہاں ہزاروں کی تعداد میں ایسے مجسمے موجود ہیں اس کے ساتھ ہی گھوڑے، گھوڑا گاڑیاں اور دھات کے بنے ہتھیار بھی بھاری تعداد میں ملے ہیں۔ ایک خاص ترتیب سے کھڑی فوج دو ہزار سال قبل مٹی کے نیچے دفن ہو گئی تھی۔ ان مجسموں کے دریافت ہونے کے بعد سے اب تک کئی مقامات پر بڑے بڑے گڑھے کھودے گئے۔ گڑھا نمبر ایک جو سب سے بڑا ہے اس کے مجسموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیراکوٹا کے یہ مجسمے ایسی اینٹوں پر کھڑے ہیں جن کے اندر لکڑی لگائی گئی ہے۔ ان مجسموں کو تیار ہونے کے فوراً بعد ان اینٹوں کے ساتھ منسلک کیا گیا تھا۔ اب تک ان میں سے زیادہ تر کو کھود کر نکالا جا چکا ہے اور ان کی مرمت



حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان تمام مجسموں کا قد کاٹھ، شکل و صورت وغیرہ اصل زندگی کے فوجیوں کی طرح ہیں۔
ہر جنگجو کا مجسمہ ایک انفرادی چہرہ، لباس اور بالوں کا انداز رکھتا ہے،



سپہ سالار، سپاہی، تیز انداز، گھڑ سوار، بگھی بان، کرتب باز، ہر ایک مجسمہ منفرد انداز سے ایک دوسرے سے مختلف بنایا گیا۔

کر کے دوبارہ اس گڑھے میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ یہ گڑھا جس نے اس مقام پر نمائشی ہال کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ 755فٹ (330 میٹر) لمبا اور 246 فٹ (پچھتر میٹر) چوڑا ہے اور ایک بہت بڑی محرابی چھت سے ڈھکا ہوا ہے۔ اب یہ کن کے پہلے بادشاہ کے ٹیراکوٹا جنگجوؤں کا عجائب گھر کہلاتا ہے۔ اس عجائب گھر کو عام لوگوں کے لیے 1979ء میں کھولا گیا تھا۔ اس عجائب گھر کے ارد گرد اسی قسم کے اور گڑھے کھودے گئے ہیں۔ وہ اگرچہ اتنے بڑے نہیں لیکن مجسموں کی وجہ سے پہلے گڑھے جتنے ہی قابل دید ہیں۔

ان مجسموں کی دریافت سے معلوم ہوتا ہے کہ کن خاندان کے دور حکومت میں مجسمہ ساز اپنے کام میں کس قدر ماہر تھے۔ ان مجسموں کو اس وقت دلکش رنگوں سے پینٹ کیا گیا ہوگا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ رنگ مٹ گیا ہے یہ مجسمے اس وقت کی شاہی فوج کے پیدل سپاہیوں، تیر اندازوں اور گھوڑ سواروں پر مشتمل ہیں۔ ان مجسموں کے چہروں پر پھیلے مختلف تاثرات انہیں دیگر مجسموں سے منفرد کردیتے ہیں۔ ان میں سب سے اونچا اور پراسرار مجسمہ 605 فٹ اونچا فوج کے سپہ سالار کا مجسمہ ہے اس کی زرہ پر دلکش انداز کا کام کیا گیا ہے۔

ہر مجسمہ جو ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے اسے کسی سانچے کی مدد سے نہیں بنایا گیا۔ ان مجسموں کے سر، ٹانگیں اور بازو علیحدہ سے بنا کر انہیں مٹی کے ذریعہ دھڑ کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اس کے بعد عمدہ قسم کی مٹی کی ایک تہہ ان پر جمائی گئی اور اس تہہ پر چہرے کے تاثرات اور لباس کی مختلف تفصیلات کو ابھارا گیا۔ گھوڑوں کے مجسمے بھی اسی انداز میں بنائے گئے ہیں۔

ہزاروں کی تعداد میں دھات سے بنے ہتھیار جن میں تلواریں، نیزے، بھالے اور تیر کمان شامل ہیں ان مجسموں کے ساتھ رکھے ہیں کانسی کی بنی تلواریں اور بھالے اب تک اتنے ہی تیز ہیں جیسے کہ وہ دو ہزار سال قبل ہوں گے۔

ٹیراکوٹا کے مجسموں کی یہ پوری فوج کیوں بنائی گئی اس کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ اس سلسلے میں مختلف اندازے لگائے گئے ہیں۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ پہلے بادشاہ کے مقبرے کے مغرب میں یہ جگہ ایک معیاری شاہی شہر کی علامت ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مجسمہ اس علامت کے طور پر بنائے گئے کہ وہ اس مقبرہ کی سدا حفاظت کرتے رہیں گے۔

❋

اِس ماہ

اگر ہم انسانی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ ہر ملت و قوم و معاشرہ پر کوئی نہ کوئی شخصیت، مذہب، ثقافت یا واقعات اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ اقوام نے انہیں یاد رکھنے کے لیے کچھ دن مخصوص کیے ہیں۔ یہ اہم دن، قوموں کی ثقافت کا حصہ بن کر تہواروں کا درجہ حاصل کر جاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہر اقوام میں کوئی نہ کوئی دِن منسوب ہے اور ہر آنے والا مہینہ تہواروں، خوشیاں، غموں، تجربات اور یادوں کے نقوش مرتب کر رہا ہے۔

ستمبر 2014ء
ذوالقعدہ / ذوالحج 1435ھ

امن کا عالمی دن

21 ستمبر 2014

21 ستمبر کا دن عالمی امن کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ آج کا انسان باشعور، تعلیم یافتہ اور مہذب ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے اسے سیاروں تک پہنچنے کی صلاحیت عطا کر دی ہے لیکن ان سب کے باوجود آج دنیا بدامنی کا شکار ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس کے اثرات مختلف جبکہ ترقی پزیر اور غریب اقوام شدید ترین تخریبی کارروائیوں کا شکار ہیں۔

نومبر 1981ء میں اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کی ایک قرارداد کی رو سے ہر سال 21 ستمبر کا دن امن کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اِس کے ذریعے حکومتوں اور قوموں کے درمیان امن کے تصورات کو مضبوط بنانے پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ یہ دن منانے کا مقصد دنیا میں نفرتوں اور جنگ وجدل کو ختم کرکے محبت کو بڑھانا ہے۔ عالمی یوم امن کے موقع پر عالمی برادری توقع کرتی ہے کہ بڑے ممالک اپنی جابرانہ اور جنگی پالیسیوں کو ختم کرکے دنیا میں امن پھیلانے کیلئے اقدامات کریں گے۔ اس دن کی مناسبت سے مختلف ملکی اور بین الاقوامی تنظیموں سمیت امن کے لئے جدوجہد کرنے والی این جی اوز کے زیر اہتمام ورکشاپس، سیمینار و دیگر تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ ریلیوں اور خصوصی واک کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

یوم دفاع پاکستان

6 ستمبر 2014

قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جو عام ایام کے برعکس بڑی قربانی مانگتے ہیں۔ یہ دن فرزندان وطن سے حفاظت وطن کے لئے تن من دھن کی قربانی کا تقاضا کرتے ہیں، ماں سے ان کے جگر گوشے اور بوڑھے باپوں سے ان کی زندگی کا آخری سہارا قربان کرنے کا مطالبات کرتے ہیں۔ قربانی کی لازوال داستانیں رقم ہوتی ہیں، سروں پر کفن باندھ کر سرفروشان وطن رزمگاہ حق و باطل کا رخ کرتے ہیں، آزادی کو اپنی جان و مال پر ترجیح دے کر دیوانہ وار لڑتے ہیں، کچھ جام شہادت نوش کرکے امر ہو جاتے ہیں اور کچھ غازی بن کر سرخرو ہوتے ہیں۔ تب جا کر کہیں وطن اپنی آزادی، وقار اور علیحدہ تشخص برقرار رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔



ایسا ہی ایک دن وطن عزیز پاکستان پر بھی آیا جب بھارت نے اپنے خبث باطن سے مجبور ہو کر ستمبر 1965ء کو پاکستان پر شب خون مارا۔ بھارت کا خیال تھا کہ راتوں رات پاکستان کے اہم علاقوں پر قبضہ کر لیں گے لیکن انہیں اندازہ نہیں کہ شیر سویا ہوا ہو پھر بھی شیر ہی ہوتا ہے۔ افواج پاکستان اور عوام پاکستان نے مل کر دیوانہ وار دشمن کا مقابلہ کیا۔ سروں پر کفن باندھ کر دشمن سے بھڑ گئے، جسموں سے بارود باندھ کر ٹینکوں کے آگے لیٹ گئے، عوام نے اپنا سب کچھ دفاع وطن کے لئے قربان کر دیا۔ اور دشمنوں کے ناپاک عزائم کو رزق خاک بنا دیا۔



17 ستمبر 2014

حضرت ابو البرکات سید حسن بادشاہ قادریؒ

برصغیر ہند و پاکستان، خصوصاً کشمیر و صوبہ سرحد کے معروف بزرگ حضرت ابو البرکات سید حسن بادشاہ قادری کا سلسلۂ نسب حضرت غوثِ اعظم سید عبد القادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے، آپ جمادی الآخر 1023ھ ٹھٹھہ (سندھ) کے صوفی بزرگ حضرت سید عبد اللہ صحابی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبد اللہ شاہ صحابی کا مزار آج بھی سندھ کے مشہور و معروف شہر ٹھٹھہ کے قبرستان مکلی میں ہے۔ آپ نے تعلیم و تربیت اور منازل سلوک اپنے والد گرامی سے حاصل کیے۔ والد کے انتقال کے بعد آپ ریاضت و مجاہدہ اور مکمل خلوت کے لئے سات برس تک دریائے شور تشریف لے گئے، جب آپ کمالات ظاہری و باطنی سے مزین ہوگئے تو تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان کے کونے کونے کا سفر کیا۔ آپ کی کوششوں سے ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے۔ غرضیکہ تبلیغ کرتے کرتے پنجاب پہنچے۔ لاہور میں قیام فرمایا مگر آپ کو سید شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی طرف سے پشاور میں رہ کر کشمیر، ہزارہ، کابل، غزنی اور ہرات تک تبلیغ کرنے کا حکم ملا، چنانچہ 1082 ہجری میں آپ پشاور پہنچے، پشاور سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ سلطان پور (حلقہ بگرام) میں قیام کیا۔ سات سال تبلیغ کے بعد 1089 ہجری میں، ہزارہ اور پھر کشمیر روانہ ہوئے۔ آپ نے 1091 ہجری میں کشمیر پہنچ کر تشنگانِ ہدایت کو علوم باطنی سے سیراب کیا۔ کشمیر سے واپس پشاور پہنچ کر چند ماہ آرام فرمایا اور پھر کابل کا سفر کیا۔ آپ نے سرزمین سرحد، پنجاب، افغانستان اور کشمیر کے تمام خطوں میں سلسلہ قادریہ کو عروج و کمال تک پہنچایا۔ ابو البرکات حضرت سید حسن بادشاہ گیلانی قادریؒ 21 ذی قعد 1115 ہجری بوقت وفات پائی۔ آپ کا مزار اقدس یکہ توت پشاور میں مرجع خلائق ہے، جہاں ہر سال کی طرح اس سال آپ کا 320 واں عرس 21 ذیقعد کو منایا جائے گا۔

4 ستمبر 2014

حجاب کا عالمی دن

حجاب امت مسلمہ کا وہ شعار، مسلم خواتین کا وہ فخر و امتیاز جو اسلامی معاشرے کو پاکیزگی عطا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں 4 ستمبر کو حجاب کا عالمی دن بھرپور طریقے سے منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر مختلف تقریبات منعقد کی جاتی ہیں جن میں حجاب کی اہمیت، افادیت پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے جبکہ تمام بڑے شہروں میں خصوصی سیمینارز اور کانفرنسز کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ حجاب ڈے کی بنیاد فرانس میں حجاب کیخلاف پابندیاں بنیں۔ فرانس میں مسلم خواتین کے برقع اوڑھنے پر تنازعات پیدا ہونے کے بعد اپریل میں ہیملٹن کی مشہور میک ماسٹر یونیورسٹی میں کچھ مسلم و غیر مسلم طلباء نے حجاب ڈے منایا۔ کچھ عرصے بعد یہ دن فرانس میں قومی سطح پر منایا جانے لگا۔ کچھ عرصہ بعد کینیڈا میں بھی اس دن کو منایا جانے لگا۔ فرانس اور کینیڈا کے بعد اب چار ستمبر کو عالمی سطح پر حجاب کا دن منایا جاتا ہے۔

شرح خواندگی کا دن

8 ستمبر 2014

8 ستمبر کو دنیا بھر میں خواندگی کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد خصوصاً بچوں میں شرح خواندگی میں اضافہ کرکے ان کے مستقبل کو محفوظ بنانا ہے۔ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ یونیسکو نے 17 نومبر 1965ء کو شرح خواندگی کا عالمی دن منانے کا فیصلہ کیا اور 1966ء کو پہلی مرتبہ اس دن کو منایا گیا۔ یونیسکو رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں 79 کروڑ 60 لاکھ بالغ افراد میں ہر پانچواں فرد لکھنا پڑھنا نہیں جانتا جبکہ چھ کروڑ 74 لاکھ بچے اسکول نہیں جاتے۔ پاکستان میں ستر لاکھ بچے پرائمری یعنی بنیادی تعلیم کی سہولت سے محروم ہیں۔ جبکہ 10 سال اور اس سے بڑی عمر کے افراد میں شرح خواندگی صرف 58 فیصد ہے جو بہت سے ترقی پذیر ملکوں سے بھی کم ہے۔

11 ستمبر 2014

بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی 66ویں برسی

11 ستمبر 1948 کو بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ اس جہان فانی سے پردہ فرما گئے تھے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی 66ویں برسی 11 ستمبر کو ملک بھر میں عقیدت و احترام سے منائی جائے گی۔ قائدِ اعظم کے یوم وفات کے موقع پر پوری قوم ان کی عظمت اور قیادت کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہے۔ اس روز مزار قائد کراچی میں، گورنر و وزیر اعلیٰ سندھ اور تینوں مسلح افواج کے نمائندے قائد اعظم کے مزار پر فاتحہ خوانی اور پھولوں کی چادریں چڑھائیں گے جبکہ عام شہریوں کے علاوہ مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات بھی مزار قائد پر فاتحہ خوانی کریں گی۔ ملک بھر میں قائد اعظم محمد علی جناح کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے سیمینار اور تقریبات کا انعقاد بھی کیا جائے گا۔

27 ستمبر 2014

سیاحت کا عالمی دن

دنیا بھر میں 27 ستمبر کو سیاحت کا عالمی دن منایا جاتا ہے، سیاحت کا یہ عالمی دن ورلڈ ٹورازم آرگنائزیشن کی ایگزیکٹیو کونسل کی سفارشات پر اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کی قرارداد کے مطابق 1970ء سے منایا جارہا ہے۔ یہ دن منانے کا مقصد دنیا کو یہ باور کراتا ہے کہ سیاحت بین الاقوامی برادری کے لئے ناگزیر ہے اور سیاحت سماجی، ثقافتی اور اقتصادی حالات پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ پاکستان کا شمار دنیا کے ان چند ممالک میں ہوتا ہے جو ایڈونچر ٹورازم،، قدرتی خوبصورتی،، مذہبی سیاحت اور تاریخی مقامات سے مالامال ہے۔ پاکستان کے قدرتی مناظر میں ساحل سمندر سے لے کر آسمان کو چھوتی برف پوش پہاڑی چوٹیاں، خوبصورت آبشاریں۔ چشمے و جھرنے، سرسبز گھنے جنگلات سے بھرے پہاڑ اور وادیاں، خوابوں سے بھری رومان خیز جھیلیں اور وسیع و عریض دنیا کے مشہور صحرا شامل ہیں۔ یہاں ہندوؤں کے تاریخی مندر، سکھوں کے قدیم مذہبی مقامات اور بدھ مت کی تاریخی نشانیاں ٹیکسلا اور گندھارا کی قدیم تہذیبوں کی صورت میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ صدیوں پرانی تہذیب کے آثار قدیمہ، ثقافت اور صوفی ازم بھی سیاحوں کی خصوصی دلچسپی کا مرکز ہیں۔ ملک کے دلکش قدرتی مناظر کے بیشتر علاقے صوبہ سرحد اور شمالی علاقہ جات میں واقع ہیں ان میں مشرق کے سوئٹزرلینڈ وادی سوات کے علاوہ رومان پرور وادی کاغان، گلیات ،وادی کیلاش ،وادی ہنزہ، شنگریلا وغیرہ ملکی وغیر ملکی سیاحوں کی خاص توجہ کے مرکز ہیں۔ پاکستان میں اگرچہ کے ٹو، نانگا پربت ،چترال ،اسکردو ،گلگت ،ہنزہ ،سوات، ہزارہ، مری اور کشمیر کے پہاڑی سلسلے سیاحوں کے لئے کشش کا باعث ہیں لیکن شمالی علاقہ جات میں مناسب ذرائع آمد ورفت اور دنیا سے براہ راست فضائی رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے خواہش کے باوجود سیاحوں کی اکثریت یہاں نہیں پہنچ پاتی۔ پاکستان میں جہاں عالمی سیاحت امن وعامہ کی صورت حال سے مشروط ہے۔ وہیں یہاں موجود قدرتی اور ثقافتی ورثہ تک سیاحوں کو باسہولت رسائی دینا ضروری ہے۔

اوزون کے تحفظ کا دن

اوزون زمین کے گرد وہ تہہ ہے جو کہ سورج کی خطرناک الٹرا وائلٹ شعاعوں کو نہ صرف زمین کی طرف آنے سے روکتی ہے بلکہ زمین پر اس کے نقصان دہ اثرات کا خاتمہ کرتی ہے۔ اوزون اوکسیجن کے تین ایٹمز کے ساتھ ایک شفاف اور نظر نہ آنے والی گیس ہے جو قدرتی طور پر فضا میں موجود ہوتی ہے۔ اوزون کی نوے فیصد مقدار زمین کی سطح سے پندرہ تا پچپن کلو میٹر اوپر بالائی فضا میں پائی جاتی ہے۔ مگر 1970ء کی دھائی میں یہ انکشاف ہوا کہ انسانی ترقی نے کرہ ارض کی حفاظت کے اس قدرتی نظام کو بھی خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ ان ہی خطرات کے بارے میں شعور پیدا کرنے کیلئے دنیا بھر میں 16 ستمبر کو اوزون کی تہہ کے بچاؤ کا دن منایا جاتا ہے۔ اوزون کا دن منانے کا مقصد تمام مخلوقات کے صاف اور صحت مند مستقبل کیلئے شعور، ذمہ داری اور عملی کام کو آگے بڑھانا ہے۔ انسان کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کی

وجہ سے زمین کے قدرتی وسائل کم ہو رہے ہیں۔ اوزون کی تہ میں شگاف کے باعث سورج کی مضر صحت شعاعوں کے براہ راست کرہ ارض پر پہنچنے سے یہاں زندگی متاثر ہورہی ہیں۔ جس کی وجہ سے درجہ حرارت میں اضافہ ہورہا ہے۔

امراضِ قلب کا دن

دنیابھر میں امراض قلب کا عالمی دن 29 ستمبر کو منایا جاتا ہے۔اس دن کو منانے کا مقصد لوگوں میں دل کی بیماریوں کے متعلق مکمل آگاہی اور ان سے بچاؤ کیلئے شعور پیدا کرنا ہے۔ دنیا میں لاکھوں افراد ہر سال دل کی بیماریوں کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ہر سال تقریباً دو لاکھ افراد دل کے امراض کے باعث ہلاک ہوجاتے ہیں۔عالمی ادارہ برائے صحت نے خبردار کیاہے کہ سن دو ہزار تیس تک دنیا بھر میں دل کے امراضِ کے سبب اموات کی شرح سترہ اعشاریہ تین ملین سے بڑھ کر تئیس اعشاریہ چھ ملین تک پہنچ سکتی ہے۔دل کے امراض کی بڑی وجوہات میں تمباکو نوشی، غیر صحتمند غذا اور جسمانی سرگرمیوں کا فقدان ہے۔دل کے امراض سے بچنے کے لیے تمباکو نوشی ترک کی جائے، روزانہ پھل اور سبزیوں کا استعمال کیاجائے اور دن بھر میں ایک چائے کے چمچ سے زیادہ نمک خوراک میں ہرگز استعمال مت کریں۔دل کی بیماریوں سے بچنے کے لیے روزانہ کم از کم آدھا گھنٹہ جسمانی سرگرمیوں میں گزارا جائے یا ورزش کی جائے۔ دل کی صحت سے متعلق عوامی آگاہی کی بیداری کا عالمی دن اس دن کی مناسبت سے 29 ستمبر کوملک بھر میں سیمینارز اور آگاہی واک بھی منعقد کی جائیں گی۔

پیرالمپک کا عالمی دن

پاکستان سمیت دنیا بھر میں پیرالمپک کا عالمی دن 08 ستمبر کو منایا جاتا ہے، اس دن کو منانے کا مقصد سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے معزور افرد کے حوالے سے شعور اجاگر کرنا تھا۔ پاکستان نے پہلی مرتبہ پیرالمپکس میں 1992ء میں شرکت کی تھی سمر پیرالمپکس میں شرکت کیلئے قومی اتھلیٹس بھیجے جارہے ہیں۔اس دن کا بنیادی مقصد بچوں اور بالخصوص نوجوان طبقہ میں پیرالمپکس سپورٹس کھیلوں کے حوالے سے شعور اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ معزور افراد کے مسائل کے بارے میں لوگوں میں آگاہی فراہم کرنا ہے۔

❄

25 ستمبر 2014

نوراتری کا تہوار

ہر سال ہندوؤں کے کلینڈر کے ساتویں مہینے "اشون" کا چاند نظر آتے ہی نوراتری کا تہوار شروع ہوجاتا ہے۔ دس دن جاری رہنے والے اس تہوار کو نوارتری اور درگاہ پوجا کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ جو دنیا بھر میں موجود ہندو برادری روایتی جوش و خروش سے مناتی ہے۔ اس تہوار پر ہندو نو دن روزے رکھتے ہیں اور درگاہ ماتا پر پھل اور پھول چڑھاتے ہیں۔ اس دن کو ہندو برائی پر اچھائی کو جیت کے طور پر مناتے ہیں کیونکہ اسی دن رام نے راون کو شکست دی تھی۔ اس تہوار میں راون کے پتلے کو جلایا جاتا ہے۔ کم وبیش پورے ہندوستان اور ہندو اقلیت ممالک میں مندروں کو قمقموں اور پھولوں سے زبردست طریقے سے سجایا جاتا ہے، پاکستان میں بھی اقلیت میں موجود ہندو برادری یہ تہوار روایتی جوش وخروش سے یہ تہوار مناتی ہے۔

24 ستمبر 2014

روش ہشانہ.... یہودیوں کا نیا سال

روش ہاشاہ (رأس السنہ) یعنی سال کا شروع ،یہودی کلینڈر میں نئے سال کا تہوار ہے جو یہودی ماہ تشری کا پہلا دن ہے اسے نرسنگوں کی عید، اور نئے چاند کی عید بھی کہتے ہیں، مسیحی کیتھولک اس کو نوروز کہتے ہیں۔ یہ خوشی کا تہوار ہے، اس دن صبح سے شام تک شول میں عبادت کے دوران نرسنگے پھونکے جاتے ہیں، جس سے قوم کی روح کو بیدار کیا جاتا ہے اور آنے والے سال کی خوش شگونی کے لیے روٹی اور پھل کو شہد میں ڈبو کر کھایا جاتا ہے

نوٹ: اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ ہجری تاریخوں کی متبادل ممکنہ عیسوی تاریخیں دیں جائیں، البتہ درست ہجری تاریخیں چاند کے نظر آنے سے مشروط ہے۔

عالمی افروز

دلچسپ خبریں، حیرت انگیز واقعات اور ایجادات.....

مرتبہ: ہرمیس

کچھوے کیا باتیں کرتے ہیں

جانور ایک دوسرے سے کیسے رابطہ کرتے ہیں اور کیا باتیں کرتے ہیں ایک ایسا دلچسپ راز ہے جس سے سائنسدان پردہ اٹھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کئی کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں ایسی ہی کامیابی ملی ان کو کچھوے کی باتیں جان کر۔

امیزان کے جنگلات میں وائلڈ لائف کنزرویٹو سوسائٹی اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف امیزان نے 3 سال تک تحقیق کی اور کچھوؤں کی زندگی کے کئی رازوں سے پردہ اٹھایا، اس تحقیق کے لیے انہوں نے مائکروفونز اور پانی کے نیچے کام کرنے والے ہائڈروفونز کا استعمال 250 کچھوؤں پر کیا، نئی ریسرچ کے مطابق کچھوے انتہائی پیچیدہ معاشرتی زندگی گزارتے ہیں۔ ایک ریسرچر کمیلا فیرارا کا کہنا ہے کہ کچھوے 6 مختلف قسم کی آوازیں نکالتے ہیں اور ہر آواز پر کچھوؤں کا ردعمل مختلف ہوتا ہے تاہم اس کے بالکل صاف اور واضح مطلب سمجھنا مشکل ہے، اس سے ایک بات تو واضح



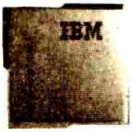
انکشافات

ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں، مثال کے طور پر جب کچھوے دریاؤں میں ہجرت کرتے ہیں تو لو فریکونسی کی آواز نکالتے ہیں جو پانی میں دور تک سفر کرتی ہے جو ایک ساتھ سفر کرنے میں مددگار ہوتی ہے اسی طرح جب بچے انڈے سے نکلتے ہیں تو مادہ ہائی فریکونسی کی آوازیں نکالتی ہے جو انہیں ساحل کے کنارے بہتر اور محفوظ جگہ کا پتہ دیتی ہے۔ تحقیق کے مطابق کئی دہائیوں سے رہنے والے کچھوے نوجوان کچھوؤں کو یہ کمیونی کیشن صلاحیت منتقل کرتے ہیں۔

انسانی جلد سونگھ بھی سکتی ہے، نئی تحقیق

انسانی جلد کے بارے میں آج تک تو یہی سمجھا جاتا رہا کہ یہ صرف چھونے اور درجہ حرارت کو ہی محسوس کر سکتی ہے لیکن اب ایک نئی تحقیق نے بتایا ہے کہ ہماری جلد سونگھ بھی سکتی ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ سینٹ ریسپٹرز (سونگھنے کی صلاحیت رکھنے والے خلیات) ہمارے ناک کے علاوہ بھی کئی اعضاء میں پائے جاتے ہیں اور خصوصاً جلد میں ان کی موجودگی ثابت بھی ہو چکی ہے۔ تحقیق کے مطابق سائنسدانوں نے جب صندل کا تیل جلد پر لگایا تو یہ جلد کے سونگھنے والے خلیات میں جذب ہو گیا جس کے نتیجے میں ان خلیات میں تقسیم اور تعمیر نو کا عمل شروع ہو گیا جو کہ جلد کو صحت مند اور جوان رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ سائنسدانوں نے یہ بھی معلوم کیا کہ اس تیل کا جلد کے خلیوں پر براہ راست اثر ہوا جب کہ ناک سے کسی خوشبو کو سونگھنے پر پہلے اس کا پیغام دماغ کو جاتا ہے اور اس کے بعد دماغ مزید عمل کے لیے ہدایات دیتا ہے۔ اس دریافت کے بعد سائنسدانوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ مستقبل میں بہت سے مسائل کے حل کے لیے ادویات براہ راست جلد پر استعمال کی جا سکیں گی۔ [ماخذ: نیو سائنٹسٹ میگزین]

ایجادات



ڈاک ٹکٹ جتنے پراسیسر

امریکی کمپیوٹر ساز کمپنی آئی بی ایم اور کورنل ٹیک کے ریسرچرز نے ایک ایسی پراسیسر چپ متعارف کرائی ہے، جس کا حجم ایک ڈاک ٹکٹ کے برابر ہے تاہم اس کی کمپیوٹنگ طاقت ایک سپر کمپیوٹر کے برابر ہے۔ ایک ڈاک ٹکٹ جتنی سائز کی حامل یہ چپ 4,096 کورز اور 5.4 بلین ٹرانسسٹرز پر مشتمل ہے، اس نئی چپ کو "TrueNorth" کا نام دیا گیا ہے۔ اس چپ میں ایسے علاقے ترتیب دیے گئے ہیں جو بغیر کسی بیرونی سافٹ ویئر کے پراسیسنگ، رابطوں اور ڈیٹا کو ذخیرہ کرنے کے کام انجام دیتے ہیں۔

جسم میں تحلیل ہونے والے برقی آلات

امریکی سائنسدانوں نے انتہائی باریک برقی آلات ایجاد کر لیے ہیں جو انسانی جسم میں حل ہو جاتے ہیں۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ان آلات کا



مختلف قسم کی بیماریوں کے علاج میں کردار ہو سکتا ہے۔ یہ آلات اپنا کام مکمل کرنے کے بعد خودبخود جسم میں حل ہو جائیں گے۔ اس تکنیک کا استعمال زخموں کو گرم رکھنے کے لیے کیا جا رہا ہے تاکہ اس پر بیکٹریا کے حملوں کے نتیجے میں ہونے والے ممکنہ انفیکشن سے بچا جا سکے۔ یہ آلات سیلیکون اور میگنیشیم آکسائیڈ کے بنے ہیں اور تحفظ کے لیے انہیں ریشم کے باریک ترین پردوں میں لپیٹا گیا ہے۔

ورزش کے ساتھ بیٹری بھی چارج کیجئے

دنیا بھر کے ہر طبقے میں ورزش کی اہمیت مسلمہ ہے اور اگر ورزش کے دوران بیٹری بھی چارج ہو جائے تو اسے سونے پر سہاگہ کہا جا سکتا ہے۔ جی ہاں..... سائنسدانوں نے ایک ایسی بیٹری ایجاد کی ہے جو ورزش کے دوران انسانی پسینے سے چارج ہوتی ہے۔ بین الاقوامی سائنسی ادارے امیریکن کیمیکل سوسائٹی کے اجلاس کے دوران ایک ٹیٹو نما ڈیوائس پیش کی گئی جسے ایک چھوٹی بیٹری کے ساتھ انسانی جسم سے منسلک کیا جاتا ہے اور جب اس کا جسم ورزش کے دوران پسینہ خارج کرنے لگتا ہے تو بیٹری چارج ہونے لگتی ہے۔ عنقریب دستی گھڑیاں اور موبائل فون ورزش کے دوران پسینے بھی چارج کی جا سکیں۔



لکڑی پر منٹوں میں دلکش نقاشی کرنیوالی روبوٹک مشین

کچھ عرصہ قبل ماہر کاریگر ہی لکڑی پر تراش خراش کر کے دلکش بیل بوٹے بناتے تھے مگر اب ان کے ساتھ ساتھ یہ کام مشینوں نے بھی سنبھال لیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق



امریکی ریاست نیو یارک میں ماہرین نے ایسی روبوٹک مشین تیار کی ہے جو منٹوں میں سخت لکڑی پر ایسی نقاشی کرتی ہے کہ عام سی لکڑی قیمتی شے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کمپیوٹر سے منسلک اس روبوٹک مشین کو من پسند ڈیزائن سے آگاہ کر دیا جاتا ہے جسے یہ اپنے تیز دھار والے آلے سے تراش کر لکڑی کی سطح پر بنا دیتا ہے۔

موٹے افراد

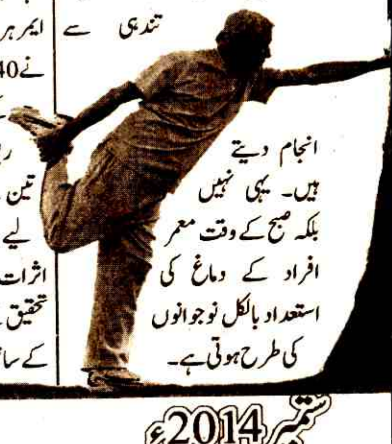
کند ذہن

موٹے افراد میں ذہانت کی سطح بھی دبلے افراد کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ فرانسیسی طبی ماہرین کی تحقیق کے مطابق جیسے جیسے جسمانی وزن بڑھتا ہے آئی کیو کی سطح کم ہوتی جاتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ موٹاپے کے باعث جسم میں چربی جمع ہو جاتی ہے جس سے ایسے کیمیکل خارج ہوتے ہیں جو سوچنے سمجھنے والے ہارمونز کی کارکردگی کو سست کر دیتے ہیں جبکہ موٹاپے کے باعث دماغ کو خون پہنچانے والی رگوں میں بھی چکنائی جم جاتی ہے جو دماغ کی صلاحیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

معمر افراد صبح

ذہنی طور پر زیادہ مستعد

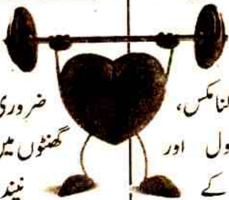
ایک نئی تحقیق کے مطابق، معمر افراد صبح کے وقت زیادہ تازہ دم ہوتے ہیں اور بہت سے امور زیادہ تندہی سے



انجام دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ صبح کے وقت معمر افراد کے دماغ کی استعداد بالکل نوجوانوں کی طرح ہوتی ہے۔

امراض قلب اور فالج میں

ورزش دوا جتنی ہی مؤثر



لندن اسکول آف اکنامکس، ہارورڈ میڈیکل اسکول اور اسٹینفرڈ یونیورسٹی کے اسکول آف میڈیسن کے زیر اہتمام تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ورزش دل کے امراض میں مبتلا مریضوں کے ساتھ فالج کے مریضوں پر بھی دوا سے زیادہ اثر کرتی ہے۔ محققین کا کہنا ہے کہ ورزش کو مریضوں کے علاج میں شامل کیا جانا چاہیے۔

لنچ کے بعد نیند، بچوں کی ذہنی قوت بڑھاتی ہے

بچوں کی دوپہر کے کھانے کے بعد ایک گھنٹے کی نیند ان کی ذہنی قوت کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یونیورسٹی آف میساچیوسٹ ایمر ہرسٹ کے تحقیق دانوں نے 40 بچوں پر تحقیق کے بعد اپنی رپورٹ میں کہا کہ تین سے پانچ سال کے بچوں کے لیے قیلولہ اچھا ہے، جس کے اثرات اگلے دن تک رہتے ہیں، تحقیق کے مطابق بچوں کی عمر بڑھنے کے ساتھ ان میں قیلولہ کی عادت ختم ہو جاتی ہے۔ چاق و چوبند بچوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ 24 گھنٹوں میں 11 سے 13 گھنٹے نیند لیں۔ بچوں کی دوپہر کے کھانے کے بعد ایک گھنٹے کی نیند ذہنی قوت بڑھاتی ہے۔

جوڑوں کے درد سے بچنے کے لیے بروکلی



برطانوی تحقیق کاروں کا کہنا ہے کہ بہت زیادہ بروکلی (پھول گوبھی سے مشابہہ سبزی) کھانے سے جوڑوں کے درد سے بچا جا سکتا ہے۔ بروکلی میں ایک خاص مرکب پایا جاتا ہے جو کرکری ہڈی کو نقصان پہنچانے والے انزائم یا کیمیائی خمیر کا راستہ روکتا ہے۔

مچھلی کھائیں یاداشت بڑھائیں

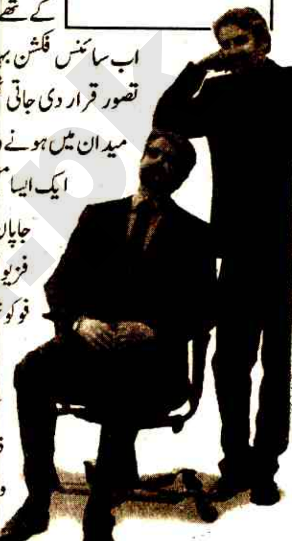


یوں تو بادام کھانا دماغی صحت کے لئے مفید قرار دیا جاتا ہے لیکن اب ماہرین نے یہ انکشاف کیا ہے کہ مچھلی کھانا بھی یاداشت بڑھانے کا سبب بن سکتا ہے۔ امریکہ میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق کہ ہفتے میں ایک دن بھی مچھلی کھانا یاداشت کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

مستقبل کی دنیا

مشین اور انسان میں فرق، جلد بہت مشکل

1982ء میں ہالی ووڈ میں ایک فلم بلیڈ رنر Blade Runner بنائی گئی تھی۔ اس فلم میں 2019ء کا نقشہ کھینچا گیا تھا جس میں جینیاتی انجینئرنگ کی مدد سے تیار کردہ روبوٹس دکھائے گئے تھے جنہیں ریپلیکینٹس replicants کا نام دیا گیا تھا۔ فلم کے ہیرو کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی ہے کہ وہ روبوٹ کو تلاش کر کے ان کا خاتمہ کرے مگر ہیرو کے لیے ایک مسئلہ ان روبوٹس کو شناخت کرنا ہوتا ہے، کیونکہ یہ روبوٹس انسانوں کے درمیان ہی رہ رہے ہوتے ہیں، یہ روبوٹس شکل وصورت کے اعتبار سے ہو بہو انسانوں کی شکل کے تھے مگر صلاحیتوں میں عام انسانوں سے کہیں بہتر۔



پروفیسر ہنرک سخاوف اپنے ہمشکل روبوٹ کے ہمراہ

اب سائنس فکشن بہت تیزی سے اس تصور کو حقیقت میں بدل رہی ہے۔ یعنی جو چیزیں پہلے محض تصور قرار دی جاتی تھیں اب بہت حقیقت کا روپ دھارتی جارہی ہیں۔ جاپان میں روبوٹکس کے میدان میں ہونے والی پیشرفت کے بعد سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اب وہ وقت زیادہ دور نہیں جب ایک ایسا مستقبل جس میں انسان اور مشین کے درمیان فرق بتانا مشکل ہو جائے گا۔

جاپان میں روبوٹ اب بہت سے کام انجام دے رہے ہیں مثلاً یہ نوڈلز پکاتے ہیں، فزیوتھیراپی کرانے والے مریضوں کی مدد کرتے ہیں اور یہاں تک کہ 2011ء میں فوکوشیما کے جوہری بجلی گھر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد وہاں صفائی کے مقصد کے لیے بھی روبوٹس کو استعمال کیا گیا۔ جنوبی کوریا میں ایک جانب تو جیلی فش کو ختم کرنے کے لیے روبوٹس کی مدد لی جارہی ہے تو دوسری جانب مصنوعی ذہانت کا حامل اور تجارتی مارکیٹ کے رجحانات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والا روبوٹ ہانگ کانگ کی ایک کمپنی کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا ہے۔ مستقبل پر نظر رکھنے والے ماہرین کے مطابق ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب

معاشرہ

مصافحہ کرنے کا انداز اصل عمر کو ظاہر کرتا ہے

عام طور پر ایک شخص کے گرم جوشی سے ہاتھ ملانے کے انداز کو اس کے دلی جذبات کی ترجمانی کا اظہار تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن، کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک سادہ سا مصافحہ آپ کی اصل عمر کا راز بھی کھول سکتا ہے۔ سائنسدانوں کا دعویٰ ہے کہ سادہ سا مصافحہ بھی عمر معلوم کرنے کے لیے ایک قابل عمل ٹیسٹ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تحقیق کے مطابق ایک شخص کی حقیقی عمر کا اندازہ اس کے ہاتھ ملانے کے انداز سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہاتھوں کی گرفت کی مضبوطی کا عمر بڑھنے کی دیگر علامات مثلاً معذوری، ذہنی کمزوری یا موت کے ساتھ باہمی تعلق موجود ہے۔

آسٹریا کے انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار اپلائڈ سسٹم کی ٹیم سے منسلک تحقیق کار ڈاکٹر وارن سینڈرسن نے لوگوں کے ہاتھ ملانے کے انداز سے حیاتیاتی عمر کے بارے میں پتا چلایا ہے، جن کا کہنا ہے کہ ہاتھوں کی گرفت کی مضبوطی کی آسانی سے پیمائش کی جاسکتی ہے۔ تحقیق کے لیے محققین نے بین الاقوامی 50 سے زائد مطالعوں کے نتائج کا جائزہ لیا



جاپانی اداکارہ اور اسکی ہمشکل روبوٹ

روبوٹ تمام طرح کے کام انجام دے رہے ہوں گے جن میں گھریلو کام کاج سے لے کر بیماروں کا خیال رکھنا اور یہاں تک کہ کافی بنانے اور اسے مہمانوں کو پیش کرنے جیسے کام بھی شامل ہوں گے۔

جاپان میں روبوٹکس کے میدان کے ایک ماہر ہیروشی اشیگورو Hiroshi Ishiguro کا کہنا تھا، "کمپیوٹر پہلے ہی انسانی صلاحیت کو پیچھے چھوڑ چکے ہیں.... روبوٹ بہت جلد بہت سمجھدار ہو جائیں گے۔" ہیروشی اشیگورو نے بھی طاقتور الیکٹرانکس نظام، حرکت کرنے والے پیچیدہ پرزوں، سیلیکون ربڑ کی مدد سے ایک ایسا روبوٹ تیار کیا ہے جو شکل میں بالکل ان سے ملتا جلتا ہے۔ انسانی مماثلت رکھنے والے ایسے روبوٹس کو اینڈرائڈ کا نام دیا جاتا ہے۔ ایک جاپانی اداکارہ کا ہوبہو مماثل روبوٹ بنایا گیا جس نے اسٹیج پر ایکٹنگ بھی کی۔ اسی طرح ڈینمارک کی آلبرگ یونیورسٹی کے پروفیسر ہنرک سخارف کا ہمشکل روبوٹ ان کی غیر حاضری میں طلبا کو لیکچر دے سکے گا۔ اشیگورو کا کہنا تھا، "اگر ہمارے پاس انسانوں کے بارے میں کافی علم موجود ہو تو ہم انسانوں جیسے روبوٹ تیار کر سکتے ہیں۔" ان کا مزید کہنا تھا کہ یہ علم دراصل نیورو سائنس اور کوگنیٹیو سائنس یعنی ذہانت سے متعلق سائنس سے حاصل ہوتا ہے۔



ہیروشی اشیگورو اپنے ہمشکل روبوٹ کے ہمراہ

ٹوکیو کی اوساکا یونیورسٹی کے پروفیسر اشیگورو کے مطابق، "زیادہ اہم بات یہ ہے کہ روبوٹس اور اینڈرائڈ دراصل ایک طرح کے آئینے ہیں جو انسانیت کی جھلک ہیں۔ جب ہم ایک مرتبہ دوست بن گئے تو پھر انسانوں اور روبوٹس کے درمیان فرق مٹ جائے گا۔"

ہے۔ اس سروے میں دنیا بھر سے مختلف گروہوں سے تعلق رکھنے والے ہر عمر کے لوگ شامل تھے۔ تجزیے سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ ہاتھوں کی مضبوط گرفت نوجوانوں کی تھی۔ اس لیے، محققین نے ہاتھوں کی سب سے زیادہ مضبوط گرفت کو دنیا بھر کے مختلف گروہوں سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کی حیاتیاتی عمر کے ساتھ منسلک کیا۔

ننھے بچے بڑوں سے بہتر چہرہ شناس ہوتے ہیں

ننھے منھے بچوں کو جھوٹ بول کر بہلانے پھسلانے سے قبل ایک بار ضرور سوچ لیجئے گا کیونکہ بچے اتنے بھی بچے نہیں ہوتے جتنا انہیں سمجھا جاتا ہے۔ جی ہاں.... امریکہ کی ہاورڈ یونیورسٹی میں ہونے والی ایک تحقیق میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ ننھے بچے قابلِ اعتماد افراد کو بڑوں سے زیادہ بہتر طریقے سے شناخت کر لیتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بچوں کی آبزرویشن کمال کی ہوتی ہے اور وہ صرف کسی کا چہرے دیکھ کر ہی اس کی شخصیت کے بارے میں بالکل درست اندازہ لگا لیتے ہیں۔ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ صرف تین سال کی عمر کے بچے بھی اس صلاحیت سے مالا مال ہوتے ہیں اور اس کا استعمال کرنا بھی خوب جانتے ہیں۔

عجیب و غریب

جرمنی میں پراسرار دائرے



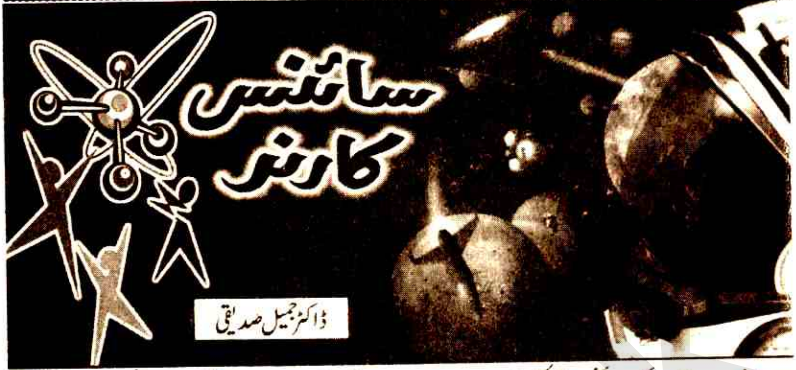
جرمن صوبے باویریا میں بنے ہوئے پُراسرار دائرے ہزاروں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ انتہائی ترتیب سے بنے یہ جیومیٹریکل دائرے ڈھائی سو فٹ پر محیط ہیں۔ جرمنی کے جنوبی صوبے باویریا کے شہر وائلہائم کے قریب گندم کے کھیت میں بنے ان پراسرار دائروں کے بارے میں خبر اس وقت عام ہوئی جب گزشتہ ماہ گرم ہوا کے غبارے میں اڑنے والے ایک شخص نے بلندی سے ایک خلائی رصد گاہ کے قریب ایک کھیت میں ان خوبصورت دائروں کا مشاہدہ کیا۔ اس شخص نے ان دائروں کی تصویر جیسے ہی سوشل میڈیا پر شائع کی تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں ان دائروں کو دیکھنے کے لیے وائلہائم کے قریب واقع اس مقام پر پہنچنا شروع ہو گئے۔ گندم کے کھیت میں نمودار ہونے والے یہ دائرے ایک خلائی رصد گاہ ریسنگ سیٹلائٹ ارتھ اسٹیشن کمیونیکیشن فیسلٹی کے قریب نمودار ہوئے ہیں۔ اسی باعث اس مقام پر پہنچنے والے بہت سے لوگ یہ سوالات بھی اٹھا رہے ہیں کہ 75 میٹر کے دائروی رقبے میں انتہائی درستگی سے بنا یہ ڈیزائن انسانی کارنامہ ہے یا کسی غیر ارضی مخلوق کا۔

اس کھیت کے مالک کرسٹوف ہنٹر کا کہنا ہے کہ یہ دائرے اُس نے نہیں بنائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیسے بنے۔ کھیت میں کسی قسم کے ٹائروں کے بھی کوئی نشان نہیں ہیں اور نہ ہی اسی طرح کا کوئی اور نشان۔ اس طرح کا دائروی ڈیزائن بنانا بہت مشکل ہے اور یہ بہت خوبصورتی کے ساتھ بنا ہوا ہے... بعض کا کہنا ہے کہ یہ ایک ایسی ٹیکنالوجی ہے جس میں ہم نے اب تک مہارت حاصل نہیں کی۔ شاید یہ کسی خلائی مخلوق کا کارنامہ ہو سکتا ہے، وہ ہمیں دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں۔

ماحول

کراچی کی فضا بیجنگ اور دہلی سے بھی زیادہ آلودہ

PCSIR کے سنٹر فار انوائر مینٹل اسٹڈیز کی طرف سے کراچی میں فضائی آلودگی کی سطح جانچنے کے لیے کیے گئے ایک مطالعہ کے بعد انکشاف ہوا ہے کہ کراچی کے بعض علاقوں کی فضا میں سیسہ یا لیڈ اور کیڈ میئم جیسی مضر صحت دھاتوں کے انتہائی باریک ذرات کی مقدار، اقوام متحدہ کے مقرر کردہ معیار سے کہیں زیادہ ہے۔ سینیئر سائنٹیفک آفیسر دردانہ رئیس ہاشمی کے مطابق اس مطالعہ کے لیے کراچی کے 108 مختلف علاقوں سے نمونے اکٹھے کیے گئے، ان علاقوں کی فضا میں 10 مائیکرو میٹر سائز کے انتہائی چھوٹے ذرات کی مقدار معلوم کی گئی۔ ان ذرات کو PM10 کہا جاتا ہے کیونکہ 10 مائیکرو میٹر یا اس سے چھوٹے ذرات سانس کے ذریعے پھیپھڑوں میں داخل ہو کر صحت سے متعلق مسائل پیدا کرتے ہیں۔ ان PM10 میں لیڈ یا سیسے کے ذرات کی مقدار 1.163 مائیکروگرام فی مکعب میٹر پائی گئی۔ جبکہ عالمی ادارہ صحت کے مطابق یہ مقدار 0.005 مائیکروگرام فی مکعب میٹر تک ہونی چاہیے۔ اسی طرح کیڈ میئم کی مقدار 0.008 مائیکروگرام فی مکعب میٹر پائی گئی جبکہ محفوظ مقدار 0.005 مائیکروگرام فی مکعب میٹر تک ہی ہے۔ دنیا میں فضائی آلودگی کے حوالے سے معروف شہر نئی دہلی میں کیڈ میئم کے ذرات کی مقدار 0.01 سے 0.02 مائیکروگرام فی مکعب میٹر تک ہے۔ جبکہ لیڈ کے ذرات کی مقدار 0.27 سے 0.46 مائیکروگرام فی مکعب میٹر تک ہے۔ چینی دارالحکومت بیجنگ میں کیڈ میئم ذرات کی مقدار 0.005 جبکہ لیڈ یا کے ذرات کی مقدار 0.33 مائیکروگرام فی مکعب میٹر تک ہے۔ شہر کی فضا میں لیڈ اور کیڈ میئم جیسے مادوں کی بڑی مقدار میں موجودگی کے باعث لوگوں میں صحت خصوصاً سانس سے متعلق بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔



ان صفحات پر آپ بھی سائنسی حقائق کے بارے میں دریافت کر سکتے ہیں۔سوال مختصر اور واضح الفاظ میں تحریر کریں اور اس پتہ پر ارسال کر دیں۔

سائنس کارنر Q&A معرفت روحانی ڈائجسٹ۔1/7 ,D-1 ناظم آباد، کراچی

Q: انسانی جسم پر جھریاں کیسے اور کیوں بنتی ہیں....؟

(ریحانہ سلیم۔ کراچی)

A: انسانی جسم پر موجود جلد (Skin) انسانی جسم کا سب سے بڑا عضو ہے۔انسانی جلد ہر وقت بیرونی عوامل سے نبرد آزما ہوتی رہتی ہے۔ جلد تین حصوں یا تہوں پر مشتمل ہوتی ہے۔



❖ .... Epidermis باہر والی تہہ۔
❖ .... Dermis درمیانی تہہ۔
❖ .... Subcutaneous Tissue سب سے نیچے والی تہہ۔

Epidermis تہہ کا بنیادی کام باہر والی آب وہوا سے جسم کو بچانا ہے۔ اس تہہ کے سیل نیچے سے اوپر کی جانب حرکت کرتے ہیں۔ انہیں Keratinoeytes کہتے ہیں اور یہ Keratin بناتے ہیں جو کہ ایک مضبوط بیرونی خول کے لیے کارآمد ہے۔جب یہ سیل یا خلیے باہر کی جانب پہنچتے ہیں تو یہ خشک ہو کر گر جاتے ہیں۔ اگر یہ عمل ابنارمل یعنی معمول سے ہٹ کر ہو تو انسانی جدل کھردری اور خشکی زدہ نظر آتی ہے۔

Dermis اس تہہ میں جلد کی ساخت کے عناصر موجود ہوتے ہیں اور یہ رابطہ ٹشو کا بھی حامل ہے۔ مختلف قسم کے ٹشو مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر Collagen ٹشو جلد کو اس کی مضبوطی دیتا ہے Elastin فائبر جلد کو اس کی لچک فراہم کرتی ہے۔

Epidermis اور Dermis کے ملاپ (Junction) پر انگنت جیسی نوکیلی سوئیاں ہوتی ہیں جنہیں

(Reteriges) کہتے ہیں۔(Epidermis) Reteriges بیرونی تہہ کا وہ رقبہ بڑھا دیتی ہیں جس سے بیرونی تہہ کے خلیے Dermis سے خون کی سپلائی لے کر اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

Subcutaneous Tissue یعنی جلد کی نچلی تہہ میں چربی کے خلیے ہوتے ہیں۔ چربی کے ان خلیوں سے جسم کی حرارت سے مدافعت یا غیر موصلی کے کام کی تکمیل ہوتی ہے۔ چربی جلد کو موٹا اور بھرا ہوا رکھتی ہے۔

انسان کی عمر کے ساتھ ساتھ بیرونی تہہ کے خلیے پتلے اور بھر بھرے ہو جاتے ہیں اور انسانی جلد بہت پتلی نظر آتی ہے۔ خلیے رطوبت جمع رکھنے کے کام کو اچھی طرح سرانجام نہیں دے سکتے اس طرح جلد خشک ہو جاتی ہے۔ ہر دس سال میں بیرونی جلد کے خلیے دس فیصد کم ہو جاتے ہیں اس طرح جلد اپنی مرمت خود نہیں کر سکتی۔ بیرونی جلد پتلی ہونے کے س اتھ ساتھ Collagen بھی کم اور لچک بھی کم ہو جاتی ہے اور جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ جلد کی خشکی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔Reteriges بھی متاثر ہو کر جلد کی خوراک مین کمی کر دیتی ہیں اس طرح انسانی جلد پر جھریاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

Q: پاسچرائیزیشن اور اسٹرلائزیشن کسے کہتے ہیں....؟

(محمد جوّاد۔اسلام آباد)

A: پاسچرائزیشن Pasteurization ایک ایسا عمل ہے جس سے خوراک کو کچھ عرصہ کے لیے خراب ہونے سے بچاتا ہے۔ اس عمل کو ایک فرانسیسی کیمیادان اور مائیکروبائیالوجسٹ لوئی پاسچر نے اپریل 1862ء میں مکمل کیا۔ شروع شروع میں یہ شراب کو محفوظ کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا پھر آہستہ آہستہ اسے دوسری قسم کی خوراک جس میں دودھ شامل ہے کو محفوظ کرنے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

اس عمل (دودھ) کی مطلوبہ خوراک کو ایک خاص درجہ حرارت تقریباً ستّر سے بہتر درجہ سینٹی گریڈ تک پندرہ سے بیس سیکنڈ تک گرم کر کے پھر چار درجہ سینٹی گریڈ تک ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ اس طرح دودھ کوئی دو سے تین ہفتے تک فریج میں رہ سکتا ہے۔ اس عمل کو (HTST) یعنی High Temperature Short Time بھی کہا جاتا ہے۔

ایک دوسرا طریقہ UHT یعنی Ultra High Temperature بھی دودھ کے لیے متحمل ہے۔ اس میں دودھ کو 135 درجے سینٹی گریڈ تک تقریباً ایک سیکنڈ کے لیے گرم کر دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں تریسٹھ درجے سینٹی گریڈ پر تیس منٹ کے لیے دودھ گرم کر کے پاسچرائز کیا جاتا ہے۔

اسٹرلائزیشن عمل (Sterilization Process) میں تمام مائیکرو آرگنامز کو ختم کرنا ہوتا ہے۔ خوراک کی اسٹرلائزیشن زیادہ عام نہیں ہے کیونکہ اس میں زیادہ درجہ حرارت زیادہ دیر تک رکھنا پڑتا ہے جس سے خوراک کی کوالٹی (معیار) اور ذائقہ خراب ہو جاتا ہے، اسٹرلائزیشن کے لیے 121 درجے سے لے کر 134 درجے سینٹی گریڈ تک پندرہ سے اٹھارہ منٹ درکار ہوتا ہے۔ اس کو Autoclave عمل بھی کہا جاتا ہے۔ آلات جراحی کو چوبیس گھنٹے تک Autoclave میں رکھا جاتا ہے تاکہ سخت سے سخت بیکٹیریا بھی ختم ہو جائے۔

جیتی جاگتی زندگی

زندگی بے شمار رنگوں سے مزین ہے جو کہیں خوبصورت رنگ اوڑھے ہوئے ہے، تو کہیں تلخ حقائق کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے ہے۔ کہیں شیریں ہے تو کہیں نمکین، کہیں ہنسی ہے تو کہیں آنسو۔ کہیں دھوپ ہے تو کہیں چھاؤں،، کہیں سمندر کے شفاف پانی کے جیسی ہے تو کہیں کیچڑ میں کھلے پھول کی مانند۔ کہیں قوسِ قزح کے رنگ ہیں۔ کبھی اماوس کی رات جیسی لگتی ہے۔ کبھی خواب لگتی ہے، کبھی سراب لگتی ہے، کبھی خار دار جھاڑیاں تو کبھی شبنم کے قطرے کی مانند لگتی ہے۔ زندگی عذاب مسلسل بھی ہے۔ توراحت جان بھی ہے، زندگی ہر ہر رنگ میں ہے، ہر طرف ٹھاٹھیں مار رہی ہے، کہانی کے صفحات کی طرح بکھری پڑی ہے....

کسی مفکر نے کیا خوب کہا ہے کہ "اُستاد تو سخت ہوتے ہیں لیکن زندگی اُستاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے، اُستاد سبق دے کے امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔" انسان زندگی کے نشیب وفراز سے بڑے بڑے سبق سیکھتا ہے۔

زندگی انسان کی تربیت کا عملی میدان ہے۔ اس میں انسان ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سیکھتا ہے، کچھ لوگ ٹھوکر کھا کر سیکھتے ہیں اور حادثے ان کے ناصح ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرے کی کھائی ہوئی ٹھوکر سے ہی سیکھ لیتا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اسے ماضی میں رونما ہونے والے واقعات بہت عجیب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ان پر دل کھول کر ہنستا ہے یا شرمندہ دکھائی دیتا ہے۔ یوں زندگی انسان کو مختلف انداز میں اپنے رنگ دکھاتی ہے۔

اب تک زندگی اَن گنت کہانیاں تخلیق کر چکی ہیں، ان میں سے کچھ ہم صفحہ قرطاس پر منتقل کر رہے ہیں۔

سجدہ شُکر

نئی ایجادات نے ایک جانب زندگی سہل کی ہے تو دوسری جانب کئی مشکلات بھی پیدا کی ہیں۔ ایسی ہی ایک ایجاد فون ہے۔

فون بڑی عجیب شہ ہے خوشی یا غم کی کسی خبر کو اتنی جلدی اور اتنی بے دردی سے کانوں تک منتقل کرتی ہے کہ انسان وہیں ڈھیر ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی میرے ساتھ ہوا۔ میں نے فون اٹھایا تو دوسری طرف امی کی شفیق آواز سنائی دی۔ انہوں نے حال احوال پوچھ کر یونہی ازراہ معلومات مجھے بتایا کہ میرے ابو کی طبیعت صبح اچانک خراب ہوگئی تھی اور بھائی انہیں ہسپتال لے کر گیا ہے۔ بظاہر تو بات اتنی خطرے والی نہیں تھی مگر پتہ نہیں کیا ہوا کہ یہ سنتے ہی میں پتھر کی بن گئی اور دو چشمے چپ چاپ بہنے لگے۔ پھر امی کیا بولتی رہیں مجھے کچھ یاد نہیں۔

میری شادی کو چار سال ہوئے تھے۔ میں اپنے گھر تھی۔ دل ابو سے ملاقات کرنے کو بے چین ہونے لگا تو میں نے اپنے شوہر کو فون کیا کہ وہ کسی طرح مجھے ابو کے پاس پہنچا دیں۔ وہ جلد ہی گھر آگئے اور ہم ہسپتال کے لیے نکل گئے۔ ابو ایمرجنسی وارڈ میں تھے۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی مجھے اپنے ابو کا بیڈ نظر آگیا وہ میری طرف ہی دیکھ رہے تھے۔

میں نے مسکرانے کی بھرپور کوشش کی اور اسی کوشش میں میری آنکھیں دھندلا گئیں مگر میں نے اپنے ضبط اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے پانی کو بہنے سے پہلے ہی روک لیا۔

ابو کی رنگت بالکل زرد ہو رہی تھی اور آنکھوں میں عجیب بے بسی اور لاچاری تھی، جو اس سے پہلے میں نے کبھی ان کی آنکھوں میں نہ دیکھی تھی۔ مجھے اپنے ابو کی نظر پر بہت مان تھا۔ انہوں نے ہمیشہ ہمیں سونے کا نوالہ کھلایا مگر شیر کی آنکھ سے دیکھا۔ شاید اسی لیے ان کی اولاد اتنی سلجھی ہوئی اور نیک تھی۔ مگر اس دن وہاں شیر کی آنکھ نہیں تھی بلکہ ایک ہارے ہوئے انسان کی آنکھ تھی جیسے اس میں زندگی کی رمق بھی کم ہی باقی ہو۔ میں نے ان کے چہرے سے نظریں ہٹالیں اور لباس پر نظر ڈالی تو تقریباً تمام لباس خون سے بھیگا ہوا تھا۔ بھائی نے بتایا کہ شاید معدے کا السر پھٹ گیا ہے اس وجہ سے بلیڈنگ نہیں رک رہی اور ذرا پہلے بالٹی بھر خون نکلا ہے اس لیے خون لگوانے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ میرے سانسوں میں ہچکی سی بندھ گئی جسے شاید ابو نے محسوس کر لیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگے محض یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ابھی میں انہیں سہارا دے کر اٹھانے ہی والی تھی کہ نرس نے آکر اٹھنے سے منع کر دیا اور ابھی ابو نے دوبارہ سر سرہانے پر رکھا ہی تھا کہ ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے اور ہم دونوں کے وہ آنسو جو ضبط مسلسل کے ساتھ دل میں گر رہے تھے آنکھوں سے ابل پڑے۔ نرس نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر تسلی دی اور میں روتے ہوئے پھر سے مسکرانے لگی اور ابو نے بھی بظاہر خارش کرتے ہوئے آنسو یوں پونچھ لیے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ میں نے ابو کا ہاتھ تھام لیا جو بے شمار سرنج لگنے کی وجہ سے سوجھا ہوا تھا اور اسے سہلانے لگی۔ باپ سر پر پیار دے یا نہ دے مگر اس کا سایہ بیٹیوں کے سروں پر ہمیشہ رہتا ہے اور اس سایے سے دور جانا مجھے کسی طرح بھی گوارہ نہیں تھا۔ کبھی نہیں۔

مجھے یاد ہے کہ یہ آج سے کوئی بارہ سال پہلے کی بات تھی۔ تب میں شاید آٹھویں میں پڑھتی تھی کہ اچانک ابو کو دل کی تکلیف ہو گئی۔ ابو اور امی ہم بہن بھائیوں کو ہمسایوں کے گھر ایک رات کے لیے چھوڑ کو اسلام آباد چیک اپ کروانے گئے تھے۔ ابو واپس آئے تو میں نے ان سے کچھ پوچھا نہیں۔ بس ان سے لپٹ کر زارو قطار رونے لگی۔ تب میرے رونے پر ابو نے مجھے بہت ڈانٹا تھا اور اسی ڈانٹ ڈپٹ میں میری تسلی ہو گئی تھی۔ کاش آج بھی میرے رونے پر ابو چپ چاپ رونے کی بجائے مجھے ڈانٹ دیتے تو میری تسلی ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ رعب دار اور گرجدار آواز رکھنے والے میرے ابو کی زبان آج دب سی گئی تھی.... شاید کہیں ان کے کانوں میں بھی خطرے کی کوئی گھنٹی نہ بن گئی ہو.... دل کانپ سا گیا اور میں نے جھر جھری لی۔ نرس نے مجھے کہا "اب یہاں زیادہ دیر کھڑے ہونا مناسب نہیں اس لیے باہر چلے جائیں۔" میں باہر آگئی مگر اپنا دل اور نظریں اندر ہی چھوڑ آئی۔

میرے شوہر مجھے امی کی طرف چھوڑ آئے اور خود امی کو لے کر دوبارہ ہسپتال آگئے۔ میں بار بار فون

کر کے پوچھتی رہی مگر رپورٹ یہ ہی تھی کہ بلیڈنگ نہیں رک رہی۔ رات تک خون کی نو بوتلیں لگائی گئیں جو شاید ویسے کی ویسے نکل گئیں۔ اینڈو اسکوپی کرنے سے پتہ چلا تھا کہ معدے کا السر نہیں پھٹا تھا۔ یہ شاید آنتوں کا مسئلہ تھا۔ بہر حال ڈاکٹروں کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اصل مسئلہ کہاں ہے۔ میری امی ساری رات تازہ خون سے بھرے ہوئے پاٹ گراتی رہیں۔ میرا اکلوتا بھائی ان دونوں کو دیکھ دیکھ روتا رہا اور ہم بہنوں نے آنکھوں میں رات گزار دی۔ صبح میں ابو کو ملنے گئی تو انہیں وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا تھا اور بلیڈنگ کچھ رکی ہوئی تھی۔ مگر ان کی رنگت بالکل سیاہ ہو چکی تھی جیسے جما ہوا کالا خون۔ تب وہ سو رہے تھے میں کچھ دیر وہاں رکی اور امی اور بھائی سے آنکھیں ملائے بغیر واپس لوٹ آئی۔ ابھی گھر پہنچی ہی تھی کہ فون آیا، ابو کی حالت اچانک بگڑ گئی تھی ان کا سانس اکھڑ گیا تھا اور انہوں نے ہچکی لے کر امی کے کندھے پر سر چھوڑ دیا تھا.... اسی وقت ڈاکٹرز انہیں ایمرجنسی آپریشن کے لیے لے گئے۔ امی نے پیغام دیا تھا کہ سب بہنیں پڑھائی کریں۔ میں نے لرزتی آواز کے ساتھ پیغام اپنی بہنوں کو دیا۔ جاء نماز بچھائی اور اللہ کے آگے جھک گئی۔ روتی رہی، گر گڑاتی رہی، دعائیں مانگتی رہی۔ اللہ کا کلام پڑھتی رہی اور اپنے ابو کا سراپا سر تا پا اپنے ذہن میں لا کر پھونکیں مارتی رہی۔

شام کے سائے بڑھنے لگے مگر کوئی خیر خبر نہ آئی۔ میں نے فون کر کے اپنے شوہر سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپریشن پچھلے چھ گھنٹے سے جاری ہے۔ میں نے امی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ جب سے آپریشن شروع ہوا ہے آپریشن تھیٹر کی کھڑکی پکڑے کھڑی ہیں۔ اس سے آگے میں کچھ نہ سن سکی کیونکہ سننے کی ہمت نہ تھی، میں نے فون بند کر دیا اور دوبارہ خدا کے آگے جھک گئی۔ یقیناً یہ آپریشن ہی ہمیں آر یا پار لگانے والا تھا۔ سجدے کی حالت میں مجھے اپنے ابو کی شبیہہ نظر آئی وہ کفن میں ملبوس تھے اور ان کے ارد گرد پھول تھے۔ میں سر سے پاؤں تک لرز گئی۔ بلک بلک کر دعائیں کرنے لگی، واسطے دینے لگی۔ ٹائم گزرتا رہا ہر کوئی اپنی اپنی جگہ دعائیں مانگتا رہا۔ میرے ابو پورے خاندان بلکہ پوری برادری کے ہر دلعزیز انسان تھے۔ ایسے پیارے شخص کے لیے دعائیں کرنے والے ہزاروں تھے۔ جس کسی کو پتہ چلا وہ بے چین و بے قرار ہو کر ہسپتال کی طرف دوڑا۔ بے شمار لوگوں کی دعائیں بیٹیوں کی چاہت، بیٹے کا انس اور بیوی کا لازوال پیار ابو کے لیے بارگاہ الٰہی میں فریاد بنا ہوا تھا۔

اور پھر مغرب کی اذانیں ہونے لگیں۔ سورج ڈھل گیا اور چاند نکلنے لگا مگر کوئی خبر نہ آئی۔ میں نے سجدے میں جھکا دیا۔ دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب یہ سر تب ہی سجدے سے اٹھے گا۔ جب کوئی خیر کی خبر آئے گی۔ پھر سجدے میں ہی مجھے دوبارہ ابو کی مسکراتی شبیہہ نظر آئی۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے "بیٹا یہ تو معمولی کیس تھا اب میں بالکل ٹھیک ہوں" "معمولی کیس" ان کا تکیہ کلام ہوا کرتا تھا۔ ابھی میں نے یہ جھلک دیکھی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ بہن نے فون سنا اور پھر مجھے آواز دینے لگی۔ میں سجدے سے

نہ اٹھی تو وہ آوازیں دیتے ہوئے کمرے تک آئی اور بتانے لگی کہ آپریشن کامیاب ہوگیا ہے۔ میں نے شکر ادا کیا اور اپنے پروردگار کے حضور سے سر اٹھا کر فون سننے کے لیے آئی۔ شوہر نے بتایا کہ آٹھ گھنٹے کے طویل آپریشن کے بعد اب وہ آئی سی یو میں ہیں اور کچھ کچھ ہوش میں ہیں۔

میں نے بظاہر تو سجدے سے سر اٹھالیا تھا مگر یہ میں جانتی ہوں کہ اس اللہ کے شکر میں یہ سر آج بھی سجدے میں ہے اور تمام عمر رہے گا۔ آج اللہ میرے دل کی ہر دھڑکن اور میری ہر سانس میں ہے میں اسے اپنی شہ رگ سے زیادہ قریب محسوس کرسکتی ہوں۔

فرض کی ادائیگی

ڈاکٹر نیاز ہمارے پیارے دوستوں میں سے ہیں۔ ان کے بیٹے کی شدید بیماری نے انہیں زندگی سے مایوس کردیا تھا۔ پھر ان کی زندگی میں بہار لوٹ آئی۔ ان کی روداد کچھ اس طرح ہے۔

اے خدا! تو بزرگ و برتر ہے، تو ہی سب کا حاجت روا ہے۔ مالک! مجھ پر رحم فرما! میرے اکلوتے بچے کی زندگی واپس دے دے! تو سب کی دعائیں سننے والا ہے۔ میری بھی اس دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرما!

ڈاکٹر نیاز نے اپنی طویل دعا ختم کرکے یاس و حسرت کی نگاہ اپنے بیمار بچے پر ڈالی۔ وہ معصوم اپنے باپ کے رنج و غم سے بے نیاز، نہ جانے کس کٹھن سفر کی تیاری میں مصروف تھا۔

ڈاکٹر نیاز نے سوچا "کیا موت اس معصوم اور حسین وجود کو اپنی آغوش میں لے سکتی ہے.... نہیں، نہیں، آج رات، ہاں، آج کی رات بیت جائے، تو پھر میرا یہ بچہ، میرا ریحان زندہ رہے گا، میرا بچہ مجھے واپس مل جائے گا.... اُف کتنی طویل ہے آج کی رات.... معلوم ہوتا ہے وقت منجمد ہو گیا ہے۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور پھر وہ بخار کی شدت سے بے ہوش بچے کے سرہانے بیٹھ گیا۔

"اللہ! وہ کون سی ان دیکھی موت ہے جو میرے لختِ جگر کو لحہ بہ لمحہ مجھ سے دور لے جارہی ہے کیا موت....؟ اگر.... اگر موت اس کو مجھ سے چھین لے.... شاید.... نہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا.... لیکن موت پر کب کسی کا زور چلا ہے....؟" ڈاکٹر نیاز، جس نے نہ جانے کتنی ہستیوں کو مشیت ایزدی کی مدد سے موت کے خونی پنجے سے نجات دلوائی، آج اس کی یہ مسیحائی اپنے لختِ جگر کے کام نہ آسکی۔

"میرے خدا، خونِ دل سے سینچا ہوا میرا یہ ننھا سا پودا مرجھا نہ جائے۔" یہ اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا تھی۔

رات کسی سیاہ باطن کی مانند، تاریک تھی۔ ہواؤں کے تیز و تُند تھپیڑے طوفان کی آمد آمد کا پیش خیمہ تھے.... لیکن یہ طوفان شاید اس طوفان کا مقابلہ نہ کرسکے گا جو ڈاکٹر کی زندگی میں اس رات آنے والا تھا۔

ڈاکٹر نے دریچے کے پٹ کھول دیے اور باہر خلا میں بکھری ہوئی تاریکی سے اپنی زندگی میں آنے والی تاریکی کا موازنہ کرنے لگا.... آسمان پر ان گنت تاروں کے ہجوم سے اک چمکدار تارا ٹوٹ کر فضاؤں

کی بسیط ویرانیوں میں گم ہوگیا۔ پٹ بند کرتے وقت ڈاکٹر کا دل انجانے خطرے سے دھڑک رہا تھا۔

"ابا جی، پانی۔" نحیف سی آواز نے اسے مخاطب کیا۔ ڈاکٹر نیاز جیسے بجلی کا زبردست جھٹکا محسوس ہوا۔" رضیہ! رضیہ! دیکھو، ہمارے ریحان نے پانی مانگا ہے، اب یہ تندرست ہوجائے گا۔ ہے نا....؟ ان کی آنکھیں غم اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے چمکنے لگیں۔ رضیہ نے پانی کا چمچ بھر کر ریحان کے منہ میں ٹپکا دیا، لیکن ریحان کی بتیسی بند ہوگئی تھی اور پانی کا ایک قطرہ بھی حلق کے نیچے نہ اتر سکا.... ڈاکٹر نے گھبرا کر نبض پر ہاتھ رکھا۔ چند لمحوں کی خوشی آن واحد میں غائب ہوچکی تھی۔ اس نے اپنا ڈاکٹری بکس کھولا۔ رضیہ! یہ دوا پلا دینا.... لیکن.... نہیں.... میں انجکشن کی تیاری کرتا ہوں۔ نیاز نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

کھٹ کھٹ کھٹ اس کے قدم دستک کی آواز پر ٹھٹھک کر رہ گئے۔ صدر دروازے پر کوئی اندھا دھند دستک دیے جارہا تھا۔ ڈاکٹر کے قدم پھر اپنی ڈسپنسری کی جانب اٹھنے لگے۔ اک اک لمحہ قیمتی تھا۔ صدر دروازے پر دستک تیز تر ہوتی گئی ساتھ ہی کسی کی آواز رات کے سکوت کو درہم برہم کرنے لگی۔

ڈاکٹر! ڈاکٹر! خدا کے لیے دروازہ کھولیے....

کون ہوسکتا ہے اتنی رات گئے....؟ شاید کوئی مریض ہو۔ اب اس کا رخ باہر کی جانب تھا۔

کون ہے بھئی.... کیا بات ہے....؟ ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔

ڈاکٹر صاحب.....! مہربانی فرما کر میرے ساتھ چلیں، خدا کے لیے۔

نہیں اس وقت قطعی ناممکن ہے۔ اس کے لہجے میں کرختگی تھی۔ میں منہ مانگی فیس دینے کو تیار ہوں، ڈاکٹر اجنبی نے التجا کی۔

نہیں میں اس وقت کہیں نہیں جاسکتا۔ جواب میں اب بھی درشتی تھی۔ ڈاکٹر، یہ میرے بچے کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔

زندگی اور موت! ڈاکٹر بڑبڑایا.... اس کے دل ودماغ میں طوفان کی سی کیفیت برپا تھی۔ کیا میرا بچہ موت کی سرحدوں سے واپس آسکتا ہے....؟ نہیں نہیں۔ یکبارگی ڈاکٹر نے اجنبی کا بازو جھٹک دیا۔ اجنبی کی آنکھیں حیرت اور دکھ سے پھیل گئیں۔

بہت دکھی معلوم ہوتا ہے۔ غم میں ڈوبے ہوئے ڈاکٹر نے سوچا۔ رضیہ! میں جارہا ہوں۔ ڈاکٹر نے عزم کے ساتھ کہا۔

آپ کیسے جاسکتے ہیں، آپ کا بچہ زندگی اور موت کے دوراہے پر کھڑا ہے۔ رضیہ نے ڈاکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم روک لینا چاہے۔

یوں مت کہو رضیہ! مجھے اس وقت جانے دو۔ ہمارا ریحان صرف چند لمحوں کا مہمان ہے شاید میں خدا کی نصرت سے کوئی اور زندگی موت کے بھیانک جبڑوں سے چھین سکوں۔ میں ڈاکٹر ہوں، اس لیے موت کی بھیانک پرچھائیں پیشگی دیکھ لیتا ہوں۔ موت دبے قدموں ہمارے ریحان کی جانب بڑھ رہی ہے اور میں بے بس ہوچکا ہوں۔

خدا کے لیے ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالیے۔

ہاں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اب آس کے

بندھن اک اک کر کے ٹوٹ چکے ہیں۔ ریحان کے پیر ٹھنڈے ہیں، انسانی کوششیں قدرت نے ناکام بنا دیں۔ خدا کو یہی منظور تھا اور اب فرض مجھے آواز دے رہا ہے میں جارہا ہوں اور اس نے آگے بڑھ کر ریحان کے چہرے پر آخری بوسہ دیا۔ خدا حافظ! میرے بیٹے دعا کرنا تمہارا باپ اپنے فرض کی تکمیل کر سکے۔

اور چند لمحوں بعد سنسان اور تاریک سڑک پر دو کاریں آگے پیچھے رواں دواں تھیں۔

ڈاکٹر نے جب اسٹیتھسکوپ سے بچے کے دل کی حرکت دیکھی تو دور کہیں کسی گھڑیاں نے تین بجا کر اعلان کیا بھیانک ترین رات گزر چکی ہے اور اب خوشگوار سنہری صبح طلوع ہوئی۔

اس کی مسلسل جدوجہد اور انجیکشن کے اثر سے بچے نے صبح پانچ بجے آنکھ کھول دی نمونیے کے خوفناک حملے کا زور ٹوٹ چکا تھا۔

ڈاکٹر صاحب آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس کے عوض میں کچھ نہیں دے سکتا۔ یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیے۔ اجنبی نے ڈاکٹر کی طرف دو ہزار کا چیک بڑھادیا۔

میرے دوست! تم خوش نصیب ہو۔ کاش! میں بھی تمہاری طرح اپنے بچے کی صحت یابی کی خوشی منا سکتا۔ اس رقم سے تم اپنے ننھے کو میری جانب سے اک تحفہ دینا۔ اک حسرت نصیب باپ کی طرف سے تم پر خدا نے خاص طور پر احسان کیا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا اور کار کی جانب قدم بڑھادیے۔

اس کا دل اب مطمئن تھا۔ آج اس نے پہلی مرتبہ اپنا فرض شعور کے ساتھ ادا کیا اور اپنی محبت پر فرض کو ترجیح دی۔ پھر اس کو اس میں نمایاں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ کیا یہ خوشی کی بات نہیں....؟ لیکن ریحان.... میرا ریحان.... اس کا دل ایک لخت بری طرح دھڑکا۔ شاید موت نے زندگی پر فتح حاصل کرلی ہو اور میں اپنے لخت جگر کی آخری جھلک بھی نہ دیکھ سکوں میرے ریحان تجھے میں آخری مرتبہ.... مایوسی اور غم کے عالم میں بے اختیار اس نے اپنا سر اسٹیرنگ پر رکھ دیا۔ آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک پڑے.... اور پھر جیسے کسی زلزلے نے اسے اٹھا کر زمین کی گہرائیوں میں پٹخ دیا۔ ڈاکٹر کی مسلسل شب بیداریوں نے تیز رفتار کار کو ایک درخت سے بری طرح ٹکرادیا تھا۔

اوہ! مجھے.... آخر کیا ہو گیا ہے....؟ آہ! اس نے ڈاکٹر شمیم کو خود پر جھکا دیکھ کر دریافت کیا۔

کچھ نہیں دوست! خدا کا شکر ہے تمہیں تین روز بعد ہوش آگیا۔

مجھے جانے دو.... خدا.... ریحان.... میرے بچے.... آہ! ریحان!

ریحان.... کیا ریحان.... میرا ریحان موت کی راہوں سے لوٹ آیا ہے۔

جی ہاں آپ کے چلے جانے کے بعد ڈاکٹر شمیم کو فون کر کے بلایا۔ ان کی جدوجہد اور خداوند کریم کی رحمت سے ریحان کو نئی زندگی مل گئی۔

اللہ! تو بہت بڑا ہے۔ ڈاکٹر نیاز میز ہی پر سربسجود ہو گیا۔

❄

اپنے گھر کو امن و سکون کا مرکز بنائیے

ڈاکٹر فرحت جہاں

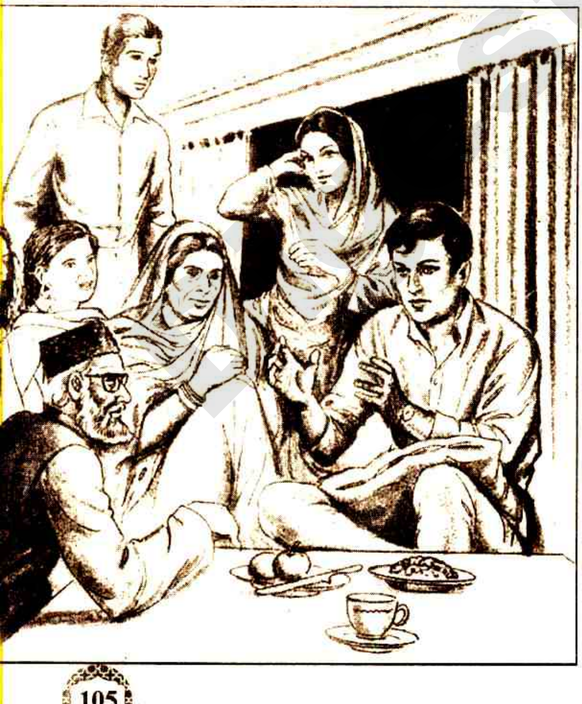
شادی کے بعد نئے گھر کی ذمہ داریاں سنبھالنا اور نبھانا ایک اہم کام ہے۔

آج کل کی پڑھی لکھی اور ماڈرن لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ صرف شوہر کو اپنا کر وہ سسرال میں سکون سے رہ سکتی ہیں مگر ایسا ہوتا نہیں ہے۔ جہاں لڑکیاں ان رشتوں کو اہمیت نہیں دیتیں وہاں جوائنٹ فیملی سسٹم بھی متاثر ہوتا ہے۔ ساس بہو کو بڑے چاؤ سے بیاہ کر لاتی ہے مگر کچھ ہی عرصے کے بعد سارے لاڈ اور چونچلے ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بہو ابتدائی دنوں میں تو ساس کے سامنے ایک سعادت مند بیٹی کی طرح رہتی ہے مگر رفتہ رفتہ گلے شکوے اور اختلافات جنم لینے لگتے ہیں۔ شروع میں شوہر کی ہر بات پر ہاں میں ہاں ملائی جاتی ہے۔ ان دنوں محبت کا موسم اپنے عروج پر ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ گھر کا ماحول تبدیل ہونے لگتا ہے۔

آخر ایسا کیوں ہوتا ہے....؟ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

شادی کے بعد قائم ہونے والے رشتے اتنے ہی اہم ہیں جتنے خون کے رشتے کیونکہ شادی دو افراد کے ملاپ کا نام نہیں بلکہ دو خاندانوں کے ملاپ کا بھی نام ہے۔

رشتوں کو نبھانا مشکل ضرور ہے مگر ناقابل عمل نہیں ہے۔ البتہ اس میں احتیاط بہت ضروری ہے کیونکہ شادی ایک سمجھوتے کا بھی نام ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ میں صبر، برداشت، تحمل اور درگزر کا مادہ ہو۔ اختلاف رائے کی گنجائش ہر جگہ ہوتی ہے مگر ان اختلافات کو جھگڑے کی شکل دے دی جائے تو نہ صرف گھریلو ماحول خراب ہو گا بلکہ رشتوں میں بھی دراڑیں پڑ سکتی ہیں، کیونکہ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑھ کر انتہا کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔



ہر شخص اپنے گھر کو امن و سکون کا گہوارہ بنانا چاہتا ہے۔ ایسا گھر جہاں کے مکین آپس میں پیار و محبت کرتے ہوں۔ کہتے ہیں کہ بزرگوں کا سایہ گھر کے لیے رحمت ہوتا ہے ہمارے ساس، سسر، نانیاں، دادیاں ہی وہ ہستیاں ہیں جن کے تجربات کی روشنی میں نئی نسل کو ہدایت مل سکتی ہے، ان کی ہی دعاؤں کے طفیل گھر پھلتا پھولتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اصل سے سود پیارا ہوتا ہے اور اولاد سے اتنی محبت نہیں ہوتی جتنی اولاد کی اولاد سے ہو جاتی ہے۔ عام طور پر والدین اپنی معاشی اور دفتری پریشانیوں میں اتنے الجھے رہتے ہیں کہ بچوں کی طرف توجہ ہی نہیں دے پاتے۔ ایسے میں یہ بزرگ ہی ہوتے ہیں جو ایک سایہ دار شجر بن کر پودوں کی آبیاری کرتے ہیں یہ بزرگ ایک چلتا پھرتا تعلیمی ادارہ ہوتے ہیں۔ جب لڑکیاں بیاہ کر سسرال جائیں تو ان پر واجب ہے کہ اپنے ساس، سسر کا خیال رکھیں، ان کا احترام کریں۔ جس طرح وہ اپنے ماں باپ کے حکم کو نہیں ٹالتیں اسی طرح انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ یہ بزرگ ان کے شوہر کے ماں باپ ہیں۔

خوشگوار ازدواجی زندگی

میاں بیوی کا رشتہ خاندان کی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ جس قدر پائیدار ہے اسی قدر نازک بھی ہے۔ ان کی ذہنی ہم آہنگی، سمجھوتے اور محبت سے ہی ایک اچھا خاندان جنم لے سکتا ہے۔

تعلقات میں بگاڑ عموماً اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آپ دوسروں پر اپنی مرضی تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ وہ شوہر ہو یا بیوی کیونکہ عقل کل سمجھے والا ہمیشہ مار کھاتا ہے۔

دوسرے کی رائے کو مقدم سمجھنا اور اس کا احترام کرنا امن اور صلح کا راستہ ہے۔ اپنی مرضی کو اہمیت دینا اور دوسرے کی مرضی کا خیال نہ رکھنا خود غرضی کی دلیل ہے۔ بہت سے شوہر یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے زندگی گزاری ہے آنے والی بھی اسی طرح زندگی گزارے۔ حالانکہ عام طور پر شادی کے بعد عورت ہی زیادہ ایثار کرتی ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ اپنی ساری خوشیوں کو ملیامیٹ کر دے اور طریقے یا سلیقے سے شوہر سے اپنی کوئی ایک بات بھی نہ منوا سکے۔ میاں بیوی کو تحمل سے کام کرنا ہوگا، شوہر کو تحکمانہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح بیوی کو بھی بحث مباحثے سے گریز کرنا چاہیے۔

اگر دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ لیں اور ان سے خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی گھریلو زندگی مثالی نہ ہو۔ شادی شدہ زندگی میں لچکدار رویہ بہت ضروری ہے۔

جب دو افراد میں کوئی نیا رشتہ بنتا ہے تو دونوں کی شخصیت کے منفی اور مثبت دونوں پہلو سامنے آتے ہیں۔ ان کی کمزوریاں، خوبیاں ایک دوسرے پر عیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی رائے کا احترام کریں،

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب دونوں میں اختلاف ہوتا ہے تو دونوں خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہیں۔

لیکن ازدواجی زندگی میں یہ خاموشی کسی برے

طوفان کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ بات کرنے سے کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا اور یہ کتھارسس کی ایک صورت ہوتی ہے اس دوران دونوں میں سے ہر ایک کا لہجہ اور الفاظ کا چناؤ نہایت مہذب ہونا چاہیے تاکہ دوسرا آپ کی بات دھیان سے سن سکے اور سمجھ سکے۔ کون سا گھر ایسا ہو گا جہاں میاں بیوی میں نوک جھونک نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں بڑا مزہ اس ملاپ میں ہے جو ہو جائے لڑائی کے بعد۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس کا تذکرہ اپنے میکے میں سہیلیوں میں یا شوہر کے دوستوں سے کریں۔ یہ خالص ذاتی مسئلہ ہے۔ اسے اگر آپ گھر سے باہر لائیں گی تو ایک تو شوہر کا آپ پر سے اعتماد اٹھ جائے دوسرے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے گا کہ آپ اس کی کسی بات کو راز نہیں رکھ سکتیں لہٰذا ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے جب وہ آپ سے بہت سی اہم باتوں کو بھی چھپائے گا۔

یقیناً بعض معاملات میں آپ کی اور آپ کے رفیق سفر کی دو رائے ہو سکتی ہیں کیونکہ دنیا میں ہر شخص کے خیالات نظریات اور احساسات مختلف ہوتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ محض اسی کو بنیاد بنا کر اپنی زندگی کو دشوار بنالیا جائے۔

قریبی تعلقات کو کامیابی سے ہمکنار رکھنے کے لیے آپ کو اپنا دل کشادہ رکھنا پڑے گا۔

شادی کے بعد کئی لڑکیاں گھر پر اپنی حکومت چاہتی ہیں۔ اگر ان کے شوہر اپنی والدہ والد یا بہن بھائیوں کو زیادہ وقت دیتے ہیں تو وہ برداشت نہیں کرتیں۔ اس طرح معاملات الجھتے جاتے ہیں۔ اپنے شوہر کا دل جیتنے کے لیے آپ کو ان کی پسند ناپسند کا خیال رکھنا ہو گا۔ وہ کن لوگوں سے محبت کرتے ہیں ان لوگوں کی خاطر تواضع اور تعریف کرنے سے وہ یقیناً آپ کے دل سے معترف ہوں گے اور ان کے دل میں آپ کی عزت بڑھ جائے گی۔

گھر کے بجٹ سے کچھ بچت کر کے ساس نندوں یا دیور اور ان سے متعلقین کے لحاظ سے چھوٹے موٹے تحائف دیا کریں۔ کبھی ان کی پسند کے کھانے بنا کر کبھی ان کے مسائل شیئر کر کے آپ عقلمندی سے ان معاملات کو کنٹرول کر سکتی ہیں۔ رشتے سنبھالنے سے سنبھلتے ہیں اور زندگی گزارنے کے لیے سیاست کی نہیں محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔

بیٹیوں کے رشتوں کی تلاش

آخر مشکل کیوں....؟

ہمارے ہاں ہزاروں ایسی لڑکیاں اس وقت گھر بیٹھی شادی کا انتظار کر رہی ہیں، بڑھتی عمر اور گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ کئی لڑکیوں میں بد مزاجی اور چڑچڑے پن کے علاوہ بہت سے نفسیاتی مسائل بھی جنم دے رہا ہے۔ والدین کی پہلی اور شدید خواہش یہی ہوتی ہے کہ ان کی بیٹیاں وقت پر اپنے گھروں میں بیاہ کر چلی جائیں لیکن آج کے اس مادہ پرست دور میں ایسا بہت حد تک ناممکن ہو چکا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو خوبصورتی اور دولت کا معیار، دوسرے آؤٹ آف فیملی رشتے اور ذات برادری کو مدنظر رکھنا ہے اور تیسرا لڑکے والوں کے ناز نخرے! عام طور پر والدین صرف اپنی سوچ کے منصوبے کو عملی طور پر پورا ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں اپنی پسند کے رشتے تلاش کرتے ہوئے کئی سال گزر جاتے ہیں حتیٰ کہ لڑکی عمر کے اس حصے میں داخل ہو جاتی ہے جسے (Over Age) کہا جاتا ہے۔ جوں جوں رشتے آنے میں کمی واقع ہوتی ہے، کئی والدین کے رویوں میں بھی تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے۔



تیس سالہ شبانہ اپنے پانچ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہے۔ اس سے چھوٹی دو بہنوں کی شادیوں کو کافی عرصہ ہو چکا ہے، ایسا نہیں ہے کہ شبانہ کم پڑھی لکھی ہو، شبانہ نے بی کام کیا ہے لیکن اس کے والدین کو خاندان میں کوئی مناسب رشتہ نہ مل سکا۔ شبانہ نے کئی مرتبہ خود کو مصروف رکھنے کے لیے ملازمت کرنا چاہی مگر گھر والوں نے اجازت نہ دی۔ شبانہ کا کہنا ہے کہ اس کے گھر والوں اور خاندان کی دوسری لڑکیوں کا رویہ اس کے ساتھ بہت طنز آمیز ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ گھر میں قید ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ سب میں مل جل کر بیٹھنے کی بجائے تنہائی کو ترجیح دینے لگی ہے، اس کی والدہ کھلم کھلا اسے ''مصیبت'' کہتی ہیں اور وہ اس

درخشاں مسعود

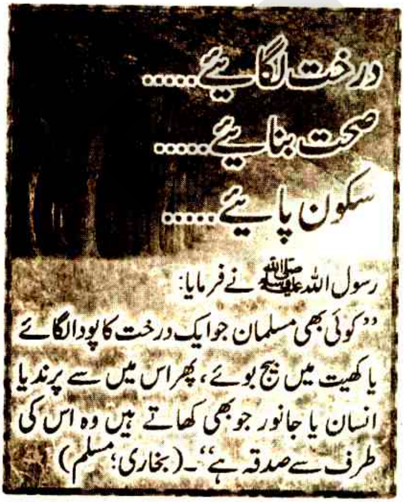
بوجھ زدہ زندگی سے تنگ آگئی ہے۔

پچیس سالہ نازش نے ایف اے تک تعلیم حاصل کی تو والدین نے شادی کے خیال سے تعلیم کا سلسلہ منقطع کروادیا اور اسے گھر گرہستی سیکھنے کا حکم بھی دیا۔ اس کے ساتھ ہی خوب سے خوب تر کی تلاش شروع کردی گئی مگر چھ سال گزرنے کے باوجود انہیں نا تو پسند کا رشتہ ملا اور بہت سوں کو نازش بھی پسند نہیں آئی۔ ان حالات کی بدولت نازش بدمزاجی اور نفسیاتی الجھاؤ میں مبتلا ہوگئی۔ وہ رشتے کے لیے آئی ہوئی عورتوں کے سامنے مسلسل کیٹ واک سے بھی تنگ آچکی تھی۔

بتیس سالہ طائرہ نے انگلش میں ایم اے کیا ہے اور ایک پرائیوٹ جاب کرتی ہے۔ والدین اور وہ خود بھی ایک پڑھا لکھا لڑکا چاہتی تھی اپنی اچھی جاب کی وجہ سے بہت سے رشتے غیر مناسب لگے اس لیے انکار کردیا گیا۔ وہ چونکہ خود مختار ہوچکی تھی اس لیے اس کے والدین کو ہر آنے والا رشتہ لالچی لگتا تھا۔ نتیجتاً اس کے رشتے آنا بند ہوگئے ہیں، مزاج کی سرد مہری اور لوگوں کی بیجا تنقید نے اسے مزید بدظن کردیا ہے اور اب طائرہ شادی کا خیال دل سے نکال چکی ہے۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں والدین کی یہ اوّلین ذمہ داری ہے کہ وہ بیٹیوں کے رشتے کی تلاش میں مناسبت ضرور تلاش کریں، لیکن ساتھ ہی اپنے رویے اور سلوک کو بھی ٹھیک رکھیں کیونکہ معاشرے کی بدسلوکی اور بداخلاقی پر صرف والدین اور بہن بھائیوں کا ساتھ ہی ”مسترد“ کیے جانے کی تکلیف کو کم کرسکتا ہے۔ لڑکی کو یہ احساس نہ دلایا جائے کہ وہ ان پر بوجھ بن گئی ہے۔ بیٹیوں کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے۔ اس فرض کو وہ محبت اور ذمہ داری سمجھ کر ادا کرسکتے ہیں۔ مجبوری اور بوجھ سمجھ کر لڑکی کو احساس جرم میں مبتلا نہ کریں، کیونکہ جب لڑکے والے کسی لڑکی کو مسترد کرتے ہیں تو وہ اس کے احساسات اور جذبات کو کچل کر بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان حالات میں لڑکی کو محبت اور اعتماد کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔

والدین سے درخواست ہے کہ وہ لڑکی کی تعلیم جاری رہنے دیں اور صرف شادی کی وجہ سے اس کی تمام توانائیاں مفلوج نہ کریں، اسے یہ احساس نہ دلایا جائے وہ بوجھ بن گئی ہے بلکہ جتنا ممکن ہوسکے، ذہنی طور پر مطمئن کیا جائے اور شادی کو سر پر سوار کرنے کے بجائے، زندگی کی دوسری حقیقتوں کو پرکھنے کا موقع دیا جائے۔ شاید ذرا سی کوشش کسی کے احساسات اور جذبات کو قتل ہونے سے بچائے گی۔



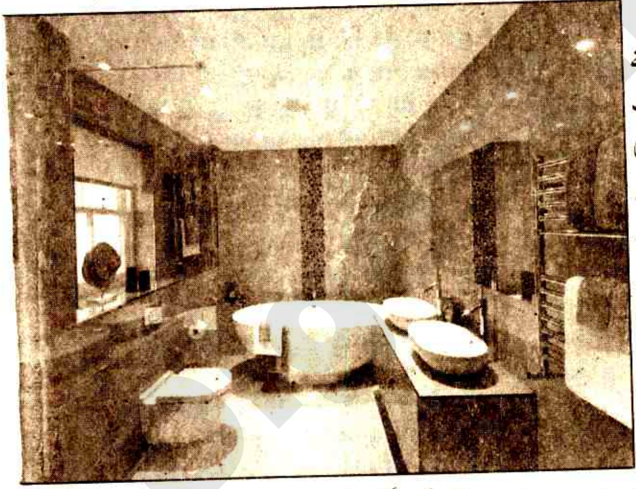
باتھ روم

خاتون خانہ کے
ذوق اور سلیقے
کا آئینہ دار

کہا جاتا ہے کہ اگر کسی خاتون کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ وہ پھوہڑ ہے یا سگھڑ تو یہ فیصلہ اس کے گھر کے کچن اور باتھ روم کو دیکھ کر بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ باتھ روم گھر کا وہ حصہ ہوتا ہے جہاں کچن کی طرح صفائی ستھرائی کا خیال رکھا جانا چاہیے اور اس کے علاوہ اگر باتھ روم کو باقاعدہ ڈیکوریٹ کیا جائے تو صحت پر اس کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں ار طبیعت بشاش ہو جاتی ہے۔ آج ہم آپ کو باتھ روم کی صفائی اور ڈیکوریشن کے حوالے سے کچھ ٹپس دیں گے۔

اگر آپ تھوڑی توجہ اپنے باتھ روم کو دیں تو یہ توجہ آپ کے گھر کو بھی چار چاند لگا دے گی اور آپ کے سلیقے اور ذوق کی داد دیے بنا کوئی نہ رہ سکے گا اور آپ کا باتھ روم بہت خوبصورت ہو جائے گا۔

باتھ روم مختلف سائز کے ہوتے ہیں قدرتی طور پر آپ وہ حصہ منتخب کریں گی جو آپ کی فیملی اور گھر کے لیے مناسب ہو۔ عام طور پر مہمانوں کے لیے ایسا باتھ روم منتخب کر لیا جاتا ہے جو قدرے چھوٹا اور واش بیسن اور Lavatory کی سہولت پر مشتمل ہوتا ہے اور جسے صرف دعوتوں کے دوران استعمال کیا جاتا ہے ۔ بڑے باتھ روم کئی سہولیات کے حامل ہوتے ہیں۔



باتھ ٹب

باتھ ٹب جدت اور خوبصورتی کی علامت ہے۔ تمام دن کی تھکن نیم گرم پانی میں غسل کرنے سے باآسانی دور ہو جاتی ہے۔ باتھ ٹب مختلف سائز، ساخت اور اسٹائل کے دستیاب ہیں۔ آپ ایک اچھے برانڈ کے باتھ ٹب کا انتخاب کمپنی کے بروشر اور کیٹلاگ دیکھنے کے بعد کریں، سب سے اہم چیز اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ باتھ روم میں موجود مختلف اضافی سہولتوں اور تعیشات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے اگر باتھ ٹب Exotic Shell شیپ میں ہے تو مناسب ہو گا کہ واش بیسن، کموڈ اور بیڈٹ (Bidet) بھی اسی تھیم کو پیش کریں۔ باتھ ٹب کبھی بھی بہت بڑا نہیں

فرخ جبین اظہر

ہونا چاہیے جو کمرے پر غالب آجائے اور باقی چیزوں کے لیے جگہ تھوڑی پڑ جائے۔ باتھ ٹب خریدنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لیں کہ اسے با آسانی لایا لے جایا سکتا ہے اس کے لیے خصوصی ریلیز (Rails) فراہم کیے جاتے ہیں جس سے بغیر کسی رسک کے باتھ ٹب لایا لے جایا سکتا ہے۔

واش بیسن

واش بیسن اب مارکیٹ میں بڑی رینج میں موجود ہیں کلرز، اسٹائل، ماڈلز میں بے پناہ ورائٹی موجود ہے جس کے باعث انتخاب مشکل ہو گیا ہے۔ بنیادی طور پر فیصلہ یہ کرنا ہوتا ہے کہ واش بیسن دیوار سے لگائے جائیں یا پھر Pedestal پر سیٹ کیے جائیں اس کے بعد اسٹائلش اسٹینڈ ڈرین پائپ کے لیے لگایا جاسکتا ہے۔

کموڈز

آج کل کموڈز اور بیڈٹ (Bidet) آرٹ کا نمونہ نظر آتے ہیں رنگوں کی بے پناہ ورائٹی موجود ہے جس سے باتھ روم کو ایک خوبصورت تاثر ملتا ہے اور آپ کا بجٹ بھی متاثر نہیں ہوتا۔

شاور کیوبیکل

شاور کیوبیکلز باتھ روم کی اہم ضرورت ہے بہت سے لوگوں کے گھروں کے باتھ روم میں الگ با تھنگ ایریا نہیں ہوتا جہاں بالٹی، اور مگ رکھا جاسکتا ہو اور آپ حسب خواہش غسل کرسکیں۔ Shower Cubecle باتھ روم کا وہ حصہ ہے جب آپ باتھ ٹب استعمال کرنے کے موڈ میں نہ ہوں تو وہاں غسل کرسکیں اس ضمن میں آپ پرکشش اور وراسٹائل ہینڈ، بیلڈ واٹر فوسیٹ استعمال کرسکتے ہیں۔

شاور کرٹن

شاور کرٹن اور باتھ روم ونڈوز کے لیے کئی خوبصورت ڈیزائن موجود ہیں یہ مناسب قیمت اور رینج میں دستیاب ہیں اس کا انتخاب اپنے ذوق کے مطابق کرسکتے ہیں۔

مناسب ہوا دار

باتھ روم میں ہوا کا گزر ایک بہت اہم نقطہ ہے جسے کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ایگزاسٹ سسٹم باتھ روم کی اہم ضرورت ہے کھڑکی سے قدرتی روشنی باآسانی آسکے۔ لیکن انہیں Frosted Glass سے بند رکھنا چاہیے۔

دیواریں

باتھ روم کی دیواروں کی واٹر پروف یا پھر Tiled ہونی چاہیے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ اسے باآسانی صاف بھی کیا جاسکتا ہے مارکیٹ میں موجود خوبصورت اور پرکشش ڈیزائن کے ٹائلز آپ کے باتھ روم کو اور خوبصورت بنادیں گے۔

اگر آپ بہت مہنگے ٹائلز خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو بھی نارمل رینج کے ٹائلز کے ساتھ چند ایسے ٹائلز بھی خرید لیں جنہیں ان ٹائلز کے درمیان سیٹ کرکے باتھ روم کی رونق کو بڑھا سکتے ہیں۔

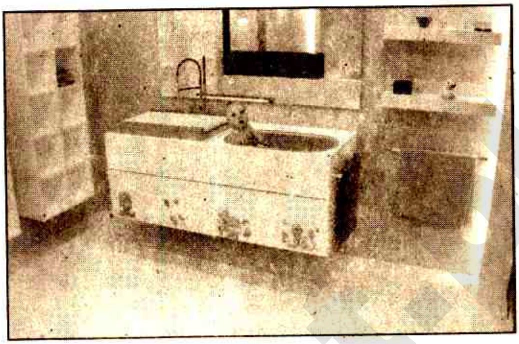
کپ بورڈز اور شیلف

ہر باتھ روم میں Cupboards اور Shallow Open Shelves موجود ہوتے ہیں جہاں شیمپو، صابن، شیونگ کا سامان اور باتھ روم میں ضرورت کی اشیاء رکھی جاتی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ Shelves واٹر پروف ہوں اس ضمن میں

Laminated Sheets بہترین رہتی ہیں۔

فرش

اگر آپ باتھ روم کے فرش کو خشک رکھنا چاہتی ہیں اور محتاط ہیں تو پھر میٹ کارپٹ کے استعمال کی ضرورت نہیں باتھ روم Rugs عام طور پر باآسانی دھل جاتے ہیں ان کی صفائی آسان ہوتی ہے اور سب سے اہم بات کہ ان سے پھسلن نہیں ہوتی اس لیے خریدتے وقت آپ دو سیٹ خریدیں تاکہ جب ایک صاف ہو رہا ہو تو دوسرا استعمال کیا جاسکے۔



باتھ روم کے ٹائلز خصوصی طور پر Skid Proof ہونے چاہیں اور ساتھ ہی تھوڑا رف Textare ہو خصوصاً اس وقت جب آپ کے گھر میں بڑی عمر کے افراد بھی موجود ہوں تاکہ باتھ روم میں گرنے کا اندیشہ نہ رہے۔ بڑی عمر کے افراد کے گرنے کے حادثات عموماً باتھ روم میں ہی پیش آتے ہیں۔

استعمال کی اشیاء

تولیہ اور کرٹن راڈز اس کے علاوہ باتھ روم کی ضرورت کی دیگر اشیاء مثلاً صابن وغیرہ اگرچہ کسی فرد واحد کی چوائس ہوتے ہیں لیکن ان کا درست استعمال ماحول کو بے شک خصوصی بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ باتھ روم چپلیں ضرور استعمال کریں مگر سخت پلاسٹک یا ربڑ کی قینچی نما ساخت والی چپل رکھیں۔ ہر چپل پہن کر باتھ روم نہ جائیں، مرد حضرات اور بچوں کو پابند کریں کہ صفائی اور پاکیزگی کا خیال رکھنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔

بچوں کے باتھ روم

بچوں کے باتھ روم کو تھوڑا فنی سا بنایا جاسکتا ہے دیواروں پر کارٹون پینٹ کیے جاسکتے ہیں یا وال پیپرز بھی لگائے جاسکتے ہیں اور نہانے کے عمل کو خوشگوار بنانے کے لیے باتھ ٹب میں چند تیرنے والے کھلونے رکھے جاسکتے ہیں۔ بچوں کے باتھ روم کو ہر لحاظ سے محفوظ ہونا چاہیے۔

چند حفاظتی تدابیر

پانی کو گرم رکھنے کا انتظام مثلاً گیزر کو نہایت احتیاط اور محفوظ طریقے سے لگانا چاہیے۔ بجلی کی تاریں کسی بھی صورت میں دیواروں اور کھڑکیوں پر کھلی صورت میں نہ ہوں۔ اس بات کو یقینی بنالیا جائے کہ وہ اچھی طرح سے Earthed ہوں۔ اس کے علاوہ بجلی اور گیزر کے سوئچ محفوظ اور خشک جگہ پر ہوں اگر یہ باتھ روم کے دروازے کے باہر ہوں تو یہ زیادہ بہتر رہتا ہے۔

باتھ روم میں استعمال ہونے والی تمام الیکٹرک Gadgets اچھی کوالٹی کی ہوں سستی اشیاء خرید کر اپنی زندگی کو خطرے میں ہرگز نہ ڈالیں۔


SANGAM
Superstore
Beautiful Location
Everything you Need
Parking
SANGAM
SANGAM SUPERSTORE
Domel, Muzafferabad.
Azad Kashmir.
Phone: 05822-446661

ٹین ایج نازک اور خوبصورت دور

احسن احمد عباسی

ٹین ایج بچوں کے اکثر والدین ان کے اندر رونما ہونے والی تبدیلیوں سے بے خبر رہتے ہیں، انہیں یہ اندازہ ہی نہیں ہو پاتا کہ بچہ یا بچی کس مشکل دور سے گزر رہے ہیں، جن گھروں میں بچوں کی تعداد زیادہ ہو اور ان میں عمر کا وقفہ بھی زیادہ نہ ہو تو ان گھروں میں والدین کی توجہ ہر بچے کو یکساں اور بھرپور ملنا مشکل ہوتا ہے، یوں تو بچپن سے لڑکپن اور اس کے بعد کے ادوار بھی والدین کی توجہ، محبت اور شفقت کے متقاضی ہوتے ہیں مگر ٹین ایج عمر کا وہ دور ہے جہاں والدین کی بچے کی طرف ذمہ داریاں زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ کچھ والدین یہ حقیقت قبول ہی نہیں کر پاتے کہ ان کے بچے اب چھوٹے نہیں رہے وہ بالغ ہو رہے ہیں۔

یہ دور ٹین ایج بچوں کے لیے ایک معمہ بھی بن سکتا ہے وہ جسمانی اور ذہنی تبدیلیوں کو سمجھ نہیں پاتے۔

کبھی ان کا مزاج ہر بات، ہر کام میں انتہا پسندی کی جانب مائل ہو جاتا ہے تو کبھی وہ بہت بوریت اور بیزاری محسوس کرتے ہیں۔ کسی کام میں دلچسپی نظر نہیں آتی اور کسی وقت سب کچھ بہت اچھا لگنے لگتا ہے۔ ہر بات میں سوال کرنا اور ان کے جواب طلب کرنا آتے جاتے دروازہ زور سے کھولنا، بند کرنا پاؤں گھسیٹ کر چلنا یا پھر بہت تیز چلنا، قہقہے لگانا اور کئی بہت سی تبدیلیوں کے ساتھ ٹین ایجر نئے دور میں داخل ہوتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ آخر والدین اس عجیب و غریب دور میں بچوں کو کس طرح ہینڈل کریں...؟

بچوں کو جانیے

جسمانی بلوغت ہر فرد کی زندگی میں آنے والا اہم دور ہے یہ ایک قدرتی عمل ہے۔ بیشتر بچے عمر کے اس حصے میں احساس کمتری، جذباتیت اور اپنے احساسات چھپانے کے لیے غیر فطری ردعمل ظاہر کرتے ہیں، جسمانی تبدیلیوں کے نتیجے میں خود اعتمادی میں کمی



آتی ہے اور بچے خود کو بدصورت سمجھنے لگتے ہیں۔ اب جن بچوں کو اس دور کے بارے میں والدین معلومات دے چکے ہوتے ہیں وہ تو بخوشی اسے قبول کر لیتے ہیں مگر جن گھرانوں میں شرم و لحاظ کی وجہ سے بچوں کو سختی میں رکھا جاتا ہے ان سے ٹین ایج کے بارے میں کوئی بات نہیں کی جاتی نہ ہی انہیں کچھ پوچھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں بچے اس دور کی نزاکتوں کو سمجھنے کی بجائے الجھ جاتے ہیں اور اکثر نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ والدین کا یہ فریضہ ہے کہ بچے یا بچی کو ٹین ایج کے بارے میں مطلع کریں۔ انہیں سمجھائیں کہ یہ دور اور اس میں رونما ہونے والی تبدیلیاں ان کی خود اعتمادی میں ناصرف اضافہ کرتی ہے بلکہ ان کی صحت اور مکمل جسمانی نشوونما کے لیے بھی ناگزیر ہیں۔ بچے اگر سمجھدار ہوں تو یہ مسائل جلد سمجھ جاتے ہیں۔ وگرنہ ان سے گفت و شنید کا سلسلہ جاری رکھیے اور ڈانٹ ڈپٹ کے بجائے پیار محبت سے انہیں قائل کرنے کی کوشش کریں۔

بچوں سے باتیں کریں

بچوں اور والدین کے درمیان مضبوط تعلق کا انحصار بات چیت کر کے مسائل شیئر کرنے پر ہے۔ والدین کی ذمہ داری صرف یہ نہیں کہ بچوں کو نصیحتوں یا احکامات صادر کریں یا ہر وقت بات بے بات سمجھاتے رہیں۔ آپ کو بہرحال ان کا موقف سننا چاہیے۔ اب چاہے وہ ان کے ذاتی مسائل ہوں مثلاً ایکنی، خشکی یا اسکول کے مسائل ہوں یا ٹین ایج میں ہونے والی جسمانی تبدیلیاں اگر وہ ان سب کے بارے میں بات کریں یا کچھ جاننا چاہیں تو انہیں سہولت سے سمجھائیں ان کے مسائل کا حل ڈھونڈیں۔ انہیں اس سطح پر سمجھائیں جہاں وہ بآسانی سمجھ جائیں کوئی ایسا جواب یا حل نہ بتائیں جو انہیں مزید الجھا دے۔ خیال رکھیں کہ آپ کا بچہ یا بچی دوستوں، انٹرنیٹ اور دیگر قابل اعتماد ذرائع سے اپنے سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرے۔

ناصحانہ گفتگو ہر بار کارگر نہیں ہوتی

عمر کا یہ حصہ جوش، ولولے، خواہشات اور ان کی تکمیل کا متقاضی ہوتا ہے جن بچوں کو اس دور کے بارے میں پہلے سے معلومات ہوتی ہیں وہ اسے انجوائے کرنا چاہتے ہیں۔ ان بچوں کے والدین کو چاہیے کہ انہیں آزادی ضرور دیں مگر پہلے کچھ اور اصول و ضوابط متعین کر لیں اور ہر گز ان سے روگردانی پر راضی نہ ہوں۔ جس بارے میں آپ جو محسوس کرتے ہیں اسے ذرا نرم الفاظ میں بچوں تک ضرور پہنچائیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کا ٹین ایج بچہ یا بچی مہینے کے پہلے ہفتے میں ہی ساری پاکٹ منی خرچ کر دے تو آپ اسے یہ ضرور بتائیں کہ اگلے مہینے پاکٹ منی خرچ کرنے کے لیے اسے اپنا بجٹ بنانا ہو گا اور پورے مہینے اسی میں گزارا کرنا ہو گا علاوہ ازیں ان اخراجات یا ضرورت کے جو پاکٹ منی میں پورے نہیں کیے جا سکتے۔

بچوں سے دوستی کر لیں

نوعمری کے چھوٹے چھوٹے مسئلوں مثلاً دانے، روغنی بال، آواز میں تبدیلی، غیر ضروری بالوں کی نشوونما اور اسی قسم کی دوسری جسمانی تبدیلیاں انہیں عدم اعتماد میں مبتلا کر دیتی ہیں ان کے یہ مسائل والدین ہی حل کر سکتے ہیں۔ بچوں کے خدشات کو

بچکانہ سمجھ کر مت ٹالیں۔ یہ وقت ان کے قریب ہونے کا ہے انہیں یقین دلائیں کہ آپ ان کے لیے ہر وقت موجود ہیں۔ اسکن کیئر مصنوعات، شیمپو وغیرہ کے لیے انہیں خود شاپنگ پر لے جائیں۔ اس عمر کے لڑکے اور لڑکیاں یہ مسائل والدین کو بتاتے ہوئے شرماتے ہیں مگر والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود باخبر رہیں اور انہیں تحفظ فراہم کریں۔

بچوں کے دوستوں سے تعارف حاصل کیجیے

آج کل کے ٹین ایجر پچھلی نسلوں سے کچھ اس لیے بھی مختلف ہیں کہ انہیں تفریح اور معلومات کے جدید ذرائع میسر ہیں۔ گھر میں والدین کی موجودگی میں اس کی مصروفیات اور دلچسپیاں اور ہوتی ہیں جبکہ گھر سے باہر دوستوں کے ساتھ اس کے تعلقات کی کیا نوعیت ہے یہ پتا کرنا آپ کا ہی کام ہے۔ بچے یا بچی میں اگر دوستوں، ابلاغ عامہ اور انٹرنیٹ سے متاثر ہونے کا رجحان موجود ہو تو تربیت کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔ انہیں کسی غلط یا قابل اعتراض سرگرمی میں مشغول دیکھیں یا پھر ان کے خیالات اور فیصلہ سازی میں بدلاؤ محسوس کریں تو اشتعال میں نہ آئیں بلکہ سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنے عمل سے یہ ضرور بتائیں کہ اپنے مستقبل میں بہتری کے لیے کیسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے یعنی کون سا عمل ان کے لیے نقصان دہ ہوگا....؟ لیکن یہ سب اس طرح کریں کہ انہیں ایسا محسوس نہ ہو کہ والدین ہم پر اپنی مرضی مسلط کر رہے ہیں۔

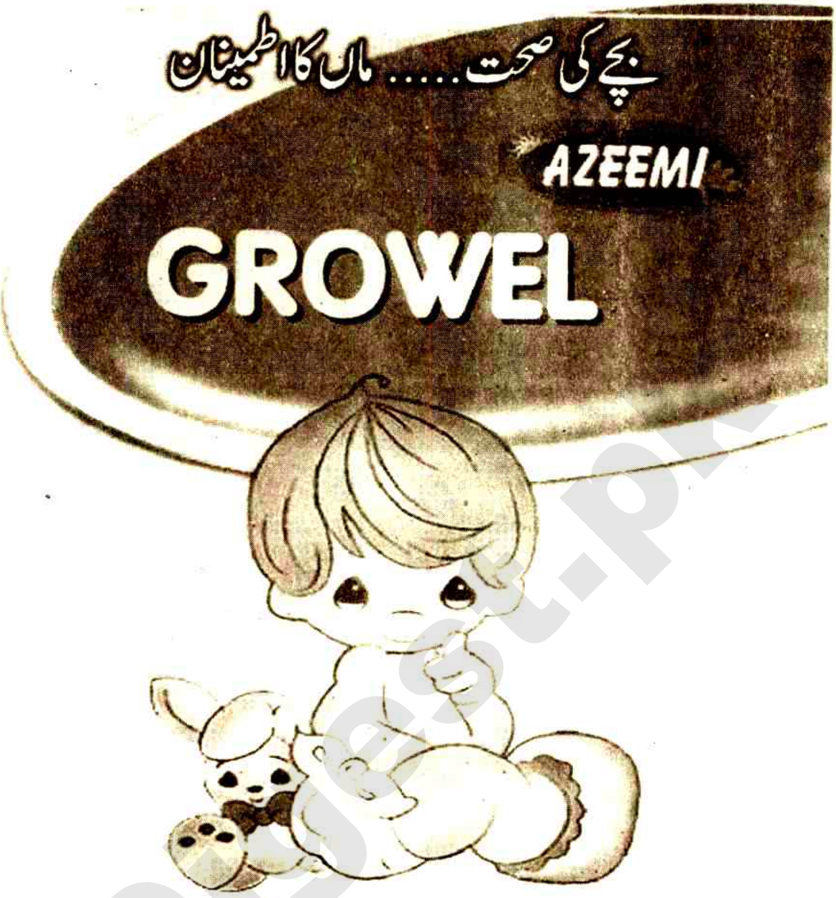
بچوں پر تنقید

بلوغت کی طرف بڑھتے ہوئے بچوں کے احساسات میں بھی تغیر آتا ہے انہیں دوسروں کی باتیں براہ راست اپنی ذات سے جڑی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ انہیں نصیحت کرنے کے لیے بھی سخت الفاظ استعمال نہ کریں۔ ان کے لاشعور میں یہ بیٹھ جاتا ہے کہ وہ اب بڑے ہوگئے ہیں اور اپنے فیصلے خود کر سکتے ہیں، کپڑوں، بالوں کے اسٹائل، وقت کی پابندی، پڑھائی لکھائی اور کھانے پینے کے معاملات اپنی مرضی سے طے کرنا چاہتے ہیں جبکہ والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بنائے گئے اصولوں اور نظم وضبط پر عمل کیا جائے۔ والدین اور بچوں کے درمیان خود پرستی اور شخصیتوں کا تضاد دونوں فریقین کو پریشان رکھتا ہے۔ اس مسئلے کا بہترین حل یہ ہے کہ والدین بچوں پر بے جا تنقید نہ کریں ان کی خواہش کا احترام بھی کریں ان کو بڑا اور خود مختار ہونے دیں اور دیگر بچوں کی مثالیں دے کر نہ سمجھائیں۔ اپنی رائے کا اظہار ٹھنڈے دل و دماغ سے کریں اور اپنے موقف پر قائم رہیں چاہے بچہ یا بچی مانے یا نہیں۔ یاد رکھیں کہ بچے معلومات اور تفریحی سرگرمیوں کے ہجوم میں گم نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ بعض معاملات میں اب بھی اس کی انگلی تھام کر اسے محفوظ جگہ پہنچانا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

بچوں کی مصروفیات کا جائزہ لیتے رہئیے

بے جا باز، بات بے بات نصیحتیں، ٹین ایج بچوں کو بغاوت اور من مانی کی جانب اکساتی ہیں اس دور میں بچہ یا بچی بدظن ہو جائیں تو ساری عمر انہیں سدھارنا مشکل ہو جاتا ہے، وہ بالغ افراد جو زندگی سے مایوس،

[illegible]

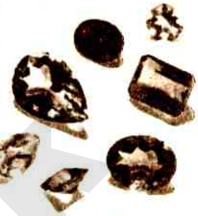

بچے کی صحت..... ماں کا اطمینان
AZEEMI
GROWEL





صحت مند زندگی

انسان اور بیماری کا تعلق اتنا ہی پرانا ہے جتنی انسانی تاریخ۔ انسانیت روزِ آفرینش سے اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے، اس عرصے میں بیماریوں سے نبرد آزما انسان نے کتنے ہی ایسے طریقوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جن سے شفا حاصل ہو سکتی تھی، انسانی ارتقاء کے اس سفر میں تکالیف اور بیماریوں سے نبٹنے کے لیے نت نئے طریقہ علاج تلاش کیے گیے ہیں اور اب جدید دور میں جہاں نت نئی بیماریاں ظاہر ہو رہی ہیں وہیں جدید طریقہ علاج بھی موجود ہیں مگر اکیسویں صدی میں جبکہ سائنس و ٹیکنالوجی نے بہت سی انسانی بیماریوں پر قابو پا لیا ہے بعض اوقات ایسے عوامل سے بھی واسطہ پڑتا ہے جن سے چھٹکارہ پانا ممکن نظر نہیں آتا۔









ایک طرف اگر ایڈز، کینسر، ڈینگی وائرس اور سوائن وائرس کے بخار اور دیگر پیچیدہ جسمانی بیماریوں نے انسانی زندگی کو مات دینی شروع کر دی ہے، دوسری طرف ڈپریشن، اسٹریس، فوبیا، آٹزم، شیزوفرینیا، الزائمر جیسی ذہنی بیماریوں کے آگے جدید ٹیکنالوجی بھی بے بس نظر آتی ہے۔ ایسے میں کتنے ہی ایسے متبادل طریقہ علاج سامنے آئے جسکے باعث نا صرف کئی بیماریوں سے نپٹا جا سکتا ہے۔



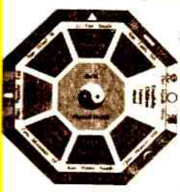


ان میں کئی طریقہ کار ایسے بھی ہیں جن کے پیچھے کوئی سائنسی یا عقلی دلیل بظاہر نظر نہیں آتی، جن کی تھیوری کو حتمی طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا مگر ان کے اندر کوئی ایسے ماورائی مظاہر موجود ہوتے ہیں جن کے باعث کئی لاعلاج امراض میں مبتلا لوگ تندرست ہو جاتے ہیں۔





آج دنیا بھر میں علاج معالجہ کے ضمن میں ہزاروں ایسے مختلف متبادل طریقہ علاج موجود ہیں جن میں رنگ، روشنی، موسیقی، سانس، مقناطیس، پتھر و جواہرات، پانی، خوشبو اور جڑی بوٹیوں سے علاج کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ یوگا، ریکی، مراقبہ، ایکو پنکچر، ایکوپریشر، ریفلیکسولوجی، ہپنوتھراپی، شیاتسو، الیکزینڈر تکنیک، آیوروید، فینگ شوئی، ٹائی چی، آئریڈیولوجی، کائنیسولوجی، کی کونگ غرض کہ ایک طویل فہرست ہے، جن کی اہمیت، افادیت اور شفایاب خصوصیات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے۔



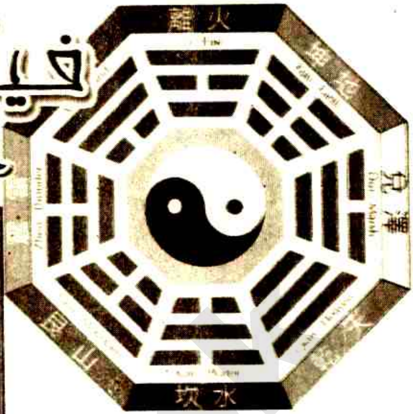






فینگ شوئی

Feng Shui 風水



فینگ شوئی ایک قدیم سائنس ہے اس کا تعلق چین سے ہے۔ فینگ شوئی کے ذریعے گھر کی تزئین و آرائش میں معمولی تبدیلی سے فطرت کے اصول آپ کے گھر میں روبہ عمل ہوسکتے ہیں۔ اس سے ذہنی یکسوئی میں اضافہ ہوسکتا ہے اور آمدنی میں نمایاں اضافہ ہوسکتا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے ان صفحات پر چین کے معروف متبادل طریقہ علاج فینگ شوئی پر سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔

آٹھواں حصّہ

فینگ شوئی اور آپ کا گھر

شاہینہ جمیل

ہم پچھلے شماروں میں فینگ شوئی کے تعارف اور گھر میں اسکے اصولوں کے مطابق ترتیب، تزئین و آرائش سے متعلق آپ کو آسان اور سہل انداز میں گائیڈ لائن فراہم کرتے آرہے ہیں تاکہ آپ اس قدیم ترین علم اور طریقہ ہائے زندگی کو سمجھ کر اور اپنا کر قدرت کے بیش بہا خزانے سے مستفید ہوسکیں۔

فینگ شوئی کے اصولوں کی بنیادوں پر آراستہ کیے گئے گھر فطری طریقہ زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ایسے گھروں میں رہائش پذیر لوگ معاش کی تنگی سے محفوظ رہتے ہیں۔ والدین اور بچوں کے تعلقات بہتر رہتے ہیں۔ آپس میں خلوص اور ہم آہنگی کے جذبات بڑھ جاتے ہیں۔ ان کا گھر ذہنی سکون کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ آمدنی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ بچے تعلیم میں دلچسپی لیتے ہیں۔ معاشی منصوبہ بندی کی صلاحیتیں بیدار ہوجاتی ہیں۔ عبادات میں ذہنی یکسوئی بڑھ جاتی ہے اور تمام افراد خانہ صحت اور سکون اور ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ محض الفاظ نہیں بلکہ فینگ شوئی کے اصولوں سے استفادہ کرنے والے اور اپنے مسائل کا حل فینگ شوئی کے اصولوں سے حاصل کرنے والے دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے لوگوں کے تجربات ہیں جو انھوں نے کسی نہ کسی پلیٹ فارم پر عوام سے شئیر کئے اور ہم نے آپ سے۔

آج ہم گھر کے ایک اور اہم اور بنیادی حصے کی بات کریں گے جو بظاہر تو کوئی مخصوص جگہ یا کمرہ نہیں مگر ان حصوں میں چی توانائی کا بحال رہنا اور اس کا مثبت و متوازن بہاؤ از حد ضروری ہے۔

برآمدہ، ڈیوڑھی اور راہداریاں:

hallways/corridor

کوریڈورز یا ہال ویز توانائی کے مثبت بہاؤ میں کیا

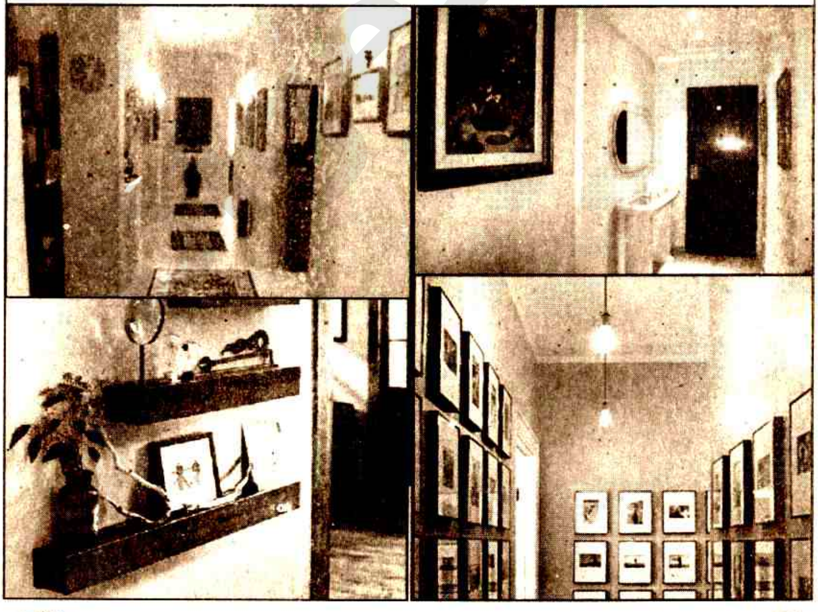
کردار ادا کرتے ہیں اور ان کی اس سلسلے میں کیا اہمیت ہے؟کوریڈورز یا ہال ویز کسی بھی عمارت کے مختلف حصوں کو آپس میں ملانے والے درمیانی راستے یعنی گزرگاہیں ہیں۔ اب اگر مرکزی داخلی دروازے سے گھر کے اندر تک راستہ برآمدہ ہے تو کمروں کے درمیان متصل خالی حصہ راہداری یا کوریڈورز ہے۔

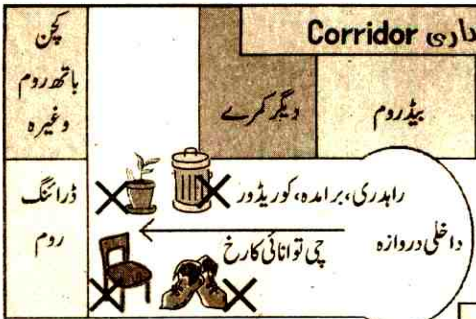
یہ راہداریاں اور برآمدے کسی بھی عمارت میں رگوں کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح رگوں کے ذریعے خون توانائی لے کر پورے جسم میں گردش کرتا ہے۔ اگر ان رگوں میں کسی بھی طرح کی رکاوٹ آجائے تو اس حصے تک خون کی رسائی مشکل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے جسم کا وہ حصہ کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح یہ کوریڈورز یا راہداریاں بھی دراصل عمارت کی رگوں کا کام کرتے ہیں اور گردش کرتی چی توانائی کے لئے راستہ فراہم کرتے ہیں اور ایک سمت کی توانائی کو دوسری سمت میں دور کرتی توانائی سے جوڑتے ہیں اس لحاظ سے ان کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

یہ آپ کے گھر کے وہ مقامات ہیں جہاں ہم ملنے جلنے کے لیے آنے والے افراد کو خوش آمدید اور اللہ حافظ کہتے ہیں یعنی یہ ملاقات کا پہلا مقام ہے اور رخصت بھی یہیں سے کرتے ہیں یہاں توانائی کے مختلف عناصر اور ان کی تحریکات کو متوازن رکھنا

فینگ شوئی اصول کے مطابق چی توانائی سے بھرپور ایک صحت مند گھر کی راہداری غیر ضروری سامان سے پاک ہوتی ہے، البتہ فیملی فوٹوز، پینٹنگ، آئینے، قالین، طاق، اندرونی دیوار شلیف اور مناسب روشنی کا انتظام بے حد اہم ہے۔









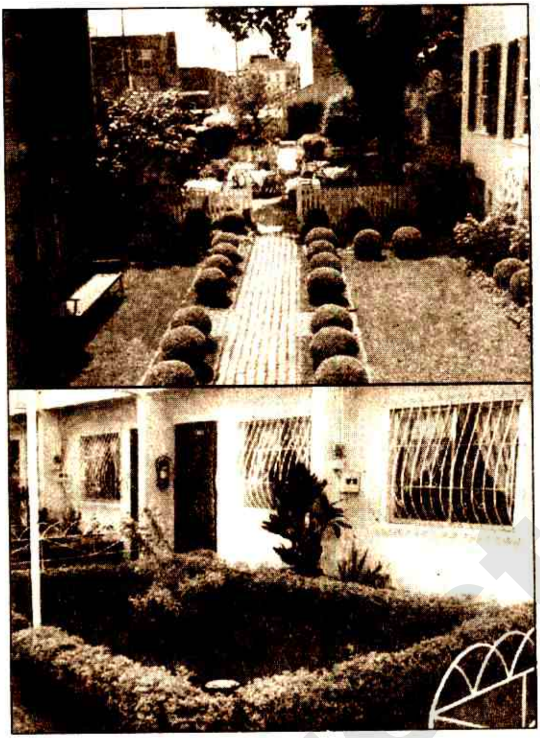
دروازے سے ڈرائنگ روم یا گھر کے کمروں کے درمیان برامدہ، راہداری یا دالان میں غیر ضروری سامان نہیں ہونا چاہیے.. مثال کے طور پر ڈسٹ بن، پودوں کے گملے، جوتوں کا ڈھیر کرسی میز الماری یا کسی قسم کا فرنیچر وغیرہ، فینگ شوئی اصول کی رو سے یہ اشیاء گردش کرتی چی توانائی کے لئے رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔

بے حد ضروری ہے۔

اس کے لئے بنیادی چیز راہداریوں کی چوڑائی اور لمبائی ہے۔ بہت زیادہ تنگ اور لمبی راہداریاں جہاں کسی اور کمرے کی کوئی بھی کھڑکی یا دروازہ نہ کھلتا ہو توانائی کے بہاؤ کو تیز کر کے حیاتی قوت کی تاثیر کو زائل کر دیتی ہے۔

اس بات کو یوں سمجھیے کہ اگر نامناسب روشنی اور ہوا کا فقدان، بے جا سازو سامان اور کاٹھ کباڑ چی توانائی کی آمدورفت میں رکاوٹ پیدا کر کے اس کے بہاؤ کو سست کر دیتے ہیں تو اسی طرح بہت زیادہ تنگ یا بہت زیادہ چوڑی اور لمبی لمبی راہداریوں میں چی توانائی کی مقدار غیر متوازن ہو جاتی ہے۔ خالی ہونے کی وجہ سے توانائی کا بہاؤ اس قدر تیز ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خواص کا پوری طرح مظاہرہ کئے بغیر ہی گزر جاتی ہے۔ نیز اندھیرا یا روشنی کی نامناسب مقدار ین لہروں کو قوت بخشتی ہیں جو کہ توازن میں بگاڑ اور منفی شاہ توانائی کو قوت بخشتا ہے۔ یہ غیر متوازن صورتحال بے جا بائو کا باعث بنتی ہے جو عموماً ڈر، خوف یا تناؤ کی صورت میں محسوس کیا جاتا ہے۔

اب اس کا انتہائی سادہ سا حل یہ ہے کہ چاہے راہداری ہو، برآمدہ ہو یا ڈیوڑھی، روشنی کا خاطر خواہ انتظام رکھئے انہیں مکمل طور پر خالی نہ چھوڑیئے بلکہ ان حصوں کا بھی پاکوآ چارٹ کے مطابق فینگ شوئی کارنرز تعین کیجیے اور ان کی ضروریات کے لحاظ سے آرائشی سامان سے سجائیے۔ آئینوں اور تازہ پودوں کے گملے حیاتی قوت کو بحال رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ تنگ راہداریوں میں آئینے کا استعمال وسعت اور کشادگی کا باعث بنتا ہے اور توانائی کی اضافی مقدار کو جذب بھی کرتا ہے جبکہ اندرونی راہداریوں میں فیملی پکچرز یا خوبصورت مناظر کی کوئی سینری بھی لگائی جا سکتی۔ اس کے علاوہ بک شیلف یا ٹیلیفون ریک بھی آپ کے کوریڈور کی دیوار کا حصہ بن سکتے ہیں۔



فینگ شوئی گارڈن :

فینگ شوئی کے ماہرین ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک آئیڈیل گھر چاروں اطراف سے سبزہ سے گھرا ہونا چاہیے۔ اگر ہم اس کی وضاحت کے بجائے آپ سے کہیں کہ آپ کو گھر شمالی علاقہ جات میں بنانا چاہیئے تو شاید آئیڈیل لوکیشن سمجھنا بہت زیادہ آسان ہو جائے۔ جا بجا پھیلا سبزہ تازگی، اونچے پہاڑ تحفظ اور بہتی ندیاں زندگی کا نغمہ سناتی ہیں۔ شہری علاقوں میں ایسے آئیڈیل ماحول اور گھر کے لئے آپ فینگ شوئی کے اصول اپنائیے۔ اس کے مطابق اپنے گھر کے ساتھ ساتھ گارڈن کی بھی آرائش کیجئے۔ آپ کے گھر کا بیرونی اور کھلا حصہ ہوتا ہے۔ یہاں ین اور ینگ لہروں کو متوازن کرنا آسان بھی ہے اور سود مند بھی۔

فینگ شوئی کے مطابق جنوب میں پھیلا سبز خوبصورت سا لان آپ کی شہرت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ شمال میں سجے چھوٹے خوشنما ٹیلے یا پہاڑیاں تحفظ کا احساس پیدا کرتے ہیں یہی چھوٹے ٹیلے اگر مشرق میں موجود ہیں تو دانشمندی و فراست کو بڑھاتے ہیں مغرب میں بہتی ندی یا چھوٹا سا فوارہ یا پھر تالاب کی موجودگی نہ صرف ناگہانی صورتحال کو قابو میں رکھتی ہیں بلکہ چی توانائی کی اسٹوریج کا کام بھی کرتی ہیں۔ ہمارے ملک میں گارڈن لان کی کا رواج رہا ہے مگر صرف خانہ پوری کی حد تک۔ گھر کے اندرونی حصے سے ایک یا دو بڑی کھڑکیوں ہی سے اس کا نظارہ ممکن ہو پاتا ہے۔ یا پھر زیادہ سے زیادہ شام کی چائے لان میں پی لی جاتی ہے اور بس۔

اگر آپ اپنے گارڈن کو چاہے وہ ایک بہت بڑے رقبے پر پھیلا ہو یا گھر کے برآمدہ میں ایک چھوٹے سے لان کی صورت میں ہو فینگ شوئی کے اصولوں کے مطابق ڈھال لیں تو آپ کے گھر کے اندر داخل ہونے والے توانائی ہر لحاظ سے مثبت اور تمام خواص سے لیس حیاتی قوت لئے ہوئے ہو گی۔ فینگ شوئی گارڈن یا لان دائروی یعنی گولائی میں یا پھر ہشت پہلو شکل میں ہوتے ہیں اور اسی ساخت کو ترجیح بھی دی جاتی ہے چی توانائی

کے بہاؤ کو ربط میں رکھتے ہیں۔

❋ .... اگر آپ کے لئے یہ ممکن نہیں تو پھر بھی اپنے لان میں سب سے پہلے فینگ شوئی سیکٹرز کی نشاندہی کیجئے اور پھر اسی لحاظ سے اپنے بیٹھنے کا انتظام یعنی سیٹنگ ارینجمنٹ کیجیے اس کے لئے گول میز کا انتخاب انتہائی موزوں ہے۔

بچوں کے جھولے بھی اسی موافق سمت میں نصب کیجئے۔

❋ .... اسی لحاظ سے پھولوں اور پودوں کا انتخاب کیجئے۔اگر اپنے گارڈن کے دولت والے سیکٹر میں للی LiLy لگائیں تو یہ دولت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

❋ .... چینی تعلیمات میں للی LiLy گولڈ سونے کی نمائیندگی کرتے ہیں۔

❋ .... مختلف اقسام کے پتھروں اور دھات کا استعمال ینگ لہروں کو توازن میں رکھتا ہے۔

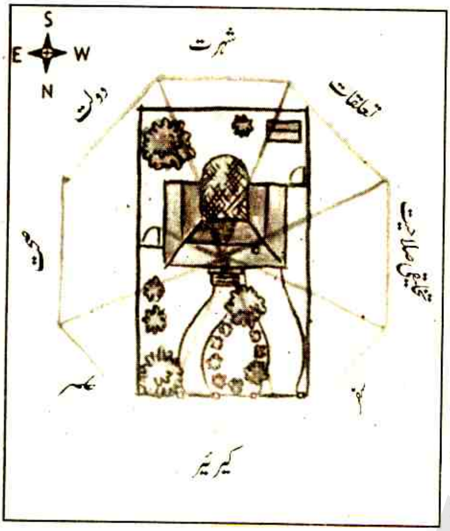
❋ .... اسی طرح پانی اور پودوں کی موجودگی ین لہروں کو توازن میں رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

❋ .... درمیانی راستے بالکل سیدھے نہ بنائے جائیں تو بہتر ہے ان میں تھوڑا بہت گھماؤ رکھئیے۔

❋ .... دعوتوں کے دوران بار بی کیو کے لئے جنوب مشرق کا انتخاب کیجئے۔

❋ .... مشرقی سمت میں اونچے درختوں سے اجتناب کیجئے۔ان کی موزوں ترین سمت جنوب اور مغرب ہیں۔

❋ .... اس کے علاوہ ضروری ہے کہ گھر کے اندرونی حصے اور لان کا رابطہ محض کھڑکی تک محدود نہ ہو۔ کمروں کے کھڑکیاں یا جھروکے اگر لان میں کھلے تو یہ مثبت توانائی سے زیادہ سے زیادہ مستفیذ ہو سکے گیں۔



❋ .... باغ کے گرد کھینچی بائونڈری وال یا باڑ جس کا بنیادی مقصد منفی توانائی کی روک تھام ہے اینٹوں کی ہو، لکڑی کی یا اس کے لئے سلاخوں کا استعمال کیا جائے۔ اس کے لئے جاننا ضروری ہے کہ آپ کا باغ یا لان گھر کی کس سمت میں واقع ہے۔

یہاں تک تو ہم نے فینگ شوئی کے مجموئی فوائد بتائے۔ انشاء اللہ آئندہ ہم ان اصولوں کے ذریعے کیرئیر کو بہتر بنانے،

ملازمت کے حصول، آپس کے تعلقات میں بہتری اور دفتر یا دکان میں کام کو بہتر انداز سے انجام دینے پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ مگر اس سے پہلے یہ بھی بتائیں گیں کہ آپ بذاتِ خود کس طرح اپنے گھر کے ان متاثرہ حصوں اور سمتوں کا پتہ لگا سکتے ہیں جہاں توانائی کا بہائو غیر متوازن ہے اور آپ کی زندگی پر اثر انداز ہو رہا ہے یا ہو سکتا ہے۔

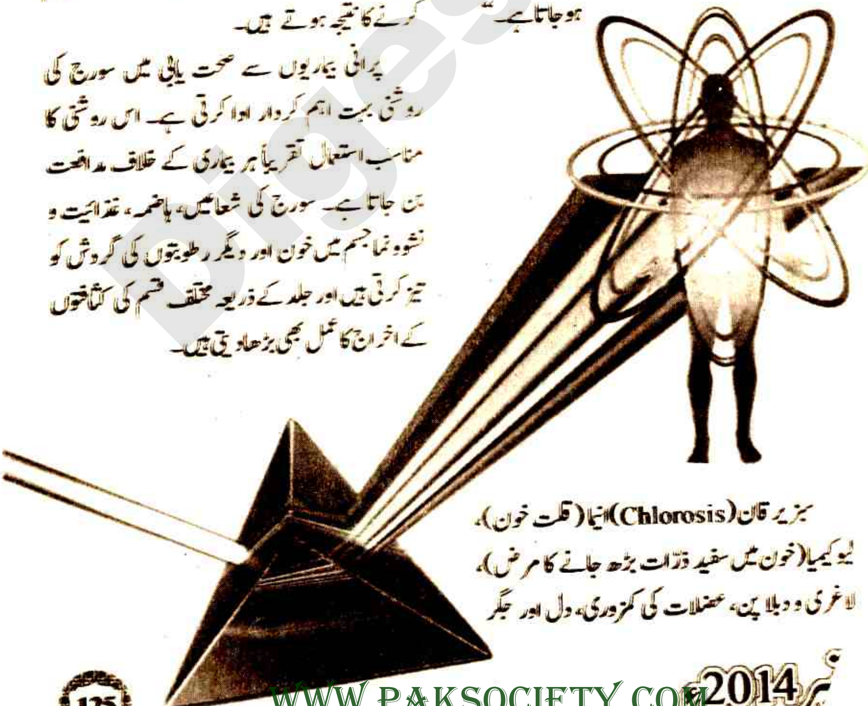
❋

رنگوں میں ایسی شفا بخش خاصیت موجود ہے جو کئی طرح کے مریضوں کو صحت فراہم کرتی ہے۔ رنگ ہمارے ذہن اور ہمارے احساسات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ رنگ باطنی اندھیرے اور جسم کی کثافتیں ختم کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔

رنگ و روشنی سے علاج

کلر تھراپی کے ممتاز معالج ڈاکٹر بابٹ (Dr. Babbit) کے الفاظ میں:

"قدرت کی لیبارٹری میں سورج کی روشنی، ایک اہم معالجاتی ایجنٹ کے طور پر موجود ہے اور جہاں جہاں یہ روشنی داخل نہیں ہو سکتی وہاں مرض داخل ہو جاتا ہے۔"



سبز یرقان (Chlorosis) انیما (قلت خون)، لیوکیمیا (خون میں سفید ذرات بڑھ جانے کا مرض)، لاغری و دبلا پن، عضلات کی کمزوری، دل اور جگر کے عوارض، اسقاط حمل، ہڈیوں کا نرم پڑ جانا، اعصابی اشتعال، کسی عضو کا ٹیڑھا میڑھا ہو جانا، بالیدگی میں رکاوٹ پڑ جانا، تپ دق، دمہ اور سانس جیسے امراض اپنے آپ کو سورج کی روشنی کی نعمت سے محروم کرنے کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

پرانی بیماریوں سے صحت یابی میں سورج کی روشنی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس روشنی کا مناسب استعمال تقریباً ہر بیماری کے خلاف مدافعت بن جاتا ہے۔ سورج کی شعاعیں، ہاضمہ، غذائیت و نشوونما جسم میں خون اور دیگر رطوبتوں کی گردش کو تیز کرتی ہیں اور جلد کے ذریعہ مختلف قسم کی کثافتوں کے اخراج کا عمل بھی بڑھا دیتی ہیں۔

نظریہ رنگ و نور ہمیں بتاتا ہے کہ نہ صرف انسان کے جسم بلکہ حواس میں بھی رنگوں کی مخصوص مقداریں کام کرتی ہیں۔ اگر کسی وجہ سے رنگوں کے نظام میں تبدیلی واقع ہو جائے، کسی رنگ کی کمی ہو جائے، کوئی رنگ زیادہ ہو جائے یا رنگوں کے تناسب میں فرق آ جائے تو محسوسات میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔

ایک عام شخص میں رنگوں اور روشنیوں میں معمول سے ہٹ کر تبدیلی واقع ہوتی ہے تو طبیعت اس کو برداشت نہیں کر پاتی ہے اور اس کا مظاہرہ کسی نہ کسی طبعی یا ذہنی تبدیلی کی صورت میں ہوتا ہے۔ ہم اس تبدیلی کو کسی نہ کسی بیماری کا نام دیتے ہیں مثلاً بلڈ پریشر، کینسر، فساد خون، خون کی کمی، سانس کے امراض، دق و سل، گٹھیا، ہڈیوں کے امراض، اعصابی تکالیف اور دیگر غیر معمولی احساسات و جذبات وغیرہ۔

مقصود الحسن اپنی کتاب "کروموپیتھی" میں لکھتے ہیں۔

ہماری دنیاوی زندگی کا آغاز سانس کی آمد و شد سے ہوتا ہے اور جب تک ہم زندہ رہتے ہیں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہم پانی اور غذا کے بغیر تو کچھ دیر زندہ رہ سکتے ہیں لیکن سانس لئے بغیر کتنے لمحے زندہ رہ سکتے ہیں....؟ یہ بات کچھ ڈھکی چھپی بات نہیں۔

دیکھا گیا ہے کہ ہم مجموعی طور پر سانس درست انداز میں نہیں لیتے اس کے باعث ہمیں درکار توانائی کی پوری مقداریں حاصل نہیں ہوتیں اور خرچ ہونے والی توانائی کا تناسب مہیا ہونے والی توانائی سے بڑھ جاتا ہے اس سے ہمارے اندر تھکن اور پژمردگی آجاتی ہے۔

"دمہ" سانس لینے میں دشواری محسوس کرنے یا ہانپنے کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ اس کے مریض پر "سانس رکنے کے کئی حملے" ہوتے ہیں، حملوں کے درمیان ایسے لمحات بھی آتے ہیں جن میں مریض بالکل نارمل سانسیں لیتا ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی اپنی کتاب "کلر تھراپی" میں تحریر کرتے ہیں۔

یہ مرض سانس کی نالیوں کے تنگ ہونے سے ہوتا ہے اور کسی مخصوص شئے سے الرجی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ ان مخصوص اشیاء میں گرد و غبار، دھاتی ذرات، آٹے کے ذرات، روئی کے باریک ذرات، بلی یا پرندوں کے چھوٹے چھوٹے بال یا اینٹی بائیوٹک ادویات اور Expired Drugs وغیرہ شامل ہیں۔

علامات

نزلہ زکام یا کھانسی کی وجہ سے یہ شکایت ہو جاتی ہے۔ پہلے خفیف کھانسی آتی ہے، سانس لینے میں تکلیف ہوتی ہے، دفعتاً دورہ پڑ جاتا ہے۔ دم گھٹنے لگتا ہے۔ کھانستے کھانستے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ بلغم خارج ہونے سے تکلیف کم ہو جاتی ہے۔

علاج

نارنجی رنگ پانی صبح و شام۔

دن میں ایک مرتبہ نارنجی تیل سینہ پر اور نیلا تیل پشت پر پھیپھڑوں کی جگہ دائروں میں مالش کریں۔

❖



گھر کا معالج

جب ہم کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس کے علاج کے لیے کئی ادویات اور کبھی اینٹی بائیوٹک کا بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی احتیاط سے کام لیا جائے تو بہت سے امراض سے محفوظ رہا جاسکتا ہے، بیمار ہونے کی صورت میں کئی عام امراض کا آسان علاج ہمارے کچن میں بھی موجود ہے۔ کچن ہمارا شفاخانہ بھی ہے۔ یہاں ہم ایسے چند طبی مسائل کا ذکر کریں گے جن کا حل آپ کے کچن میں بھی موجود ہے۔

دانت انسانی زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں صحت مند دانت عمومی صحت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں دانتوں کی صحت ان کی صفائی سے مشروط ہے لیکن یہ صفائی بھی صحت کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔ ناقص غذائیت بھی دانتوں پر اثرانداز ہوتی ہے لیکن یہ دانتوں کی خرابی کا واحد سبب نہیں ہے۔ اگر صرف غذائیت کی بنیاد پر دانتوں کی صحت یقینی ہوتی تو اس اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک کے ان لوگوں کے دانتوں میں خرابیاں نہیں ہوتیں جو بہترین غذا اور ادویات کی سہولت رکھتے ہیں۔ دانتوں کی کچھ خرابیاں ایسی ہیں جو صرف اور صرف صفائی نہ ہونے کے باعث جنم لیتی ہیں اور غیر معیاری طریقے اپنانے سے وجود میں آتی ہیں۔

دانت گرنے کی عموماً دو بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی مسوڑھوں کی بیماریاں جیسے پائیریا وغیرہ۔ دوسری دانتوں میں کیڑے کا لگنا۔

مسوڑھوں کا پھولنا، خون آنا، ٹیس اور درد نامناسب غذا کے سبب ہوتا ہے لہٰذا کھانے میں احتیاط کرنی چاہیے۔

اپنے مسوڑھوں پر توجہ دیجیے ہر کھانے کے بعد برش کرنے سے مسوڑھے مضبوط اور صحت مند رہتے ہیں۔

مسوڑھوں کی بیماریوں سے نجات کے لیے درج ذیل چند نسخے مفید ہیں۔

❁.... تازہ پانی میں لیموں نچوڑ کر غرارے کریں۔ اس سے مسوڑھے پھولنا، منہ کی بدبو دور ہوجائے گی۔

❁.... دو گرام پھٹکری، ایک گرام نمک باریک پیس کر مسوڑھوں پر روزانہ تین مرتبہ ملیں۔ پھر ایک گلاس گرم پانی میں پانچ گرام پھٹکری ملا کر غرارے کریں۔ اس سے مسوڑھے اور دانت مضبوط ہوں گے۔ خون، مواد آنا بند ہوگا۔

❁.... گرم پانی میں نمک ملا کر غرارے کریں۔ مسوڑھے تندرست ہوں گے۔

❁.... دانت گلتے ہوں، چھید ہوں، مسوڑھے پھولے ہوں، تو کھانا کھانے کے بعد روزانہ سیب کھائیں۔ اس سے دانت اور مسوڑھے ٹھیک ہو جائیں گے اور خراب نہیں ہوں گے۔

❁.... ستر گرام گاجر کا رس روزانہ پینے سے مسوڑھے اور دانتوں کی بیماریاں پیدا نہیں ہوتیں۔

❁.... دانت میں یا مسوڑھوں میں درد ہونے پر پیاز کا ٹکڑا اس جگہ رکھ دینے سے درد دور ہوجائے گا۔

❁.... شلجم کو کچا چبا چبا کر کھانے سے مسوڑھوں اور دانتوں کی بیماریاں ٹھیک ہوجاتی ہیں، اور دانت صاف رہتے ہیں۔

❁.... مسوڑھے پھولنا، ٹیس، درد وغیرہ ہونے پر بھنا ہوا زیرہ سفید نمک برابر مقدار میں پیس کر چھان کر مسوڑھوں پر رگڑیں اور رال ٹپکاویں۔

❁.... مسوڑھے پھول جائیں، تو تین گرام سونٹھ دن میں ایک مرتبہ پانی سے پھانک لیں۔ اس سے دانت کا درد بھی ٹھیک ہوجائے گا۔

❁.... روزانہ نارنجی کھانے سے پائیوریا میں فائدہ ہوتا ہے۔ نارنجی کے چھلکوں کو چھاؤں میں خشک کرکے پیس کر روزانہ اس کا منجن کرنا بھی مفید ہے۔

❁.... آم کی گٹھلی کی گری کو باریک پیس کر اس سے روزانہ منجن کریں۔ اس سے پائیوریا اور دانتوں کی بیماریاں ٹھیک ہوتی ہیں۔

❁.... مسوڑھوں کی سوجن، درد، بدبو ہو، تو ایک چمچ شہد میں بیس بوندیں لہسن کا رس ملا کر چبائیں۔ ساٹھ گرام سرسوں کے تیل میں لہسن کو پیس کر ڈالیں اور گرم کریں۔ جب لہسن جل جائے، تو تیل کو ٹھنڈا کرکے چھان لیں۔ اس تیل میں تین گرام بھنی اجوائن اور پندرہ گرام سوندھا نمک پیس کر ملائیں اور اس سے منجن کریں۔ اس سے دانتوں کی عام بیماریاں ٹھیک ہوجائیں گی۔ یہ نسخہ پائیوریا میں بھی مفید ہے۔

احتیاط

اگر آپ دانتوں کی بیماری سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل اہم نکات پر عمل کرکے صحت

آپ کی صحت سے متعلق

طبّی مشورے

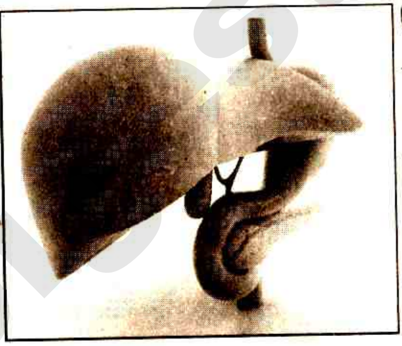
حکیم عادل اسمٰعیل

ورم جگر (ہیپاٹائٹس)

جگر کو عربی میں کبد انگریزی میں لیور Liver کہتے ہیں۔ انسانی اعضائے رئیسہ میں جگر ایک اہم عضو ہے۔ انسانی جگر کا وزن بارہ سو گرام سے پندرہ سو گرام تک ہوتا ہے۔ یہ ہمارے جسم میں سیدھے ہاتھ کی طرف پسلی کے نیچے واقع ہے۔ اس کی رنگت سیاہی مائل یا بیگنی ہوتی ہے۔

جگر کے تمام پیچیدہ عملیات صرف ایک ہی قسم کے چھوٹے چھوٹے کروڑہا خلیے انجام دیتے ہیں۔ جو ڈوریوں جیسی ترتیب میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اور غذا سے بھرپور خون میں لت پت رہتے ہیں۔ خون دو راستوں سے جسم میں گردش کرتا ہے ایک شریانوں کے ذریعے براہ راست دل سے اور دوسرے مخصوص وریدی نظام کے ذریعے جگر میں ان دونوں ذرائع سے پہنچتے ہوئے خون کی آمیزش ہوتی ہے اور پھر جگری خلیے اس پر اپنے مخصوص طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جگر کا یہ انتھک اور لامتناہی فعل مسلسل اور بلا وقفہ جاری رہتا ہے۔ جگر کے خلیے اپنا کام ختم کرچکے ہوتے ہیں تو فنا ہوجاتے ہیں اور پھر ان کی جگہ نئے خلیے لے لیتے ہیں۔ یہ خلیے لحمیات (پروٹینز) نشاستہ دار اجزاء (کاربوہائیڈریٹس) اور چکنائی (فیٹس) جیسے بنیادی حیاتی اجزاء کی تحلیل میں مدد دیتے ہیں۔ جگر کے خلیات کی عمر تقریباً 150 دن ہوتی ہے۔

انسان کے جسم میں موجود چکنائی بھی توانائی کا بیش بہا خزانہ ہے۔ جگر آپ کی غذا میں موجود چکنائی کو کیمیائی تحلیل کے ذریعے ایسی شکل میں تبدیل کر دیتا ہے جو جسم کے مختلف حصوں میں جمع ہو کر نہ صرف بوقت ضرورت توانائی فراہم کرتی ہے۔ بلکہ جلد کی تہہ اور عضلات کے درمیان موجود چربی شاک ابزاربر (Shock Absorber) کی طرح کام کرتی ہے۔



جگر کا سب سے اہم کام ہمارے خون کو زہریلے مادوں سے پاک کرنا ہے۔ یہ مادے جسم کے اربوں خلیوں سے بطور فضلہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، امونیا، نائٹروجن، سلفیورک ایسڈ، فاسفورس، گندھک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جدید تحقیق کے مطابق ورم جگر (ہیپاٹائٹس) ایک وائرس ہوتا ہے جو خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا۔ یہ وائرس سوزش جگر کا سبب بنتا ہے۔ خاص طور پر ورم جگر قسم بی، قسم سی اور قسم ڈی پیدا کرتا ہے۔

علامات

جگر کے مقام پر درد اور ورم کا احساس، کھانے کے بعد بے چینی ہوتی ہے اور جسم کمزور ہونا، تمام جسم یا پاؤں میں سوجن ہونا۔ وزن میں کمی ہونے لگتی ہے۔ جسم کی رنگت بدل جاتی ہے اس میں چمک کا عنصر ختم ہو جاتا ہے۔ جلد زردی مائل ہو جاتی ہے۔ قے اور متلی کی کیفیات پیدا ہونا۔ سیاہ رنگت کی اجابت ہونا۔ پیاس زیادہ لگتی ہے۔ شام کے وقت ہلکا بخار محسوس ہونا۔

علاج

جگر کا فعل نارمل رکھنے کے لے روزانہ ایک وقت پینتیس منٹ کی واک کریں۔ صبح اور رات خالی پیٹ پندرہ منٹ تک گہرے سانس لینے کی مشق کریں۔ تازہ ہوا جگر کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس سے جگر کو اچھی خاصی آکسیجن حاصل ہوتی ہے۔

ورم جگر کے لیے چند یونانی مفردات کے نسخہ تحریر کیے جارہے ہیں۔

میتھی دانہ تین گرام صبح نہار منہ اور شام پانی سے لیں۔ دوپہر اور رات کھانے سے پہلے چار چار گرام میتھی کا سفوف پانی کے ساتھ لیں۔

ریوند خطائی پچاس گرام، افسنتین تیس گرام، قلمی شورہ بیس گرام، نوشادر ٹھیکری دس گرام، برگ نیم دس گرام تمام ادویہ کا باریک سفوف بنالیں مقدار خوراک ایک ایک گرام صبح، دوپہر اور شام پانی سے لیں۔

ورم جگر کے لیے عظیمی لیبارٹریز کی تیار کردہ ہربل ٹیبلیٹ سوئل کیور بھی بہت مفید ہیں۔

پرہیز

چکنی، میٹھی، سگریٹ نوشی اور نشہ آور اشیاء سے پرہیز کریں۔

بقیہ: گھریلو معالج

مند دانتوں کے ساتھ ایک بھرپور زندگی گزار سکتے ہیں۔

❀ .... دن میں کم از کم دو مرتبہ باقاعدگی اور صحیح طریقے سے برش کرنا۔

❀ .... دو دانتوں کے درمیان پھنسے ہوئے غذائی اجزاء کو فلاس (Floss) کی مدد سے صاف کریں۔

❀ .... کھانے کے بعد صحیح طرح سے کلی کرنا اور اگر نیم گرم پانی میں نمک ڈال کر کلیاں کی جائیں تو زیادہ مفید ہوگا۔

❀ .... ہر تھوڑے وقفے کے بعد میٹھا کھانے سے گریز کرنا اور میٹھا کھانے کے بعد برش کرنا۔

❀ .... ایک اچھے اور معیاری ٹوتھ پیسٹ کا استعمال کرنا جس میں فلورائیڈ کی کچھ مقدار ضرور موجود ہو۔

❀ .... ہر چھ مہینے بعد اپنے ڈینٹسٹ سے دانتوں کا معائنہ کروانا۔

اشرف باجی کے ٹوٹکے



صحت کی حفاظت اور زیر استعمال اشیاء کی افادیت میں اضافے کے لیے مختلف ٹوٹکوں کا استعمال دنیا بھر میں عام ہے۔ مختلف ٹوٹکوں سے مرد بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور خواتین بھی.... تاہم امور خانہ داری میں ٹوٹکوں کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ خانہ داری چونکہ خواتین کا شعبہ سمجھا جاتا ہے اس لیے ٹوٹکوں کا استعمال بھی خواتین زیادہ کرتی ہیں۔



محترمہ اشرف سلطانہ برسہا برس سے مرکزی مراقبہ ہال میں خدمت خلق کے پروگرام سے وابستہ ہیں۔ خاص و عام میں اشرف باجی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ ایک کولیفائیڈ طبیبہ بھی ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے اشرف باجی کے ٹوٹکے کے زیر عنوان گھریلو ترکیبوں پر مشتمل ایک نیا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔

اگر آپ بھی اپنی آزمودہ کوئی ترکیب قارئین کو بتانا چاہیں تو روحانی ڈائجسٹ کی معرفت اشرف باجی کو لکھ بھیجیے۔

فرش کے داغ

اگر کچن کے فرش پر داغ دھبے صاف کرنا ہوں تو تھوڑے سے پانی میں سرسوں کا تیل اور کپڑے دھونے والا سوڈا ملالیں۔ کسی کپڑے کو اس میں بھگو کر فرش پر رگڑیں۔ داغ دھبے دور ہوجائیں گے۔

اوون کے داغ

اگر اوون پر داغ دھبے پڑ جائیں یا زنگ لگ جائے تو ایک کپڑے کو ٹھنڈے پانی میں بھگو کر نچوڑ لیں پھر اسے ایمونیا سے گیلا کریں اور اس کپڑے کو اوون کے اندر رکھ کر دروازہ بند کردیں۔ اگلی صبح جب اس کپڑے سے داغ دھبے صاف کریں گی تو بہت آسانی سے وہ صاف ہوجائیں گے۔

گلاسوں کی صفائی

دودھ کے گلاس کو گرم پانی سے دھونے سے قبل ٹھنڈے پانی میں کھنگال لیں ورنہ گلاس پر گدلا پن آجائے گا۔

فرنیچر پر پالش کیسے کریں

دو حصے سرکہ اور ایک حصہ زیتون کا تیل ملا لیں۔ ان کا تھوڑا سا حصہ کسی نرم کپڑے پر ڈال کر فرنیچر پر رگڑیں۔ چمک پیدا ہوجائے گی اور فرنیچر

نیا لگنے لگے گا۔

کچن میں ناپسندیدہ بو

کچن کے ڈرین کی اگر اچھی صفائی نہ کی جائے تو اس میں سے جو بھبھک اٹھتی ہے وہ پورے کچن کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

رات کو سونے سے قبل جب آپ کچن میں اپنا کام ختم کر چکیں تب مٹھی بھر بیکنگ پاؤڈر بیسن میں ڈال دیں۔ اس سے نالی کی صفائی بھی ہو جائے گی اور تعفن بھی ختم ہو جائے گا۔

باتھ ٹب اور سنک کی صفائی

لیموں کے ذریعے داغ دھبوں والی جگہوں کو صاف کریں۔ اس کے بعد کسی نرم کپڑے کو مٹی کے تیل میں بھگو کر صفائی کریں۔ باتھ ٹب اور سنک چمک اُٹھیں گے۔

جمی ہوئی نیل پالش

نیل پالش استعمال نہ کی جائے تو کچھ عرصہ بعد وہ جم جاتی ہے یا پھر گاڑھی ہو جاتی ہے۔ دوبارہ قابل استعمال بنانے کے لیے اس میں حسب ضرورت نیل پالش ریموور ڈال لیں۔

جہاں سے رنگ اکھڑ گیا ہو

بچے کھیل کود کے دوران دیواروں پر لکیر ڈال دیتے ہیں یا پھر کھرچ ڈالتے ہیں اس متاثرہ جگہ کی وجہ سے پوری دیوار بری لگتی ہے۔ ان کو چھپانے کے لیے ویکس کرئیو ان (Crayons Wax) استعمال کریں۔

یہ مختلف رنگوں میں دستیاب ہیں اور بآسانی مل جاتا ہے۔ اپنے گھر کی دیوار کے رنگ کی مناسبت سے ان کا انتخاب کریں۔

ماربل کے فرش پر نشان

اگر آپ کے ماربل فرش پر پھلوں کے رس کے دھبے یا کسی بھی طرح کا نشان پڑ گیا ہو تو اچھے قسم کا سینڈ پیپر (ریگ مال) لے کر ہلکے ہلکے رگڑیں فرش کی صفائی کرنے کے بعد اس پر فلور پالش کر دیں۔ تمام دھبے دور ہو جائیں گے۔

پھٹے ہوئے پاؤں

دو شلجم لیں۔ چھلکوں سمیت ٹکڑے کر لیں۔ کسی بڑی دیگچی میں پانی بھر کر شلجم ڈال کر پانی ابالیں۔ شلجم جلدی گل جائیں گے۔ وہ پانی کسی تسلے میں ڈال کر آدھا چمچ نمک ملائیں اور اتنا ہی سرسوں کا تیل۔ پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھ جائیں۔ جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو پاؤں صاف کر کے پیٹرولیم جیلی لگائیں۔ تین چار دن میں پاؤں ٹھیک ہو جائیں گے۔

فریج کے بغیر مکھن کو پگھلنے سے بچانا

اگر فریج کے بغیر مکھن کو پگھلنے سے بچانا چاہتی ہیں، تو استعمال کے بعد ٹکیاں چکنے کاغذ میں اچھی طرح لپیٹ کر آٹے کے تھیلے یا برتن کے بیچ میں دبا کر رکھیں۔ گرمیوں میں بھی ہفتے تک یہ نہیں پگھلے گا اور تازہ رہے گا۔

جوتے کے زخم

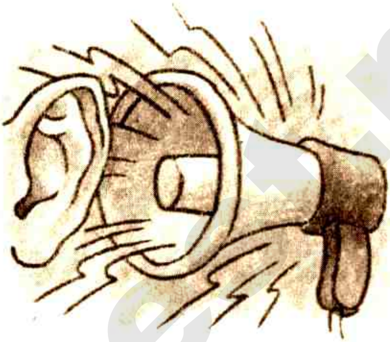
ہلدی کی ثابت گری لیں۔ اسے کسی پتھر پر گھس کر زخم پر پانی کے ساتھ لگائیں۔ تین چار مرتبہ لگانے سے زخم ٹھیک ہو جائے گا۔ بعض مرتبہ جوتے کی وجہ سے پاؤں پر اگزیما ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی آپ ہلدی پیس کر گاڑھا سا لیپ کریں۔ ہلدی زخم کو ٹھیک کرتی ہے۔

❖

ہائے اس شور نے زندگی عذاب بنادی

ثمینہ عبدالطیف

اگر ہم اپنی آنکھیں بند کر کے اپنی تمام تر توجہ صرف سننے پر مرکوز کردیں تو ہمیں کیا سنائی دے گا....؟ بہتی ندیا کا شور، پرندوں کی چہچہاہٹ یا ہوا سے مستی کرتے ہوئے پھول پودوں کی سرسراہٹ....؟ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا کیونکہ مذکورہ بالا تمام دھیمی اور کانوں میں رس گھولنے والی آوازیں اب قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔



اب آپ کو سنائی دے رہی ہیں، ایسی آوازیں جنہیں آوازیں کہنے کی بجائے چنگھاڑیں کہنا شاید زیادہ مناسب ہو مثلاً لوگوں کی تیز آوازیں، چیختے ہوئے ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹریفک کے ہارن، گاڑیوں کی غراہٹ، رکشوں سے پیدا ہونے والی ہولناک چیخ نما آوازیں.... کیا آپ جانتے ہیں ایک یہ حد بڑھتا ہوا شور ہمیں کتنی اقسام کی جسمانی اعصابی اور ذہنی بیماریوں میں مبتلا کر رہا ہے، جس کا ہم ادراک بھی نہیں رکھتے....؟

خصوصاً ہمارے بڑے شہروں میں بڑھتی ہوئی صوتی آلودگی اب گھروں اور فلیٹوں میں رہائش پذیر افراد خانہ کو بھی بری طرح متاثر کر رہی ہے۔ شہروں کے مکین شور کے اتنے زیادہ عادی ہو چکے ہیں کہ اب یہ ان کی سماعت کے لیے ایک عام صورتحال کا درجہ حاصل کر چکی ہے لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ عادی ہو جانے کے



باعث یہ شور اب ہماری سماعت کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔

ماہرین نفسیات کی رائے کے مطابق "صوتی آلودگی کا بہت عرصے تک سامنا صحت میں بتدریج نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔ مثلاً سماعت میں کمی، ذہنی دباؤ، نیند میں کمی، ہاضمہ اور جسمانی ڈھانچے کی کمزوری جیسے امراض صوتی آلودگی کے باعث ہی پیدا ہوتے ہیں۔"

عام مشاہدے میں آیا ہے کہ بہت دیر تک مستقل شور کا سامنا کرنے کے باعث کان کے اندر آواز کو نشر کرنے والے نازک بالوں کے خلیے تباہ ہو جاتے ہیں، جس کے باعث فرد مستقل طور پر صرف اونچی آواز ہی سن پاتا ہے۔ قوت سماعت میں کمی یا بہرہ پن صرف چند سال ہی میں نہیں ہوتا بلکہ مستقل متاثر ہوتے رہنے کے بعد بالآخر قوت سماعت اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ کانوں میں سنسناہٹ کی آواز پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے جو سماعت میں کمزوری کی ایک اہم علامت تصور کی جاتی ہے۔

تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ چیختی آوازیں، ہیجان، شور جو مسلسل ایک سطح پر سنائی دیا جاتا ہے، صحت مند افراد میں بہرہ پن کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ یہ شور بالغ افراد کے لیے تو نقصان دہ ہے ہی لیکن بچوں کی حسیات کیونکہ زیادہ نازک ہوتی ہیں، اس لیے بچوں میں بہرہ پن کی زیادہ شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اس بڑھتے ہوئے شور کو ہر سطح پر ذہنی طور پر قبول کر لیا گیا ہے، شور سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے طور پر کبھی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ کان سے متعلق امراض وقت کے ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں۔ قوت سماعت میں کمی بچوں کی تعلیم میں رکاوٹ اور بالغ افراد میں سماجی اور گھریلو مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ پچاسی ڈیسی بل تک کا مستقل شور ہماری سننے کی حس کو ناقابل تلافی حد تک نقصان پہنچا سکتا ہے۔

صوتی آلودگی کیا ہے۔۔۔؟

گھر میں اگر افراد خانہ دور ہی سے چیخ کر بات کرنے کے عادی ہیں تو یہ شور بھی صوتی آلودگی میں شمار کیا جاتا ہے، جس سے گھر میں موجود خصوصاً بہت چھوٹے بچوں کی سماعت کو بے حد نقصان پہنچتا ہے۔

گھریلو برقی آلات کا شور بھی سماعت سے محرومی کی ایک وجہ بن سکتا ہے۔ ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈ، ریڈیو، گیزر، پانی کھینچنے کی مشین کی آواز کو بھی ایک حد میں رکھا جانا چاہیے۔

جنریٹر کا شور بھی گھر اور دیگر رہائشی علاقوں میں استعمال کے باعث مسلسل شور پیدا کرنے کا ایک بڑا سبب ہے یعنی تمام تر گھریلو برقی اشیاء کا بے پروائی سے استعمال کرنا بھی سماعت میں کمزوری کا باعث بنتا ہے۔

گھر سے باہر اطراف میں ہر جانب دن کے بیشتر وقت ایسی چیختی آوازوں سے واسطہ پڑتا ہے، جنہیں سن کر ہمیں بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے یہ ہماری سماعت کو چیرتی ہوئی نکل رہی ہیں۔ یہ شور ٹرکوں، گاڑیوں اور بسوں کے پریشر ہارن سے پیدا ہوتا ہے۔

غیر ضروری طور پر مساجد میں لاؤڈ اسپیکرز سے

ہونے والا شور، ایک حد تک سماعت کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

ہمارے صنعتی علاقے بھی رہائشی علاقوں کے قرب وجوار میں ہی قائم کیے گئے ہیں۔ ان صنعتوں، کارخانوں کی مشینوں سے پیدا ہونے والی آوازیں بھی صوتی آلودگی میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ شور مسلسل سنائی دیتا رہتا ہے، جس سے یہ سماعت کو تو اتنی قوت سے محسوس نہیں ہوتی لیکن غیر محسوس طریقے سے ہماری سننے کی صلاحیت کو نقصان یقیناً پہنچا رہی ہوتی ہیں۔

تحقیق کے مطابق ہمارے ارد گرد پھیلا ہوا تیز شور ذہنی دباؤ پیدا کرنے والے ہارمون کا اخراج بڑھ جاتا ہے، جو مدافعتی نظام کو تباہ کرنے کا باعث بنتے ہیں اور یہ صورتحال ایسے لوگوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے جو پہلے ہی سے کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوں۔

یہ عام مشاہدہ کیا گیا ہے کہ پر شور گنجان آباد علاقوں میں جرائم کی تعداد پر سکون علاقوں کی بانسبت زیادہ ہوتے ہیں۔

پر شور علاقوں میں رہنے والے افراد زیادہ جارحیت پسند ہو جاتے ہیں، جس کی واحد وجہ ذہنی دباؤ اور اعصابی تناؤ ہی ہے جو افراد میں قوت برداشت کو متاثر کرنے کا سبب بنتا ہے۔

تیز شور اور بیماریوں کا باہمی تعلق

شور بلڈ پریشر کو ہائی رکھتا ہے۔ امراض قلب کے مریضوں کے لیے تیز شور بھی تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔

شور سے جسم میں کئی منفی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جن میں ایک اہم تبدیلی خون کی شریانوں کا سکڑنا ہے، جس سے خون کی روانی میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

آنکھوں کی پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ نظام ہاضمہ سے متعلق مسائل بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔ آنتوں کے امراض، السر اور معدے کے دیگر امراض بھی شور سے ہو سکتے ہیں۔

موجودہ تیز رفتار دور میں شور سے مکمل طور پر محفوظ رہنا ممکن نہیں لیکن خود حفاظتی اصول کے تحت ایک حد تک شور کے منفی اثرات سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

شور سے کیسے محفوظ رہا جائے...؟

بچوں سے نرمی اور آہستہ آواز میں بات کریں اور خود بھی اپنے اندر یہ مثبت عادت پیدا کریں تاکہ کم از کم گھریلو ماحول پر سکون رہے۔

گھریلو برقی آلات بہت معیاری ہونے چاہئیں، تاکہ وہ زیادہ شور پیدا نہ کریں۔ انہیں استعمال کرنے کے لیے بھی ایک وقت مقرر کریں تاکہ وقت بے وقت شور پیدا نہ ہو۔

اگر آپ بھی ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ بہت بلند آواز میں سننے کے عادی ہیں تو یہ عادت تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ سماعت کے بارے میں یہ حقیقت بھی دلچسپی سے خالی نہیں آہستہ آواز میں سننے کی عادت ڈالی جائے تو اس سے قوت سماعت میں اضافہ ہوتا ہے۔

مصروف سڑکوں پر لمبے سفر کے دوران اپنے

کانوں میں ہلکی سی روئی لگائی جاسکتی ہے، جس سے شور کے منفی اثرات نصف حد تک رہ جاتے ہیں۔ خصوصاً بچوں کی سماعت کی حفاظت کے لیے یہ اقدام ضرور کریں۔

کان میں محسوس ہونے والی سنسناہٹ کی ہلکی سی آواز کو بھی بالکل نظر انداز نہیں کریں۔ یہ بہرہ پن کی اولین علامت بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ فوری طور پر معالج سے رجوع کیا جانا چاہیے۔

جب تک کانوں پر حفاظتی آلہ نہ لگالیں، کسی بھی تیز آواز کو سننے سے پرہیز کریں۔

حساس طبیعت افراد شور کے منفی اثرات سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ کیونکہ شور ہارمون کے اخراج، دل کی دھڑکن اور خون میں کولیسٹرول کی سطح تواتر سے تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔

ورزش، پرسکون نیند اور اچھی غذا کے ذریعے صوتی آلودگی سے پیدا ہونے والی شکایات پر ایک حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔

ماہرین کی رائے کے مطابق، یوگا، مراقبہ اور مدھر موسیقی بھی ہمارے فطری حسیات کو پائیدار بنانے میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔

شور یعنی صوتی آلودگی کو ایک خطرناک مسئلے کی نظر سے دیکھنا ضروری ہے۔ حکومتی سطح پر بھی اس بڑھتے ہوئے شور پر قابو پانے کے لیے سختی سے اقدامات کیے جانے چاہئیں۔ خصوصاً پریشر ہارن اور بغیر سائلنسر لگے رکشا مالکان کے خلاف پرزور اور مستقل بنیادوں پر قوانین کی ضرورت ہے۔

❄

بقیہ: ٹین ایج کا دور

د دل، منشیات، تیز رفتار ڈرائیونگ، خود اذیتی یا دوسروں کو نقصان پہنچانے جیسے رویوں میں مبتلا نظر آتے ہیں ان کے پس منظر میں ٹین ایج میں بغاوت یا والدین کی طرف سے نظر انداز کیے جانے جیسے عوامل نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ بچہ یا بچی کی روٹین میں یہ عادات شامل ہوجائیں تو پھر ان سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ گھر کا ماحول خوشگوار اور پُرسکون رکھیں۔ گھر میں ہونے والی کسی ٹینشن کا اظہار غصہ یا چڑچڑاہٹ کی شکل میں نہ کریں۔

آج کل آسائشیں، جدید تبدیلیاں اور رجحانات ہر فرد کو متاثر کررہے ہیں تو بچے اس طلسماتی دور سے کیونکر بچ سکیں گے۔ گئے وقتوں میں بچوں کی پرورش کرنا اس قدر مشکل نہیں تھا مگر اب زمانے کی سرد و گرم ہواؤں کا رخ ذرا بدل چکا ہے۔ والدین کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ انہیں بچے یا بچی کی بدلتی ہوئی روٹین اور رویوں پر نظر رکھنی ہوگی آپ صرف اور صرف شفقت و محبت سے ان کی مناسب رہنمائی کرسکتے ہیں۔

❖

بچوں کی بھوک

میرا بچہ کچھ نہیں کھاتا.... اسے شاید بھوک نہیں لگتی۔ یہ ایک ایسا فقرہ ہے جو کم و بیش ہر ماں کی زبان سے ادا ہوتا ہے۔

نوزائیدہ بچوں کو چار سے چھ ماہ کی عمر سے دودھ کے ساتھ ساتھ ٹھوس غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک سال کی عمر تک زیادہ تر بچے دن میں تین مرتبہ کھانا کھانے کی عادت ڈال چکے ہوتے ہیں۔ ماہرین غذائیت کی اکثریت پاکستانی بچوں کی غذائی عادات سے مطمئن نہیں ہے۔ مسائل دو طرح کے ہیں۔

غذائی کمی۔

غلط غذائی عادات۔



ڈاکٹر نسرین شیخ

ہم یہاں غذائی کمی کی بات نہیں کریں گے کیونکہ یہ حساس موضوع لمبی بحث کا طالب ہے۔ غلط غذائی عادات بھی خاصا سنگین معاملہ ہے۔

آج کل زیادہ تر بچے میٹھی اور مصنوعی رنگوں سے تیار شدہ مصنوعات استعمال کرتے ہیں جن کی وجہ سے موٹاپا اور دانتوں کی بیماریوں کے خطرات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ میٹھا زیادہ کھانے سے بچوں کی اشتہا بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور وہ صحت کے لیے مفید چیزوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

غذا کا ذائقہ بہت چھوٹی عمر میں پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے جو کہ ساری عمر کی پسند و ناپسند کا معیار بن جاتا ہے۔ نوزائیدگی میں ہی بچوں کو ہر چیز کے ذائقے سے آشنا کر دیں۔ مثلاً ایک فرد کے کھانے میں نمک کی مقدار کا تعین بچپن ہی سے ہو جاتا ہے جس میں زیادتی بلڈ پریشر میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ جب آپ بچے کی غذا میں نمک ڈال رہے ہوتے ہیں تو یہ بچے کا مطالبہ نہیں بلکہ آپ کی پسند ہوتی ہے جو مستقبل کی بہت سی بیماریوں کو آواز دے رہی ہوتی ہے۔

بچوں میں موٹاپے کا رجحان بھی انہی غلط غذائی عادات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ زیادہ چکنائیاں اور میٹھا کھانے کی عادات بچوں کے وزن میں بلاوجہ اضافے کا باعث بنتی ہے۔ زیادہ کولیسٹرول سے بھرپور کھانے بھی بچوں کے لیے نقصان کا باعث ہیں۔

بچوں کے لیے تیار شدہ غذائیں جو نت نئے

اشتہارات کے ذریعے مزید پرکشش بنا کر ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہیں کے بھی کچھ نقصانات ہیں۔ ان کو بچوں کے لیے پرکشش بنانے کے لیے نمک اور چینی سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ بہت Refine بھی کیا جاتا ہے۔ سب سے بہتر طریقہ اپنے بچے کے لیے خود کھانا تیار کرنا ہے۔ اسے وہی سبزیاں، پھل اور گوشت دیں جو آپ خود کھاتی ہیں بس بچوں کی عمر کے حساب سے اسی تیار شدہ کھانے کو نرم کیا جاسکتا ہے۔ میٹھے پھل بیکری کی تیار شدہ چیزوں سے بہتر رہتے ہیں۔ بھوسا نکالے بغیر اجناس اور پھلوں کے رس کی بجائے مکمل گودے سمیت پھل بھی ان کے لیے بہتر اور جسم کے لے فائدہ مند رہتے ہیں۔ گوشت اور مچھلی کا قیمہ کرکے بچوں کو دیا جاسکتا ہے۔ روٹی کا چورا شوربے کے ساتھ بچوں کے لیے بہترین کھانا بن سکتا ہے۔

چھوٹے بچوں کی غذائیں گھر میں تیار کرنا

گھر میں بچوں کے لیے کھانا بنانے کے دو فوائد ہیں۔

صاف ستھرا ہونے کی ضمانت۔

معاشی طور پر سستا ہونا۔

یہ کام بہت سہولت سے گھر میں ہو سکتا ہے۔ اپنے بچے کی ضرورت کے لحاظ سے کھانے میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے مثلاً سردیوں میں کھانے میں یخنی یا انڈے کا اضافہ بچوں کو زکام کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے اور گرمیوں میں دہی اور جوس بچوں کو گرمی کے اثر سے دور رکھتا ہے۔ گھر میں کھانا سستا اور تازہ رہتا ہے۔

آپ کھانے کے ذائقے میں تبدیلی بھی کرسکتی ہیں۔ بچہ ایک ہی طرح کے کھانے سے جلد ہی بور ہو جاتا ہے۔

ٹھوس غذا کب شروع کرائی جائے....؟

بچوں کی بھوک کا کوئی مستقل معیار نہیں۔ کچھ بچے تین ماہ بعد ہی صرف دودھ سے سیر نہیں ہوتے اور کچھ چھ ماہ بعد بھی ٹھوس غذا کھانا پسند نہیں کرتے۔ شروع میں چھوٹے بچوں کو دودھ کے درمیانی وقفوں میں کھانا کھلائیں۔ کیونکہ مکمل بھوک کی حالت میں بچے دودھ کے علاوہ کچھ اور لینے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ رفتہ رفتہ ان کا کھانے کا وقت مقرر کرتی جائیں۔ ٹھوس غذا اس ترتیب سے شروع کرائیں۔ اناج، پھل، سبزیاں، گوشت۔

چھ سے سات ماہ کی عمر کے بچے ایسی غذائیں پسند کرتے ہیں جو وہ خود اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھا سکیں۔ اس سے انہیں خود کھانے کی عادت ہو جاتی ہے۔ روٹی کا ٹکڑا یا ہڈی ان کے ہاتھ میں دی جاسکتی ہے۔

ایک سال کی عمر کا بچہ کھانے کے معاملے میں خاصا ٹرینڈ ہو چکا ہوتا ہے۔

وہ اپنی ضروریات کے مطابق کھانے لگتا ہے۔ ایک سال کے بچے کے لیے دن بھر کا مینو کچھ اس طرح بنایئے۔

ناشتہ

اناج (گندم، دالیں، چاول) کسی بھی شکل میں۔ یعنی روٹی، پراٹھا، دلیہ، سیریلیک، ڈبل روٹی، فرنچ ٹوسٹ، انڈا (ابلا یا تلا ہوا)، کوئی پھل یا جوس اور دودھ۔

دوپہر کا کھانا

سبزیاں، آلو، گوشت یا مچھلی، پھل، دودھ (افراد خانہ کے لیے تیار شدہ سالن میں روٹی کے ٹکڑے چورا کرکے بھی کھانا تیار کیا جاسکتا ہے۔)

عصرانہ

بسکٹ، چپس، دلیہ اور دودھ۔

رات کا کھانا

چاول، کھچڑی میں سبزیاں اور گوشت ڈال کر پکالیں اور پھر بلینڈر میں پیس لیں۔

دودھ دو کھانوں کے درمیان میں نہ دیں یعنی کھانے سے دو گھنٹے پہلے دودھ نہ پلائیں کیونکہ دودھ ہضم ہونے میں تین سے چار گھنٹے لیتا ہے اور بچوں سے مقررہ وقت پر کھانا نہیں کھایا جاتا۔

پھلوں کا رس کھانے سے ایک گھنٹہ پہلے دیا جاسکتا ہے خصوصاً مالٹے کا۔

بچوں کو پراٹھا کھلایا جاسکتا ہے مگر انہیں زیادہ روغنی غذاؤں کی عادت مت ڈالیے۔

بچے کو غذا بدل بدل کر دیں تاکہ وہ کھانے میں دلچسپی لے سکے۔

اگر آپ محسوس کریں کہ آپ کا بچہ کم کھاتا ہے تو اس کے دودھ کے اوقات کا جائزہ لیں۔ یعنی کھانے کے وقت سے تھوڑا پہلے تو وہ دودھ نہیں پیتا۔

دودھ میں چینی ملانا بند کردیں کیونکہ بچے اس چینی سے اپنی حراروں کی مقدار پوری کرلیتے ہیں اور انہیں مزید ٹھوس چیزوں کے استعمال میں متوازن رہیں۔ مٹھاس بھوک ختم کردیتی ہے۔

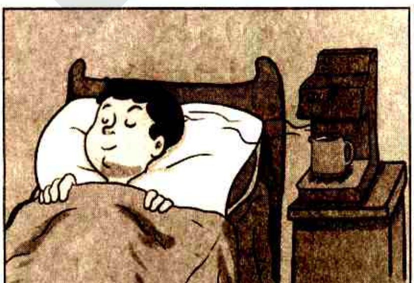
کھانے کو پرکشش بنائیں یعنی اسے اچھے اور خوبصورت انداز سے پیش کریں۔

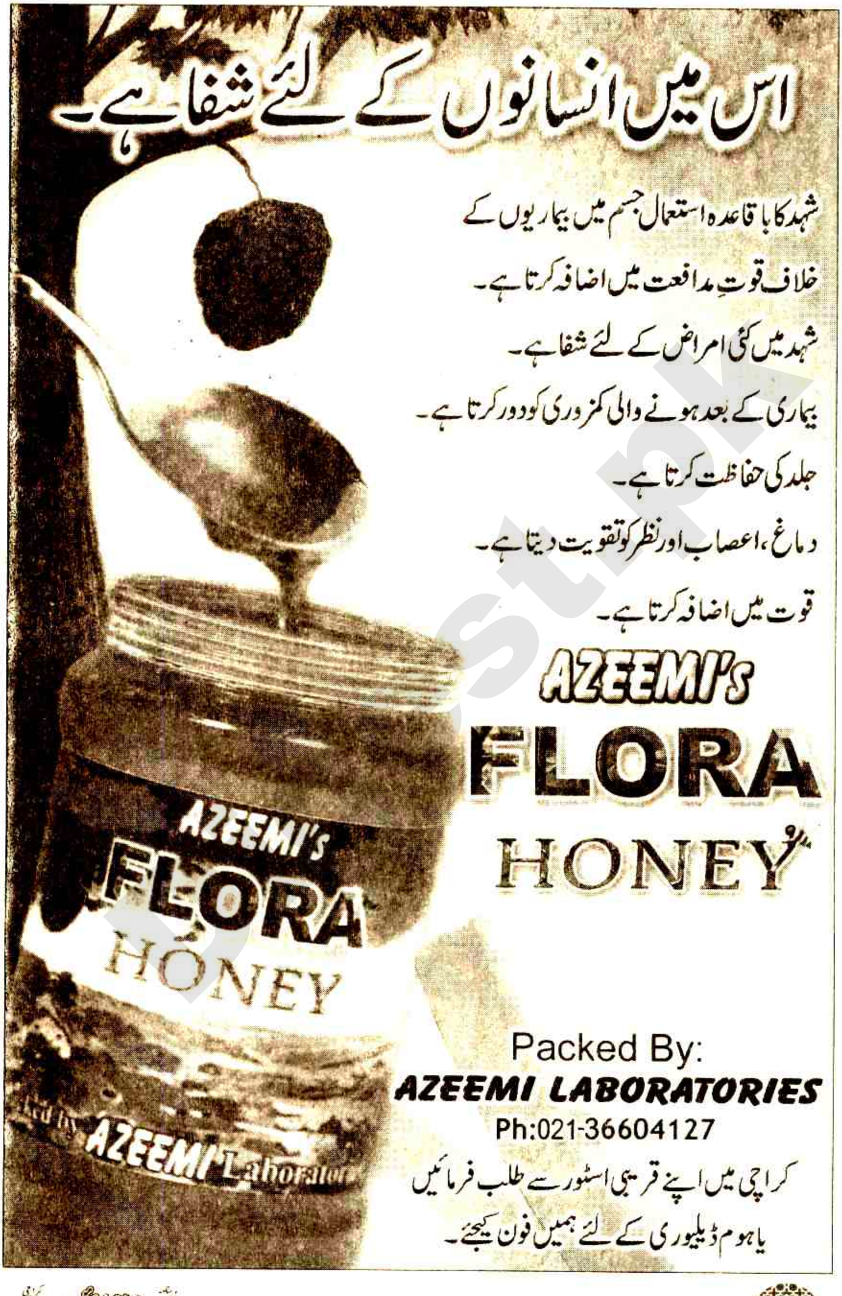
خوش ذائقہ اور خوش رنگ کھانا بچوں کو متاثر کرتا ہے۔ بچے کو وقت دیں اور خود ساتھ بیٹھ کر اسے کھانا کھلائیں۔

بچے کے سامنے بار بار مت دہرائیں کہ وہ نہیں کھاتا۔ اسے مجبور نہ کریں اور نہ ہی اس کی منت کریں آپ کا نارمل رویہ بچے کو ٹینس (Tense) نہیں کرے گا اور وہ کھانے کی طرف راغب ہوگا۔

زوردار خراٹے لینے والے افراد کو فالج ہونے کا خطرہ زیادہ

نیند میں خوب خراٹے لینے والے اب ہو جائیں ہوشیار۔ ایک حالیہ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو افراد سوتے ہوئے خراٹے لیتے ہیں ان میں فالج کا خطرہ دوگنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ چین میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق سوتے ہوئے خراٹے لینا نا صرف صحت کے مسائل کو خطرناک حد تک بڑھاتا ہے بلکہ اس سے فالج کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ خراٹے لینے سے خون میں ایسے مہلک لوتھڑے بن جاتے ہیں جو کئی خطرناک بیماریوں کا باعث بن سکتے ہیں۔




اس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔
شہد کا باقاعدہ استعمال جسم میں بیماریوں کے
خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔
شہد میں کئی امراض کے لئے شفا ہے۔
بیماری کے بعد ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔
جلد کی حفاظت کرتا ہے۔
دماغ، اعصاب اور نظر کو تقویت دیتا ہے۔
قوت میں اضافہ کرتا ہے۔
AZEEMI's
FLORA
HONEY
AZEEMI's
FLORA
HONEY
Packed By:
AZEEMI LABORATORIES
Ph:021-36604127
کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں
یا ہوم ڈیلیوری کے لئے ہمیں فون کیجئے۔

کھمبی

ساره اسد

کھمبی (Mushroom) بظاہر ایک خودرو پودا ہے جس میں نہ تو شاخیں ہوتی ہیں اور نہ پتے۔ اس پودے میں رب العزت نے کئی بیماریوں سے شفا رکھی ہے۔ یہ خودرو نباتات کی وہ قسم ہے جو عموماً برسات کے موسم میں باغوں، نہروں، کیاریوں اور سرسبز مقامات پر پائی جاتی ہے۔ اس پودے کا تعلق (Fungus) خاندان سے ہے۔ کھمبی کی متعدد اقسام دریافت ہو چکی ہیں لیکن عام استعمال کے لیے اس کا خاندان (Agaricus Campestris) ہے جبکہ دوسرے خاندان (Psalliota Campestris) کے تمام اراکین قابل خوراک نہیں ہیں۔ اس کی اکثر اقسام زہریلی بھی ہیں۔ پنجاب کے باغات میں اس کی دو اقسام ملتی ہیں۔ چھتری کی شکل میں ملنے والی (Agaricus Albus) ہے۔ یہ عموماً زہریلی قسم ہوتی ہے لیکن ہومیوپیتھک اور طب میں اس سے (Agaracin) بنتی ہے۔ دوسری گول سر والی ہوتی ہے جسے لوگ عام طور پر سالن میں پکا کر کھاتے ہیں۔ برٹش ریسرچ کونسل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ کھمبی میں پروٹینز، فیٹس، کاربوہائیڈریٹس، سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم، کوپر، آئرن، فاسفورس، سلفر، کلورین اور کیلوریز کی مقدار پائی جاتی ہے۔ یوں غذائیت کا بھی عمدہ معیار کھمبی کا خاصہ ہے۔ اطبائے قدیم کے مطابق سفید رنگ کی کھمبی سب سے اعلیٰ ہے۔



طب میں کھانے والی قسم کھمبی اور زہریلی قسم پد بھیرا کہلاتی ہے۔ کھمبی کی ایک قسم کشمیر سے آتی ہے جسے کانکچو کہا جاتا ہے اسے گوشت کے ساتھ پکا کر کھایا جاتا ہے یہ خوش ذائقہ اور مقوی باہ ہوتی ہے۔ کھمبی ایک مقبول غذا ہے۔ یورپ میں لوگ بڑے شوق سے کھمبی کا سالن تناول کرتے ہیں۔ اب متعدد ملکوں سے قابل خوردنی کھمبیاں ڈبوں میں بند ہو کر اسٹورز پر بآسانی دستیاب ہیں۔ میڈیکل سائنس کی جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس



برٹش ریسرچ کونسل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ کھمبی میں پروٹینز، فیٹس، کاربوہائیڈریٹس، سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم، کوپر، آئرن، فاسفورس اور کلورین پائی جاتی ہیں۔

کے پانی میں جراثیم کو مارنے کی صلاحیت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے آنکھوں کی کئی بیماریوں میں شفا قرار دیا گیا ہے۔ کھمبی کے لذیذ ذائقے کے علاوہ اس میں لحمیات کی اضافی مقدار اس کو مزید مفید بنا دیتی ہے۔ چائنیز کھانوں میں مرغی اور کھمبی، مرغی اور بچھڑے کا گوشت یا مچھلی کے علاوہ کھمبی کا پلاؤ نہایت مقبول ہے۔

کھمبی دودھ پیدا کرنے والا اور پسینے کو روکنے والا پودا ہے۔ نباتات کی یہ قسم جسم کو طاقت بخشتی ہے اسہال میں بھی مفید ہے۔ کھمبی سے اب تک کئی قسم کی جراثیم کش ادویہ میسر آئی ہیں۔ جدید میڈیکل سائنس نے بھی آنکھوں کی جملہ بیماریوں میں اس کے پانی کو مفید قرار دیا ہے۔

✽.... اسے کسی دوسری دوا کے ساتھ شامل نہ کیا جائے۔

✽.... کھمبی عام طور پر معتدل اور خوشگوار موسم میں پیدا ہوتا ہے اسے کچا بھی تناول کیا جا سکتا ہے اور پکا کر بھی۔ اس کی سفید شکل کھانے میں بہتر ہے۔ کھمبی کو سکھا کر پیس کر کھانے سے دست آنے رک جاتے ہیں۔ اس کی ایک قسم کشنج کہلاتی ہے یہ حرارت کو مٹاتی ہے بلغم کو دور کرتی ہے۔ عموماً دبلی پتلی خواتین اسے حلوے میں ملا کر صحت مند ہونے کے لیے کھاتی ہیں۔

کھمبی خون بڑھاتی ہے۔ اسے پیس کر ایسے زخموں پر لگانا منفعت بخش ہے جو آسانی سے بھرنے میں نہ آتے ہوں۔ سوکھی کھمبی کو استعمال سے پہلے ایک دن پیشتر پانی میں بھگو دینا چاہیے۔ پھر صاف کر کے گھی میں بھوننے کے بعد استعمال کرنا بہتر ہے۔ اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے زیتون کے تیل میں بھوننا زیادہ مفید ہے۔ کھمبی کے ساتھ ناشپاتی اور سرکے کا استعمال بھی نقصانات سے محفوظ رکھتا ہے۔

کھمبی اپنی افادیت اور غذائیت میں گوشت سے قریب ترین ہے اس لیے بیشتر ممالک میں کھمبی بڑے پیمانے پر کاشت کر کے گوشت کی کمی کو پورا کرنے کی کوششیں کی جاری ہیں۔ پاکستان میں بھی کھمبی کی کاشت کے پروگرام میں خاصی پیش رفت ہوئی ہے۔

✺

موٹے افراد اپنی کیفیت کو بیماری سمجھ کر زیادہ کھاتے ہیں، تحقیق

امریکہ کی رچ مانڈ یونیورسٹی کے ماہرین کی جانب سے کی جانے والی ایک تحقیق میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ موٹاپے کو مرض کہنے سے لوگوں کو زیادہ کھانے کا حوصلہ مل جاتا ہے۔ تحقیق کے



مطابق موٹاپے کو مرض سمجھ کر اس میں مبتلا افراد ڈائٹنگ بھی چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سوچ قائم کر لیتے ہیں کہ ان کی صورتحال میں بالکل تبدیلی نہیں آسکتی۔ واضح رہے کہ گزشتہ برس امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن کی جانب سے موٹاپے کو ایک مرض قرار دیا گیا تھا۔

لیموں

چھوٹا سا پھل بڑے فائدے

ردا جبار

لیموں دیکھنے میں تو ایک چھوٹا سا گیند نما عام پھل ہے مگر یہ حقیقی وٹامنز (حیاتین) سے بھرپور ہوتا ہے اور وٹامن سی کا تو لیموں پورا خزانہ ہے۔

جسم کی بقاء اور سلامتی کے لیے وٹامنز کی بڑی اہمیت ہے اور وٹامنز کی کمی سے انسانی جسم مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ وٹامن کی کمی سے مسوڑھے سوج جاتے ہیں اور ان سے خون نکلتا ہے۔

اس کے علاوہ صفراوی بخار میں بھی انسان مبتلا ہو جاتا ہے۔ مسوڑھوں سے خون نکلنے کی صورت میں معالج صاحبان، مریض کو وٹامن سی کی گولیاں استعمال کراتے ہیں لیکن لیموں کے استعمال سے ان گولیوں سے بچا جا سکتا ہے اور وٹامن سی کی کمی سے پیدا ہونے والے اور امراض سے بھی بچاؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔



لیموں کے کیمیائی تجزیہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس میں وٹامن سی تیس ملی گرام، کیلشیم تیس گرام، فاسفورس چودہ ملی گرام، حرارے تیس گرام موجود ہیں۔

ان اجزاء کے علاوہ لیموں میں "سٹرک ایسڈ" جس قدر پایا جاتا ہے اتنا کسی اور پھل میں نہیں ہوتا۔

دور حاضر میں فساد خون (پھوڑے، پھنسیاں، خارش) کے مریضوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ نوجوان لڑکے ہوں یا لڑکیاں وہ اپنے چہرے سے حسن کو ماند کرتے والے داغ دھبوں کو دور کرنے کے لیے قسم قسم کی کریمیں استعمال کرتے ہیں قدرت نے اس چھوٹے سے پھل میں رنگ کاٹنے، دھبے مٹانے، جلد نکھارنے کے لیے کس قدر شفائی اثرات رکھے ہیں۔

ایک تحقیق میں جتنے بھی لڑکے لڑکیوں کو لیموں کا استعمال کرایا گیا ان میں اکثریت کو اس سے فائدہ پہنچا۔ لیموں اپنے اثرات کے حوالے سے مصفی خون ہے اور فساد خون کے نتیجے میں ہونے والے عوارض، خارش، پھوڑے، پھنسیاں اور داغ دھبوں میں



ایک بہترین قدرتی تدبیر ہے۔

لیموں مصفی خون ہونے کے ساتھ ساتھ قاتل جراثیم بھی ہے۔ یہ تیزابی مادوں کو ختم کرتا ہے اور صفراوی امراض کا تو مفید علاج بتایا جاتا ہے۔ یہ ملیریا اور تیز بخار میں فائدہ دیتا ہے۔

لیموں خوبصورتی کا بھی ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اس کا عرق بیرونی طور پر جلد کو نکھارتا ہے۔ اس لیے ہماری خواتین جلد نکھارنے کے لیے اسے عام طور پر استعمال کرتی ہیں۔

لیموں کے طبی فوائد

جگر اور تلی کے مرض میں لیموں کے ٹکڑے کر کے، نمک چھڑک کر اور تھوڑا سا گرم کر کے دن میں کئی مرتبہ چوسنا فائدہ مند ہوتا ہے۔

ہیضہ میں لیموں کے رس میں منقی تر کر کے رکھیں اور ہر گھنٹہ بعد ایک منقی کھالیں اور ساتھ میں رس بھی پی لیں۔

موٹاپے میں لیموں کا رس نیم گرم پانی میں ملا کر روزانہ استعمال کرنے سے موٹاپا جاتا رہتا ہے۔

لیموں کے رس میں نمک یا شکر ملا کر پینے سے جسم میں چستی آتی ہے۔

بال لمبے اور چمکیلے کرنے کے لیے لیموں کے رس میں سفوف آملہ ملا کر بالوں کی جڑوں میں لگانے سے بال مضبوط اور چمکیلے ہو جاتے ہیں۔

لیموں کے عام استعمال سے بھوک میں اضافہ، خفقان اور فساد خون کے امراض، مسوڑھوں کی سوجن، بد ہضمی، گردہ اور تلی کے امراض میں بھی فائدہ مند ہے۔ لیموں کا تیز محلول دانتوں کو نقصان دیتا ہے اور اس کی ترشی پٹھوں کے درد کا سبب بن سکتی ہے۔

لیموں کا رس ہڈیاں مضبوط کرتا ہے

لیموں میں وٹامن سی کی وافر مقدار ہونے کی وجہ سے یہ دودھ پلانے والی ماؤں اور حاملہ خواتین کے لیے بہترین زود ہضم غذا ہے۔ بڑھتے اور پروان چڑھتے ہوئے بچوں کو عمر کے مطابق پانچ سے سات قطرے تک اس کے رس کا استعمال ہڈیاں مضبوط بناتا، کیلشیم کی ضروری مقدار فراہم کرتا ہے اور پیٹ ہلکا کر کے چستی پیدا کرتا ہے اگر اسے آدھے یا ایک چمچ شہد میں ملا کر استعمال کرایا جائے تو بچے موٹے تازے اور دستوں سے محفوظ رہتے ہیں اور آسانی سے دانت نکال لیتے ہیں۔

لیموں کی خوشبو سے ہر قسم کی بو حتیٰ کہ مچھلی کی بو بھی اس کو لگانے سے دور ہو جاتی ہے۔ لیموں کے خشک تین گرام چھلکے اور تین عدد بڑی الائچی کو ڈیڑھ پاؤ پانی میں جوش دے کر میٹھا ملا کر گھونٹ گھونٹ پینے سے پیٹ کا درد دور ہو جاتا ہے۔

لیموں کے بیج پیس کر رتی بھر انار کے پانی میں یا شربت میں ملا کر دو تین مرتبہ چاٹنے سے قے آنا بند ہو جاتی ہے۔

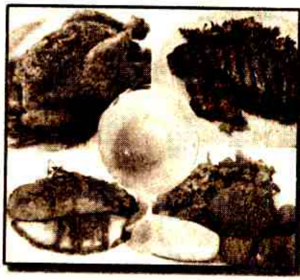
لیموں کا چورن

لیموں کو ایک لیٹر پانی میں سونٹھ، دانہ الائچی کلاں، پوست آملہ، زیرہ سفید، دودھ ساٹھ گرام ڈال کر برتن کو ڈھک کر پھر پانی خشک ہونے پر دھوپ میں سکھا کر پھر چھان کر شیشی میں بھر لیں۔ یہ پیٹ کے لیے عمدہ چورن ہو گا۔

❋

دسترخوان

فلک ناز



لذیذ اور غذائیت سے بھرپور نت نئی ڈشز کی یہ ترکیبیں آپ کے دسترخوان کی رونق میں اضافہ کردیں گی۔

رینبو رائس

اشیاء: آدھا کلو قیمہ باریک، نمک ایک چائے کا چمچ، پیاز Chopped ایک عدد، ادرک لہسن پسا ہوا ایک چائے کا چمچ، لال مرچ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، دہی آدھا کپ، تمام چیزیں قیمے میں ڈال کر بھون لیں۔ آدھا کلو چاول بوائل نمک کے ساتھ۔

ہری چٹنی: ایک گڈی ہرا دھنیا، دو ہری مرچیں، آدھی گڈی پودینہ، دو کھانے کے چمچ لیموں کا رس اور ہرا رنگ تمام چیزوں کو ملا کر پیس لیں۔

ٹوماٹو پیوری: ایک پاؤ ٹماٹر، آدھی پیاز، آدھا چائے کا چمچ لال مرچ پاؤڈر، لہسن اور لال رنگ۔ ٹماٹروں کو کاٹ کر اس میں تمام چیزیں ڈال کر بلینڈ کر کے چھان لیں اور پکائیں۔

ترکیب: چاولوں کو چار حصوں میں تقسیم کرلیں، ایک حصے میں ٹوماٹو پوری، دوسرے میں ہری چٹنی، تیسرے میں زردے کا رنگ مکس کرلیں اور ایک سفید رہنے دیں، سرونگ ڈشیں کو Greased کرلیں، پہلے اس میں



رائس اسپیشل

انڈے بوائل کر کے گول گول کاٹ کر رکھیں اس کے اوپر قیمہ پھر ہرے چاول قیمہ سفید چاول پھر 200 سینٹی گریڈ پر دس منٹ بیک کریں اور نکال کر گارنش کریں اور پیش کریں۔

افغانی پلاؤ

اشیاء: یخنی کے لیے: گوشت ایک کلو، سونف دو چائے کے چمچ، ثابت دھنیا ایک چائے کا چمچ، ادرک ایک انچ کا ٹکڑا، پیاز (فرائی کی ہوئی) ایک عدد، نمک تین چائے کے چمچ۔

ترکیب: گوشت میں آٹھ سے دس کپ پانی اور یخنی کی باقی تمام چیزیں ڈال کر پکانے کے لیے رکھ دیں، جب گوشت گل جائے اور یخنی تقریباً پانچ کپ رہ جائے تو اس میں سے گوشت نکال کر یخنی کو چھان لیں۔

پلاؤ کے لیے: چاول تین کپ، پیاز ایک عدد (باریک کاٹ لیں)، گرم مسالہ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، ادرک لہسن دو چائے کے چمچ، کشمش دو چائے کے چمچ، اخروٹ آدھا کپ، تیل آدھا کپ، دہی (پھینٹ لیں) ایک کپ۔

ترکیب: تیل کو گرم کر کے پیاز کو گولڈن براؤن کر کے نکال لیں۔ پھر

تیل میں ادرک لہسن گوشت گرم مسالہ کشمش اخروٹ اور دہی ڈال کر اچھی طرح بھون لیں اس کے بعد یخنی ڈالیں۔ (چاول کو صاف کر کے دس سے پندرہ منٹ بھگو دیں) یخنی کے ساتھ چاول بھی ڈال دیں، جب چاول ایک کنی رہ جائیں تو فرائی پیاز چھڑک کر دم پر رکھ دیں، دہی رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

دہلی بریانی

اشیاء: باسمتی چاول آدھا کلو، مٹن (گوشت چھوٹا) آدھا کلو، ادرک ایک چائے کا چمچ، لہسن ایک چائے کا چمچ، گھی تین چوتھائی کپ، دہی ایک کپ، گرم مسالہ دو چائے کے چمچ (ایک چمچ چاولوں کے لیے، ایک چمچ گوشت کے لیے)، براؤن پیاز دو عدد، نمک ایک چائے کا چمچ، سرخ مرچ دو چائے کے چمچ، دھنیا پاؤڈر ایک چائے کا چمچ (گوشت میں ڈالنے کے لیے ثابت گرم مسالہ)، سفید الائچی چار عدد، لونگ چار عدد، دار چینی ایک اسٹک، بڑی الائچی دو عدد، سیاہ زیرہ ایک چائے کا چمچ، تیزپات ایک عدد، ہری مرچ (کٹی ہوئی) سجاوٹ کے لیے، ہرا دھنیا (کٹا ہوا) سجاوٹ کے لیے۔

ترکیب: چاولوں کو ایک تیز پات، ایک بڑی الائچی، سیاہ زیرہ ایک چائے کا چمچ اور دو کھانے کے چمچ نمک کے ساتھ ابال لیں۔ گھی گرم کریں اور گوشت کو فرائی کر لیں۔ اس میں ادرک اور لہسن ڈال کر فرائی کریں، نمک ملا دیں، سرخ مرچ، ثابت گرم مسالہ اور دھنیا پاؤڈر ملا دیں اور بھونیں۔ پھر دہی ملا دیں اور پکائیں۔ پانی ڈال کر گوشت کو اس وقت تک پکنے دیں کہ گل جائے۔ براؤن پیاز ملا دیں اور اچھی طرح سے بھون لیں۔ گریوی رہنی چاہیے۔ اب ایک پتیلی لیں، چاولوں کی ایک تہہ بچھائیں، پھر گوشت ڈال دیں اور پھر ہری مرچ، ہرا دھنیا ڈال دیں۔ پھر چاولوں کی تہہ بچھا دیں۔ اوپر سے گرم مسالہ پاؤڈر اور ہرا مسالہ ڈال کر دم پر رکھ دیں۔

دیگی بریانی

اشیاء: گوشت تین پاؤ، چاول آدھا کلو، ادرک لہسن (پسا ہوا) دو چائے کے چمچ، لال مرچ پاؤڈر دو چائے کے چمچ، دھنیا اور ہلدی ایک چوتھائی چمچ، لونگ چھ عدد، چھوٹی الائچی چھ عدد، گھی ایک کپ، پیاز تین عدد، دہی ایک کپ، لیموں کا رس دو کھانے کے چمچ، لیموں کے سلائس تھوڑے سے، ہرا مسالہ تھوڑا سا۔

ترکیب: گھی گرم کریں۔ پیاز براؤن اور آدھا گھی نکال لیں۔ گوشت ڈالیں۔ دھنیا، ہلدی، سرخ مرچ پاؤڈر، نمک، ادرک، لہسن، لونگ، چھوٹی الائچی ڈالیں۔ تین کپ پانی ڈالیں کہ گوشت گل جائے۔

لیموں کاٹ کر اس میں دہی ڈالیں اور بھون لیں پھر پیاز چھوٹی چھوٹی کاٹ کر ڈالیں۔ بھون لیں۔ ہرا مسالہ تھوڑا کاٹ کر ڈالیں اور ساتھ ہی لیموں کا رس، حسب ضرورت گرم مسالہ، جائفل اور جاوتری ڈالیں۔

برائے چاول: تیز پتہ ایک عدد، بڑی الائچی تین عدد، لونگ پانچ عدد، دال چینی ایک عدد، کالی مرچ پندرہ عدد، سیاہ زیرہ ایک چائے کا چمچ، نمک دو چائے کے چمچ، آلو بخارہ دس عدد، کیوڑہ رنگ چھڑکنے کے لیے۔

ترکیب: پانی میں چاولوں کو آدھا گھنٹہ سوک کریں اور گرم مسالے اور نمک کے ساتھ آدھا کچا پکا لیں۔ ایک دیگچی میں چاول پانچ منٹ پکائیں جب بھاپ آنے لگے باقی گھی ڈالیں رنگ ڈالیں کیوڑہ ڈالیں تھوڑی پیاز چھڑک کر دم پر رکھیں اور گرم گرم سرو کریں۔

چہرے کے داغ دھبے

چھٹکارہ نہایت آسان طریقے سے....

شاہین اختر

نوجوان اور عمر رسیدہ ہر عمر کی متعدد خواتین چہرے پر داغ دھبوں کے مسئلے پر دوچار نظر آتی ہیں۔ خوب صورت نظر آنے کے دباؤ میں خواتین کا سمیٹکس اور جلدی امراض سے متعلق ماہرین کے پاس جاکر خطیر رقمیں خرچ کرنا شروع کردیتی ہیں۔

داغ دھبوں کے یہ نشانات تین قسم کے ہوتے ہیں۔

سفیدی مائل:

یہ بالوں سے وابستہ جلد کے نیچے پیدا ہوتے ہیں اس کے نتیجے میں جلد پر گوشت کے رنگ کا ابھار پیدا ہوجاتا ہے۔

سیاہی مائل:

اگر سفیدی مائل نشان جلد کے اوپری سطح پر نمودار ہوجائے اور کھل جائے تو یہ سیاہی مائل نشان کہلائے گا۔ یہ سیاہی بیرونی گندگی نہیں ہے بلکہ جلد کی رنگت سیاہ ہونا شروع ہوجاتی ہے جو جلد کے اندر کیمیائی عمل کا نتیجہ ہے۔

مہاسے: اگر جلد میں سوزش پیدا ہو جائے اور یہ نشان سرخ یا گہری رنگت کے ہو جائیں تو یہ مہاسے کہلاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے سرخ یا گلابی رنگت کے ابھار کی صورت میں ہوتے ہیں۔

اس طرح داغ دھبے کے نشانات مہاسوں سے متعلق ہوتے ہیں۔

اکثر یہ سورج کی تپش، بے چینی، نیند کی کمی، مہاسوں، غذائیت میں کمی اور جلد کی خشکی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔



داغ دھبوں سے نجات کے نسخے

داغ دھبوں سے بچنے کے لیے بعض سادے طریقے موجود ہیں جن کے ساتھ ہی مناسب نیند، متوازن غذا، ورزش، سورج کی تیز کرنوں سے بچاؤ اور وٹامن سپلیمنٹ کا باقاعدگی سے استعمال ضروری ہے۔

کینو کا چھلکا

کینو کے چھلکوں کا آمیزہ تیار کرلیں۔ چھلکے کی جلد کا اوپری دانہ دار حصہ جلد کی صفائی کے لیے

بہترین ہے اس میں ایلوویرا اور عرقِ گلاب ملا کر آہستگی سے چہرے اور گردن پر ملیں اور خشک ہوجانے پر اسے صاف کردیں۔

ہفتہ میں دو بار یہ عمل دہرانے سے آپ چند ہفتوں میں اپنی جلد میں نمایاں تبدیلی محسوس کریں گی۔ یہ آمیزہ مسامات میں داخل ہوکر جلد کی گہری صفائی کرتا ہے اور جلد کو نرم و ملائم بناتا ہے۔ چھلکے میں موجود اورنج آئل جلد کے مردہ خلیات، سیاہ دھبوں کو صاف کرکے ان کے مزید ظاہر ہونے کے امکانات کو کم کرتا ہے۔ اورنج آئل خشک یا چکنی جلد کا توازن بھی بحال کرتا ہے۔ موٹاپے اور فربہی کی وجہ سے یا جلد پر خشکی کی بنا پر پڑنے والی جھریوں کی روک تھام کرتا ہے۔ یہ مسامات سے بخارات بننے کے عمل کو تیز کرکے مردہ اور داغ دھبے والی جلد سے پسینہ کی شکل میں زہریلے مواد کو خارج کرنے میں مدد دیتا ہے۔

گھیکوار (ایلوویرا)

ایلوویرا زخم مندمل کرنے کی خصوصیت کی بنا پر مشہور ہے۔ یہ داغ دھبوں کی وجہ سے جلد میں پیدا ہونے والی سوزش اور جلن میں کمی کرکے سکون پہنچاتا ہے۔ ایلوویرا کا تازہ گودا جراثیم کش ہے اور داغ دھبوں اور مہاسوں میں انفیکشن کو روکنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ جلد کو تروتازہ، ملائم رکھنے اور جلد میں موجود قدرتی چکنائی کے توازن کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

لیموں کا عرق اور کھیرے کا گودا

لیموں کے عرق اور کھیرے کے گودے کا آمیزہ خشک جلد یا ایسی جلد جس پر خشکی اور چکنائی کے نشانات موجود ہیں دونوں صورتوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ خشک جلد کے لیے بہتر ہے کہ اس آمیزہ میں نیم شامل کرلیا جائے۔ یہ آمیزہ جلد کو خشکی سے محفوظ کرکے چہرہ کی جلد کو نرم و ملائم اور داغ دھبوں سے پاک کردے گا۔

شہد اور کینو کے چھلکے اور عرق گلاب کے ساتھ استعمال کریں۔

داغ دھبوں والی جلد پر برف کے ساتھ کینو کے چھلکے کا مساج بھی کیا جاسکتا ہے۔

احتیاط

خیال رہے کہ آپ روزانہ دس سے بارہ گلاس پانی ضرور پئیں، بھرپور نیند لیں، مثبت سوچ اپنائیں اور ورزش کو اپنا شعار بنالیں۔

مرغن غذاؤں سے پرہیز کریں۔ جلد کو مضر اثرات سے بچانے کے لیے جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ قدرتی اجزاء استعمال کریں اپنے ماہر جلد کے مشورے کے بغیر کاسمیٹکس استعمال نہ کریں۔ ایسی کریمیں استعمال کریں جن میں قدرتی اجزاء موجود ہیں۔

زیادہ دیر تک باہر رہنے کی صورت میں اچھی کوالٹی کا سن بلاک استعمال کریں کیونکہ داغ دھبے والی جلد سخت موسم میں بہت حساس ہوجاتی ہے خواہ سرد ہوائیں ہوں یا سخت دھوپ۔ اپنے چہرے کو اچھے طریقے سے صاف کرکے باہر نکلیں۔

یاد رکھیں کہ آپ کو اپنی جلد کی حفاظت روزانہ کی بنیاد پر کرنی ہے۔ صحت مند شفاف جلد چند سیکنڈز میں اعتماد میں اضافہ کردیتی ہے۔



Raashda Iffat Memorial
Campaign for Health & Hygiene

تمباکو نوشی اور انسانی صحت

جرنل آف میڈیکل ایسوسی ایشن کے مطابق تمباکو نوشوں کے چھوڑے ہوئے دھوئیں میں محض آدھا گھنٹہ سانس لینے سے تمباکو نہ پینے والوں کے قلب کو خون کی فراہمی میں کمی آجاتی ہے، اس دھوئیں کی مضرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تجرباتی طور پر جن افراد نے روزانہ بیس سگریٹ پھونکے انہیں ان کے دھوئیں نے یہ تکلیف نہیں پہنچائی اور اس ماحول میں موجود ایسے افراد جو تمباکو نوشی نہیں کرتے تھے مختلف بیماریوں کا شکار ہو گئے۔

تمباکو نوشی کیوں کی جاتی ہے.....؟ مختلف تنظیموں کے سروے ظاہر کرتے ہیں کہ تمباکو نوش افراد اپنا غم غلط کرنے کے لئے اس مُوذی چیز کا سہارا لیتے ہیں، یا پھر حقائق کے سمندر سے منہ موڑتے ہیں۔

تمباکو نوش حقیقت سے منہ موڑنے کے لئے اپنے آپ کو دھویں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اسی بات کو معروف مزاح نگار جناب عطاالحق قاسمی صاحب نے اپنے ایک کالم میں اس طرح لکھا ہے، " میں نے ایک تمباکو نوش سے پوچھا کہ تم اتنے زیادہ سگریٹ کیوں پیتے ہو؟" تو اس نے جواب دیا" ٹینشن کی وجہ سے " میں نے پوچھا تمہیں کیا ٹینشن ہے؟ جواب ملا " یہیں کہ اتنے زیادہ سگریٹ کیوں پیتا ہوں۔؟

تمباکو انسانی صحت اور جان کا دشمن ہے۔ اس انسان کش وبا کی ہلاکت خیزیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ گذشتہ برس اس وجہ سے 8 ملین انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔ خدشہ ہے کہ 2020ء تک تمباکو کی ہلاکتوں کی یہ شرح دس ملین تک جا پہنچے گی اور ان میں سے ستر فیصد ہلاکتیں پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں واقع ہوں گی۔

پاکستان میں تمباکو کی وجہ سے لاحق ہونے والے امراض میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، پھیپھڑوں، حلق اور معدے کے سرطان کی بڑھتی ہوئی شرح اس بات کی گواہ ہے۔ ملک میں بڑھتی ہوئی تمباکو نوشی اور تمباکو خوری کی اس وباء کو روکنے کے لئے کوئی زیادہ سنجیدہ اور مربوط کوششیں نہیں کی جارہی ہیں۔

اس کھلی حقیقت کے باوجود کہ تمباکو بدترین قسم



کا مہلک نشہ ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں اس کے خطرات میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

تمباکو بدستور عالمی صحت کے لئے خطرے کا نشان بنا ہوا ہے کیونکہ اس صنعت نے اب اپنا رخ ترقی پذیر ممالک کی طرف کر لیا ہے۔ دُوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ ترقی یافتہ ممالک کے عوام کی شعور و بیداری کی قیمت اب غریب ممالک کی عوام سے وصول کی جارہی ہے۔ تمباکو کی صنعت اپنے فروغ و ترقی کے لئے وہ تمام طریقے بروئے کار لا رہی ہے جن پر ترقی یافتہ ممالک نے پابندیاں عائد کرر کھی ہیں۔

تمباکونوشی کے مُضر اثرات:

طبی دُنیا کو تمباکو نوشی کے حقیقی مضر اثرات کا علم 1930ء کے اوائل میں ہوا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تحقیقات کی روشنی میں تمباکو کو انسانی صحت کے لئے انتہائی مُضر گردانا گیا ہے۔ تحقیقات کے مطابق ایک سگریٹ انسان کی عمر ساڑھے پانچ تا آٹھ منٹ تک کم کر دیتا ہے کیونکہ اس میں چار ہزار سے زائد نقصان دہ اجزاء موجود ہوتے ہیں پوری دنیا میں ہونے والی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ تمباکو نوشی سے انسان کو دل، پھیپھڑے، سانس، نظام ہضم، پیشاب، معدہ، جگر اور منہ کی بہت سی مہلک بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تمباکو کے دھوئیں میں نکوٹین کی شکل میں زہر بھرا ہوتا ہے جو دل اور شریانوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ ایک نشیلا زہر ہے، اس کی وجہ سے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اور بلڈ پریشر عارضی طور پر بڑھ جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک سگریٹ پینے سے بلڈ پریشر 30 منٹ سے ایک گھنٹہ تک زیادہ رہتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ ایک پیکٹ روزانہ سگریٹ پینے والے افراد کے بلڈ پریشر کا کیا حال ہو گا۔ اس کے علاوہ تمباکو نوش افراد کا خون بھی گاڑھا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ تمباکو کے دھوئیں میں زہر کی دوسری شکل کاربن مونو آکسائیڈ ہے، یہ بھی ایک زہریلی گیس ہے جو کہ تمباکو کے جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ گیس تمباکو پینے والے کی سانس کے ساتھ اس کے جسم میں جاتی ہے تو فوری طور پر انسانی جسم میں موجود آکسیجن کو کم کر دیتی ہے۔ تمباکو نوشی کرنے سے نا صرف آپ کے دل کو کام زیادہ کرنا پڑتا ہے بلکہ اسے آکسیجن کی فراہمی بھی کم ہو جاتی ہے۔ تمباکو نوشی کرنے والوں کے عارضہ قلب میں مبتلا ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، اس کے علاوہ پھیپھڑے کے سرطان اور بعض دوسری بیماریوں کا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں پھیپھڑوں کے سرطان میں 90 فیصد مرد اور 89 فیصد عورتیں مبتلا ہوتی ہیں۔

پاکستان میں تمباکو نوشی کی وجہ سے ہر سال سانس اور دمے کی بیماریوں میں 25 فیصد اور پھیپھڑے کی دیگر امراض میں دس فیصد افراد مبتلا ہوتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق ملک میں ہر سال دو سے ڈھائی لاکھ افراد سرطان میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ان میں سے نصف مریض محض تمباکو کے استعمال کی وجہ سے اس مہلک مرض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مُطابق اگر نوجوانی میں سگریٹ نوشی کی جائے تو مسلسل سگریٹ نوشی کی وجہ سے سگریٹ پینے والے افراد میں سگریٹ نہ پینے والوں کے مقابلے میں اموات کی شرح تین گنا زیادہ ہوتی ہے۔

مختلف جائزوں سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ

شراب یا دوسری نشہ آور اشیاء کے استعمال کی وجہ سے جتنی اموات واقع ہوتی ہیں ان کی مجموعی تعداد سے کہیں زیادہ اموات تمباکو نوشی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

تمباکو میں شامل مضرِ صحت زہر:

تمباکو نوشی کرنے والے تمباکو کے ہر کش کے ساتھ چار ہزار سے زائد کیمیائی مادے اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں۔ تمباکو کے دھوئیں میں سرطان پیدا کرنے والے کیمیکلز، بینزوپائرین، نائٹروسامین، نیف تھیلامین، کیڈمیم اور دھات قابل ذکر ہیں۔ جس جگہ تمباکو نوشی کی جاتی ہے اس کی فضا میں بھی یہ مادے شامل ہوجاتے ہیں اور تمباکو نوشی نہ کرنے والے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں۔ ایک اندازے کے مُطابق سگریٹ نوش افراد ایک سگریٹ کے ذریعے (بغیر فلٹر کے) 13 ملی گرام ٹار، 1.1 ملی گرام نکوٹین اور بہت سی مقدار میں کاربن مونو آکسائیڈ اپنے جسم کے اندر لے جاتے ہیں، جب کہ فلٹر والے سگریٹ پینے والے افراد 12 ملی گرام ٹار، 1 ملی گرام نکوٹین اور بہت سی مقدار میں کاربن مونو آکسائیڈ اپنی سانسوں میں اُتارتے ہیں، دِن بھر میں پُورا پُورا پیکٹ پینے والے افراد کااندازہ لگالیں۔

تمباکو نوشی کے سبب ہونے والی بیماریاں:

طویل عرصہ تک تمباکو نوشی کرنے والے افراد درج ذیل بیماریوں کا شکار ہوسکتے ہیں.... پھیپھڑوں کا سرطان، پھیپھڑوں کی سوجن، حملہ قلب کا خطرہ، دوران خون میں سستی و کمی، فالج کا خطرہ، قلب اور دماغ کی رگوں کی تنگی، منہ، زبان اور گلے کے سرطان کا خطرہ، مزمن کھانسی، عضلات کی صحت و توانائی اور قوت برداشت کی کمی، معدے کا السر، سانس پھولنے کا مرض، اعضائے تولید کی کمزوری، جلد کے مختلف امراض (جلد کی خشکی اور رنگت کی خرابی اور جھریاں پڑنا)، مثانے، لبلبے، گردوں اور عورتوں میں فم رحم کے سرطان کا خطرہ جو کہ دماغ میں بھی منتقل ہوسکتا ہے۔

تمباکو نوشی صحت انسانی کے لئے مضر ماحولیاتی مسئلہ ہے جس کی دو واضح اقسام ہیں ایک وہ جس میں لوگ براہ راست اسے استعمال کرتے ہیں یعنی تمباکو نوش افراد جو خود اپنی مرضی سے اپنے جسم میں اس زہر کو اتار رہے ہوتے ہیں اس کو Active Smoker کہتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ افراد آتے ہیں جو دوسروں کی غلطیوں کا خمیازہ بھگتنے پر مجبور ہوتے ہیں، یعنی عادی افراد کا چھوڑا ہوا دھواں خواہ مخواہ سانس کے ذریعے سے اپنے جسم میں داخل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس کی لپیٹ میں خاص طور پر معصوم بچے آتے ہیں جو کہ اپنے بڑوں کی غلطی کا خمیازہ ساری عمر بیماریوں کی شکل میں بھگتتے ہیں۔ انہیں Passive Smoker کہا جاتا ہے۔

نیشنل ہیلتھ اینڈ میڈیکل ریسرچ کونسل کی ایک رپورٹ کے مطابق صرف تمباکو کا دھواں سونگھنے سے بے شمار افراد پھیپھڑوں کے سرطان اور قلب کی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق آسٹریلیا کے پچاس ہزار بچے دوسروں کی تمباکو نوشی کی وجہ سے دمے کا شکار ہیں۔ سگریٹ نوشی نہ صرف سگریٹ پینے والے کو نقصان پہنچاتی ہے، بلکہ یہ ایک ایسی بری عادت ہے جو سگریٹ نہ پینے والوں کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ کیونکہ جب ایک سگریٹ نوش سگریٹ پیتا ہے تو اس کمرے میں موجود دوسرے افراد نادانستہ طور پر اس کا دھواں اپنے پھیپھڑوں میں اتارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں

تمباکو میں پائے جانے والے کیمیائی مادے

نکوٹین: نکوٹین ایک نامیاتی مرکب ہے جو کہ سگریٹ، سگار، پان، گٹکے اور نسوار وغیرہ میں لذت و سرور کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ایک عام سگریٹ میں تقریباً بیس ملی گرام نکوٹین ہوتی ہے۔ سگریٹ کا کش لیتے ہی بہت معمولی سی مقدار میں جذب شدہ نکوٹین خُون میں گلوٹامین وغیرہ کی موجودگی میں اولاً دل اور نبض کی رفتار کو تیز کرتی ہے اس کی وجہ سے تمباکو نوش خود کو چاق و چوبند محسوس کرتا ہے یہ دماغ اور دل پر مفرح اثر ڈالتی ہے۔ اگر نکوٹین کی مقدار خُون میں زیادہ ہو جائے تو یہ دماغ پر بہت خطرناک حد تک اثر انداز ہوتی ہے دل کی حرکت بہت تیز اور پھر سُست ہو جاتی ہے۔ نکوٹین کی معمولی مقدار سے دماغ میں فرحت محسوس ہوتی ہے لیکن بعد میں دماغ اور حواس سست پڑ جاتے ہیں۔ نکوٹین کی وجہ سے جسم میں ایڈرینالین زیادہ مقدار میں بننا شروع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے قلب کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور بلڈ پریشر میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ خون گاڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں گٹھلیاں بننے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ یہی گٹھلیاں حملہ قلب اور فالج کا سبب بنتی ہیں۔ ایک سگریٹ کے دھوئیں سے 2.5 گرام نکوٹین دماغ تک پہنچتی ہے۔

کونتار کولتار: سگریٹ میں شامل ٹار یا تار کول بھوری رنگت کا ایک مادہ ہوتا ہے جو تمباکو نوش کے پھیپھڑوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ یہ کونتار ان نازک بالوں کو جو پھیپھڑوں میں جانے والی ہوا کو صاف کرتے ہیں ساکت کر دیتی ہے اور ہوا کے راستے میں رُکاوٹ کا سبب بنتی ہے، اس کے علاوہ پھیپھڑوں کی اندرونی جلد کو بھی نقصان پہنچاتی ہے مزید بر آں یہ سانس کی نالیوں، نرخرے اور پھیپھڑوں میں خراش و سوزش کا موجب بھی ہے۔

کاربن مونو آکسائیڈ: ہیموگلوبن (خُون کا رنگ دار مادہ) جو دورانِ خُون میں موجود ہوتی ہے اور بالعموم آکسیجن کو تمام جسم میں پہنچانے کی ذمہ دار ہے۔ یہ آکسیجن کی نسبت کاربن مونو آکسائیڈ سے جلدی وابستگی پیدا کر لیتی ہے اس لیے یہ زہریلی گیس خون میں پہنچتے ہی آکسیجن کی جگہ لے لیتی ہے۔ اس طرح سگریٹ پینے والے کے قلب کو آکسیجن کی فراہمی کم ہو جاتی ہے۔ یہ گیس قلب اور پھیپھڑے کے مریضوں کے لئے بہت خطرناک ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے تمباکو نوش کا سانس پھولنے لگتا ہے اور اس میں توانائی کم ہو جاتی ہے۔ اس سے خون کی رگوں کے اندرونی استر

حیران کن بات یہ ہے کہ ایک سگریٹ نوش ایک سگریٹ سے 15 فی صد دھواں اپنے پھیپھڑوں میں اتارتا ہے تو اس کے ساتھ بیٹھنے والا اس کا 85 فی صد اپنے پھیپھڑوں میں لے جانے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ دھواں ایک صحت مند انسان کے دل و دماغ کو آلودہ کرتا ہے، پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں اور جسم کئی بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

سگریٹ نوشی صحت کے لیے اتنا ہی سنگین مسئلہ ہے جتنا کہ کوئی متعدی مرض ہوتا ہے اس لیے اس پر کنٹرول کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ جن گھرانوں میں بچے دمہ، سینے کے انفیکشن یا سانس کے دیگر امراض میں مبتلا ہوتے ہیں، ان گھرانوں میں تمباکو نوشی کرنے والے افراد موجود ہوتے ہیں۔ صرف ایک سگریٹ کا دھواں بھی فضاء کو

کو نقصان پہنچتا ہے اور وہاں چربیلے مادے کے جمع ہونے سے وہ تنگ ہو جاتی ہیں۔ سگریٹ کے دھویں میں ایک سے اڑھائی فیصد تک کاربن مونو آکسائیڈ ہوتی ہے۔ یہ وہی گیس ہے جو گاڑیوں کے دھویں میں ہوتی ہے اس گیس سے سانس رُکنے کی وجہ سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

کریسول: یہ ایک طاقت ور جراثیم کُش ہے اور فینول سے تقریباً چار گُنا زیادہ اثر کرتی ہے۔ یہ ایک مُہلک زہر ہے جسے ہر روز تمباکو نوش افراد اپنے اندر لے جاتے ہیں۔

سائنائیڈ: یہ زہر بھی سگریٹ کے دھواں میں پایا جاتا ہے۔ سائنائیڈ کے چند قطرے سُونگھ لینے سے انسان چند منٹ میں ہی موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

پولونیم Polonium210: یہ جوہری فضلہ Nuclear Waste ہے جو کہ انسانی صحت کے سخت مضر ہے۔

این۔نائٹروسامائن: یہ کینسر پیدا کرنے والا جزو ہے جو کہ تمباکو کا لازمی جزو ہے اور تمباکو نوش افراد کو مختلف قسم کے کینسر میں مبتلا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

ایسی ٹون: یہ وہ مادہ ہے جو کہ مختلف قسم کے پینٹ اور ناخن پالش وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور انسانی صحت کے لئے ضرر رساں ہے۔

امونیا : (Ammonia) یہ مادہ روزمرہ کے استعمال میں ٹائلٹ اور فرش وغیرہ صاف کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور سخت مضر صحت ہے۔ یہ پھیپھڑوں کو جلا کر دائمی تکلیف میں مُبتلا کر دیتی ہے۔ یہ ایک زہریلی گیس ہے جس سے دم گھٹتا ہے اور موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔

کیڈمیم: یہ گاڑی کی بیٹری میں استعمال ہوتا ہے اور انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

اس کے علاوہ چند دیگر مضر اجزاء میں ہائڈروجن سلفائیڈ، آرسینک، ہائیڈرازین، ہائیڈروجن سائنائیڈ، فارمل ڈی ہائیڈ، ایکرولین، نائٹروجن کے اوکسائیڈ اور ایسی ٹل ڈی ہائڈ وغیرہ شامل ہیں۔ ان اجزاء کی وجہ سے بلغم زیادہ بنتا ہے اور سانس کی نالیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ ان گیسوں کی وجہ سے کھانسی اور بلغم کی شکایت مستقل ہو جاتی ہے اور پھیپھڑوں میں سوجن آجاتی ہے۔

اس قدر زہر آلود کر دیتا ہے کہ اس میں سانس لینے والے مختلف تکلیف دہ عارضوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جرنل آف میڈیکل ایسو سی ایشن کے مطابق تمباکو نوشوں کے چھوڑے ہوئے دھوئیں میں محض آدھا گھنٹہ سانس لینے سے تمباکو نہ پینے والوں کے قلب کو خون کی فراہمی میں کمی آجاتی ہے، اس دھوئیں کی مضرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تجرباتی طور پر جن افراد نے روزانہ بیس سگریٹ پھونکے انہیں ان کے دھوئیں نے یہ تکلیف نہیں پہنچائی اور اس ماحول میں موجود ایسے افراد جو تمباکو نوشی نہیں کرتے تھے مختلف بیماریوں کا شکار ہو گئے۔

عظیمی



چاند کی کرنوں سے ـــــ

گھنے اور لمبے بالوں کی نشوونما

45 سال سے خواتین کا پسندیدہ

روغن گلوسبز

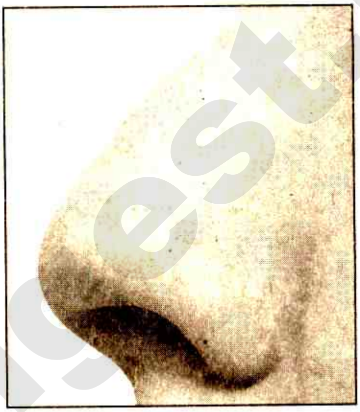
کراچی	021-36039157	فیصل آباد	041-8540132	پشاور	03219110156
حیدرآباد	0222781798	لاہور	03224112737	مانسہرہ	03005621447
میرپور خاص	03133508543	راولپنڈی	051-5169242	مظفرآباد	05822446661
ڈگری	03453700144	اٹک	03135168800	میرپور	03455701558
ملتان	03006338192	ھری پور	03135914147		

ناک کے امراض

معمولی امراض بھی خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

نظام تنفس کے ذرائع میں ناک، نرخرہ (Larynx)حلق (Pharynx)ہوا کی نالی (Trachea)سینہ کی جھلی (Pleura)اور پھیپھڑے (Lungs)ہیں اور ان میں ہوا کے آنے جانے کا راستہ سب سے اہم ہے۔

ناک کے ذریعہ ہم سونگھتے اور سانس لیتے ہیں۔ ناک دو نالیوں میں منقسم ہے۔ یعنی داہنا اور بایاں نتھنا جن میں ایک طرح کی رطوبتی جھلی کا استر ہوتا ہے اس میں بال بھی ہوتے ہیں جو مضر ذرات کو اندر جانے سے روکتے ہیں۔ تالو کے اوپر ناک کا پیچیدہ نظام ہے جہاں غار نما علاقے میں ارد گرد آٹھ جگہوں پر اندر سے کھوکھلی مخصوص ہڈیاں ہیں جو آنکھوں کے اوپر و درمیان دونوں رخساروں میں اور عقبی حصے میں واقع ہیں۔ چار جوڑیوں میں یہ آٹھ خم دار حصے جوف یا Sinuses کہلاتے ہیں۔ ان میں ورم آجائے تو Sinus کی بیماری کہلاتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ استر کی جھلی میں ورم آجاتا ہے جس کی وجہ سے بدبو یا خوشبو کے ذرات قوت شامہ کی جھلی تک نہیں پہنچ پاتے اور بو ہونے کے باوجود اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ کبھی جوف دماغ سے شامہ کی جھلی مل جائے تو بدبودار مادہ پیدا ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے بدبو دار چیز موجود نہ ہوتے ہوئے بھی اس کی بو محسوس ہوتی ہے۔ یہ قوت شامہ کا اہم ترین حصہ ہے جو دماغ کے سامنے والے حصے سے شروع ہو کر بیس باریک شاخوں کے ساتھ ناک کی اندرونی جھلی پر ختم ہوجاتا ہے۔ اس میں خرابی پیدا ہوجائے تو قوت شامہ متاثر ہوجاتی ہے۔ ناک دور جدید کی زبان میں ایک ایئرکنڈیشنگ پلانٹ کی حیثیت رکھتی ہے جس کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ پھیپھڑوں کو گرم، مرطوب اور صاف ستھری ہوا فراہم کرتی رہے۔



پیدائش کے فوراً بعد بچہ جب پہلی چیخ مارتا ہے تو اس پلازمہ کی کارکردگی شروع ہوجاتی ہے۔ ناک جہاں ایئرکنڈیشنگ پلانٹ ہے وہاں خوشبو بدبو میں حد امتیاز بھی قائم کرتی ہے۔ گویا ایک چیک پوسٹ بھی ہے۔

اس اہم حصے کی بیماریاں

نکسیر پھوٹنا: گرمی کے موسم میں بعض نوجوانوں کو جسم میں خون کی زیادتی کی وجہ سے اکثر یہ شکایت ہوجاتی ہے۔ اس مرض میں ناک کی رگیں خون سے پر ہو کر پھٹ جاتی ہیں اور ناک سے خون بہنے لگتا ہے۔ بعض مرتبہ حرارت جگر اور وبائی بخار اور بچوں میں پیٹ کے کیڑے بھی اس کے اسباب ہوتے ہیں۔ جب نکسیر آنے والی ہوتی ہے تو سر میں گرمی اور خشکی معلوم ہوتی ہے۔ ناک کے نتھنوں میں حلق اور سوزش اور بعض دفعہ خارش محسوس ہوتی ہے۔ کمزور بچوں میں پیٹ میں کیڑے پڑ جانے کی

وجہ سے ہو تو بچہ بار بار ناک نوچتا ہے۔ بعض مرتبہ دھوپ میں چلنے، پان چبانے، ناک کو کھجانے، چھینک لینے یا زور سے کھنکھارنے سے فوراً نکسیر پھوٹ جاتی ہے۔ بعض مرتبہ بغیر کسی حرکت کے ناک میں سوزش ہو کر نکسیر جاری ہو جاتی ہے اور ناک سے خون بہنے لگتا ہے۔

اگر خون جاری ہو جائے تو ابتدائی طبی امداد کے طور پر مریض کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالیں اس سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

نکسیر اگر خشکی کی وجہ سے آتی ہے تو روغن کدو سر پر لگائیں اور ناک میں بھی ٹپکائیں اور دماغ کی تقویت کے لیے صبح مربہ آملہ ایک عدد دھو کر چاندی کے ورق میں لپیٹ کر کھانا بھی مفید بتایا جاتا ہے۔ دھوپ میں زیادہ چلنے پھرنے اور آگ کے پاس بیٹھنے اور لکھنے پڑھنے کے کام سے پرہیز کریں۔

علاج: ٹھنڈی ترکاریاں مثلاً کدو، ترئی، پالک، ٹنڈا وغیرہ تنہا یا گوشت کے ساتھ پکا کر دیں۔

سونگھنے کی طاقت جاتی رہنا

مریض اس مرض میں خوشبو اور بدبو میں تمیز نہیں کر سکتا۔ کبھی نزلہ، زکام میں عرصہ تک مبتلا رہنے سے غلیظ بلغم ناک کی انتہائی گہرائی یعنی قوت شامہ کے عصب کے قریب جمع ہو کر قوت شامہ کو زائل کر دیتا ہے اس مرض میں پہلے نزلہ اور زکام کا ہونا۔ سر کی گرانی اور بوجھ معلوم ہونا۔ بولنے میں گنگناہٹ کی آواز معلوم ہونا۔ کبھی ناک سے غلیظ رطوبت کا خارج ہونا۔ آنکھوں کے پپٹوں پر پھڑ پھڑاہٹ معلوم ہونا اور مریض کی کسی چیز کو سونگھ کر اس کی خوشبو اور بدبو معلوم نہ کر سکنا۔

علاج: ایک اینٹ سرخ پکی ہوئی کو گرم کر کے اس پر سرکہ ڈال کر اس کے بخارات کو سونگیں۔

ناک سے بدبو آنا

اکثر نزلہ اور زکام کے علاج کی بے ترتیبی اس کے بگڑنے کا سبب بنتی ہے اور ناک بند ہو جاتی ہے۔ عورتیں اور بچے اور سرد مزاج والے اشخاص بہ نسبت گرم مزاجوں کے اس بیماری میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ پرانے نزلہ یا زکام کی وجہ سے غلیظ رطوبات ناک کے اندر اکھٹے ہو کر سڑ جاتی ہیں اور جو چیز سونگھی جاتی ہے اس کے ساتھ یہ بدبو مل کر اسے خراب کر دیتی ہے بعض مرتبہ ناک پر چوٹ لگنے یا زخم ہو جانے اور بعض دفعہ چیچک اور خسرہ کی وجہ سے بھی یہ شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مرض پرانا ہو جائے تو بعض دفعہ ناک میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔

علاج: ناک کو صاف رکھیں دن میں کئی بار ناک میں پانی ڈال کر ناک کو دھویا کریں اور روغن کدو یا روغن گل کے چند قطرے ناک میں ٹپکا دیا کریں۔ یا آب برگ تلسی سبز میں نمک ملا کر چند قطرے ناک میں ٹپکانے سے بھی مریض ٹھیک ہو جاتا ہے۔

چھینکیں زیادہ آنا

اگرچہ کبھی کبھی چھینک آنا صحت کی علامت سمجھی جاتی ہے مگر یہ شکایت کبھی الرجی کی علامت بھی ہوتی ہے بعض دفعہ دھوپ میں چلنے یا گرد غبار یا تیز تمباکو یا مرچ وغیرہ کی دھانس ناک میں چلی جانے سے بار بار چھینکیں آتی ہیں اور بعض مرتبہ تیز قسم کی رطوبات کی وجہ سے اندرونی جھلی میں خراش پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بے اختیار چھینکیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔

علاج: جب چھینکیں بار بار آئیں اور ناک میں سوزش ہو اور تکلیف معلوم ہو تو ناک کو اچھی طرح سے صاف کر کے روغن گل کے چند قطرے ناک میں ٹپکائیں اور اگر دھوپ میں چلنے کی وجہ سے ہو تو آپ سرد سے غسل کریں۔

گرد و غبار اور دھوپ میں چلنے پھرنے سے اور تیز چیزوں مثلاً مرچ، تمباکو وغیرہ کی دھانس سے بچے کو نزلہ ہو تو سرد پانی سے غسل نہ کریں۔

جسم کے عجائبات



انسانی جسم بظاہر ایک سادہ سی چیز ہے مگر اس کے اندر ایک کائنات چھپی ہوئی ہے۔ یوں تو پورا جسم ایک قدرتی نظام کا پابند ہے مگر ہر عضو کا ایک اپنا باقاعدہ واضح نظام بھی ہے۔ ہر نظام ایک نہایت ہی حیرت انگیز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

"جسم کے عجائبات" کے عنوان سے محمد علی سید صاحب کی تحقیقی کتاب سے انسانی جسم کے اعضاء کی کہانی ان کی اپنی زبانی قارئین کی دلچسپی کے لیے ہر ماہ شائع کی جارہی ہے۔

محمد علی سید

میں آپ کے جسم میں موجود کھرب ہا کھرب خلیوں کی اس رفتار کا تعین کرتا ہوں جس رفتار سے وہ غذا سے حاصل ہونے والے ایندھن کو توانائی میں تبدیل کرتے ہیں۔ میرے احکامات کے مطابق وہ اس توانائی کو بھڑکتے شعلوں میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں اور اسے اسٹور بھی کر سکتے ہیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

پاور ہاؤس

تھائی رائیڈ گلینڈ

تھائی رائیڈ کی کہانی، خود اس کی زبانی

میں آپ کے جسم کے انتہائی حساس علاقے میں رہتا ہوں۔ یعنی آپ کی سانس کی نالی کے دونوں جانب اور نرخرے کی ہڈی کے نیچے۔ میری شکل اگرچہ کسی تتلی سے مشابہ ہے لیکن مجھ میں اتنے رنگ نہیں ہوتے۔ میرا رنگ گلابی ہے اور وزن ایک اونس کے دو تہائی کے برابر ہے۔ دوسرے غدود کی طرح میرا کام بھی کچھ مخصوص ہارمونز کو خون میں شامل کرنا ہے۔ میں ایک دن میں ہارمونز کی جو مقدار خون میں شامل کرتا ہوں وہ ایک اونس کے لاکھویں حصے کے برابر ہوتی ہے۔

میری یہ مختصر جسامت اور پیداوار کی یہ چھوٹی سی مقدار ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ تاثر پیدا کرے کہ میں کوئی معمولی قسم کا غدود ہوں لیکن حقیقت ناقابل یقین حد تک نہ صرف اس خیال کے

برعکس بلکہ عقل کو حیران کردینے والی ہے۔
درحقیقت میں آپ کے لیے احسن الخالقین کا ایک عظیم تحفہ اور اس کی تخلیق کا ایک حیران کن معجزہ ہوں۔

میں آپ کے جسم کی مملکت خداداد میں وہی کام سرانجام دیتا ہوں جو کام کسی ترقی یافتہ ملک کے ایٹمی توانائی سے چلنے والے کئی ایکڑ رقبے پر پھیلے ہوئے دیوپیکر بجلی گھر سرانجام دیتے ہیں۔ ان ایٹمی بجلی گھروں میں لاتعداد مشینیں، بے شمار اسٹاف اور جدید ترین کمپیوٹرز کام کرتے ہیں اور یہ صرف چند کروڑ انسانوں کو بجلی کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اس کے برعکس میں انتہائی مختصر سی جگہ میں کام کرتا ہوں اور ایک دن میں ایک اونس کے لاکھویں حصے کے برابر کیمیکلز کی مدد سے اپنے سو ٹریلین 100000000000000000000000 "صارفین" کی توانائی کی ضروریات پوری کرتا ہوں۔ میرے صارفین کی تعداد پوری دنیا کی موجودہ آبادی سے بیس ہزار گنا زیادہ ہے۔

یہ توانائی میں اپنے ہر صارف کے پاس موجود ایک ہزار ننھے منے توانائی گھروں (Mitochondria) ہی کے ذریعے اسے فراہم کرتا ہوں۔ میرے صارفین آپ کے جسم کے خلیے ہیں جن کی تعداد سو ٹریلین ہے اور ہر خلیے میں اس کے اپنے کم از کم ایک ہزار توانائی گھر ہیں۔ میری ذمہ داری ان کھرب ہا کھرب توانائی گھروں کو مناسب رفتار سے چلانا، ان کی پیداواری صلاحیتوں کو اعتدال میں رکھنا اور ان کی پیدا کردہ توانائی کے ذریعے آپ کے جسم میں موجود حساس تنصیبات، پیچیدہ آلات اور عقل کو ششدر کردینے والی صلاحیتوں کو زندہ، فعال اور متحرک رکھنا ہے۔ سائنس دان اور ڈاکٹر مجھے تھائی رائیڈ گلینڈ کہتے ہیں، جسم انسانی کا سب سے بڑا توانائی گھر، سب سے بڑا پاور ہاؤس!

نوزائیدہ بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے اس وقت اگر میں اسے اپنے ہارمون فراہم نہ کروں تو پھول جیسا خوبصورت اور بھولا بھالا بچہ چپٹی ناک اور موٹے ہونٹوں والا کریہہ شکل بونا نظر آئے جس کے چہرے پر دلکشی کی بجائے دیوانگی کے آثار نمایاں ہوں۔ اس کے اسباب آپ بعد میں پڑھیں گے۔

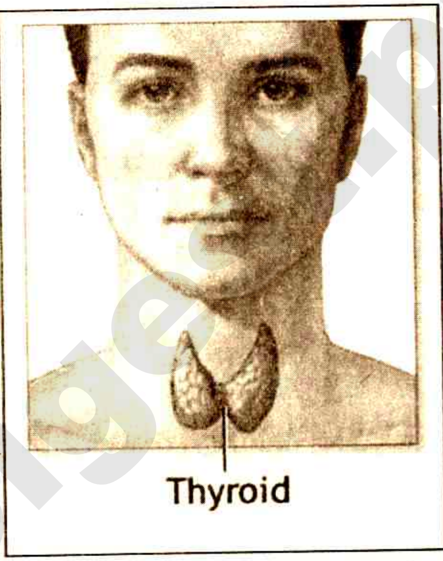
میری سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ میں آپ کے زندگی گزارنے کی رفتار کا ٹھیک ٹھیک تعین کروں۔ آپ اپنی زندگی کے شب و روز تیزی سے گزاریں گے، سست رفتاری سے یا اعتدال کے اندر، اس کا تمام تر دارومدار مجھ پر ہے۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔

مٹی کے تیل سے جلنے والی لالٹین کی بتی اگر ایک مناسب حد تک رکھی جائے تو یہ لالٹین زیادہ دھواں پھیلائے بغیر بہت دیر تک روشن رہے گی لیکن اگر اس کی بتی کو غیر ضروری طور پر اونچا کردیا جائے تو دھواں زیادہ پیدا ہوگا اور گرمی بھی۔ اس طرح بہت جلد اس کی چمنی دھوئیں سے سیاہ ہوجائے گی اور گرمی سے چیخ بھی جائے گی۔ یہی نہیں تیل بھی تیزی سے جل کر ختم ہوجائے گا اور لالٹین بہت جلد بجھ جائے گی۔

میں آپ کے جسم کے ایندھن کو اس طرح استعمال کرانے کا ذمہ دار ہوں کہ آپ کی شمع حیات تا دیر روشن رہے اور بہت سی شمعوں، بہت سے

چراغوں کو روشن کرسکے۔ اس طرح کہ نہ دھواں پھیلے نہ وقت سے پہلے چمنی ٹوٹے۔

میں آپ کے جسم میں موجود کھرب ہا کھرب خلیوں کی اس رفتار کا تعین کرتا ہوں جس رفتار سے وہ غذا سے حاصل ہونے والے ایندھن کو توانائی میں تبدیل کرتے ہیں۔ میرے حکم کے مطابق وہ اس ایندھن کو بھڑکتے ہوئے "شعلوں" میں بھی تبدیل کرسکتے ہیں اور اسے اسٹور بھی کرسکتے ہیں۔



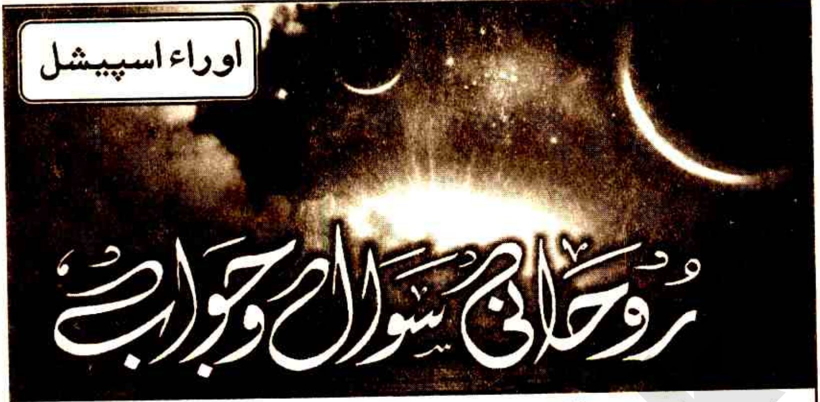
تمام خلیوں تک احکامات پہنچانے کے لیے میں جو ہارمون خون میں شامل کرتا ہوں ان میں ذرا سی کمی بیشی حیرت ناک تبدیلیوں کا باعث بنتی ہے۔ اگر میں ہارمون کی مقدار میں کمی کردوں تو انسان پر سستی، کاہلی اور موٹاپا چھا جائے اور انتہائی شکل میں اس کا جسم کسی باسی سبزی کی مانند ڈھیلا ڈھالا اور بے جان سا ہو کر رہ جائے۔

اس کے برعکس اگر میں اس ہارمون کی زیادہ مقدار خون میں شامل کرنا شروع کردوں تو انسان چوپائیوں کی مانند ہر وقت کھاتے رہنے کے باوجود اپنی بھوک کو کبھی نہ مٹا سکے۔ ہر وقت اس کا پیٹ خالی رہے اور اتنا کھانا کھانے کے باوجود اس کا وزن روز بہ روز گھٹتا کم ہوتا رہے۔ حتیٰ کہ وہ سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچا بن جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہارمون کی زیادہ مقدار کی وجہ سے جسم کے خلیے غذا کو تیز رفتاری کے ساتھ توانائی میں تبدیل کرتے ہیں۔ ایسی توانائی جو جسم کی ضرورت سے زیادہ، غیر ضروری اور شدید نقصان دہ ہوتی ہے جس طرح تیزی سے جلتی ہوئی لالٹین کی گرمی اور دھواں اس کی چمنی کو سیاہ کردیتے ہیں اور بالآخر چمنی ٹوٹ جاتی ہے اسی طرح غیر ضروری توانائی انسان کی شمع حیات کو ایک دن اچانک ہی گل کردیتی ہے۔

ایسے میں مریض کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑتی ہیں اس طرح کہ مریض انہیں بند کرنے پر قادر نہیں رہتا۔ اعصابی تناؤ اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ نفسیاتی اسپتال ہی اس کی منزل رہ جاتی ہے۔ یہ کیفیت زیادہ دنوں برقرار رہے تو اضافی توانائی کے سبب دل پر کام کا اتنا بوجھ بڑھ جاتا ہے کہ یہ پمپنگ مشین ایک دن اچانک ہی بند ہوجاتی ہے۔

(جاری ہے)



ان صفحات پر روحانی سائنس سے متعلق آپ کے سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ ونور الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ برائے مہربانی جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوالات کے براہِ راست جوابات نہیں دیے جاتے۔ سوال کے ساتھ اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کریں۔

روحانی سوال وجواب-1/7.D-1، ناظم آباد۔ کراچی74600

سوال: اورا Aura سے کیا مراد ہے اور یہ کیا کیا کام کرتا ہے....؟

جواب: انسانی جسم دو ہیں۔ یہ بات کئی مثالیں دے کر پہلے کئی بار بیان کی جاچکی ہے۔ انسان کا ایک جسم ایسا ہے جس میں جگہ جگہ خراشیں پڑی ہوئی ہیں، جس کے ہر جوڑ پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اس جسم کی طرح انسان کے اوپر ایک اور جسم ہے جو گوشت پوست کے جسم سے تقریباً9انچ اوپر ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ موجودہ سائنس نے اس جسم کی تلاش میں کافی جدوجہد کی ہے۔ اس جسم کے مختلف نام پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے آچکے ہیں، بے شمار ناموں میں دو نام بہت زیادہ معروف ہیں۔ ایک جسم مثالی اور دوسرا نام Aura۔ Aura کے اندر صحت مندی موجود ہے تو گوشت پوست کا جسم بھی صحت مند ہے۔ یوں کہیئے کہ جس طرح گوشت پوست کے جسم کے اوپر اللہ تعالیٰ نے دو لینز فٹ کر دیئے ہیں جن کے ذریعے مادی دنیا میں موجود تمام چیزوں کا عکس دماغ کی سکرین پر منتقل ہو کر ڈسپلے ہوتا ہے اسی طرح جسم مثالی کے اندر جو کچھ موجود ہے اس کا پورا پورا اثر گوشت پوست کے جسم پر مرتب ہوتا ہے۔ روشنیوں کا بنا ہوا یہ جسم صرف انسان کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ زمین کے اوپر جتنی مخلوق موجود ہے، روشنیوں کے جسم سے Feed ہوتی ہے۔ اس بات کو ذرا تفصیل سے اگر بیان کیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ انسانی زندگی کے اندر جتنے تقاضے موجود ہیں وہ تقاضے گوشت پوست جسم مثالی سے منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم کے اوپر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ اس کو روٹی کھانی ہے تو بظاہر ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کہ گوشت پوست کا بنا ہوا جسم روٹی کھا رہا ہے۔ جب تک جسم مثالی کے اندر بھوک کا تقاضا پیدا نہیں ہو گا اور جسم مثالی یا Aura گوشت

پوست کے جسم کو بھوک یا پیاس کا عکس منتقل نہیں کرے گا آدمی کھانا نہیں کھا سکتا۔ جسم مثالی کے بہت سے پرت ہوتے ہیں ہم خواب کی حالت میں دنیا بھر کی سیر کرتے ہیں، خواب میں تمام وہی اعمال و حرکات ہم سے سرزد ہوتی ہیں جو ہم گوشت پوست کے جسم کے ساتھ کرتے ہیں۔ دراصل جسم مثالی کی وہ حرکات ہیں جو وہ گوشت پوست کے جسم کو میڈیم بنائے بغیر کرتا ہے۔ خواب کوئی خیالی بات نہیں ہے۔ اسی طرح حقیقت ہے جس طرح ہم مفروضہ حواس میں رہتے۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا کہ انسان دراصل صرف گوشت پوست کا بنا ہوا نہیں ہے، اس کے اجزائے ترکیبی میں جہاں مٹی کے ذرات کام کر رہے ہیں وہاں مٹی کے ذرات کے ساتھ ساتھ روشنی کا ایک ہالہ مستقل اور مسلسل اس کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ روشنی کا ہالہ اگر مٹی کے ذرات سے اپنا رشتہ منقطع کر لے تو یہ ذرات فنا ہو جاتے ہیں۔

❀❀❀

سوال: نظریہ رنگ و نور کی تھیوری یہ ہے کہ زندگی کی بنیاد روشنیوں پر قائم ہے۔ مادی جسم ان روشنیوں کے تنزل سے وجود میں آتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے لفظ "نسمہ" استعمال کیا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ نظریہ رنگ و نور کی روشنی میں نسمہ کی ماہیت اور اس کے اعمال پر تفصیل سے روشنی ڈالیے۔

(ڈاکٹر ادریس شاہ۔ کراچی)

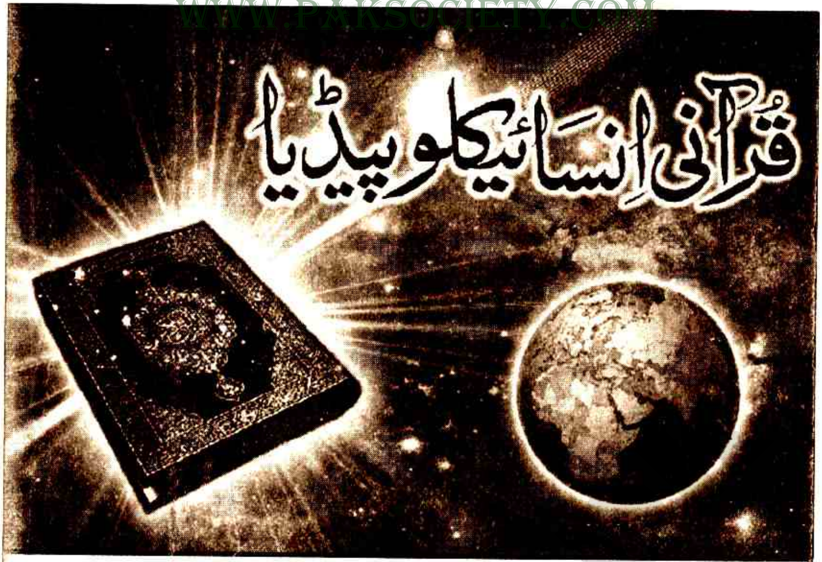
جواب: کائنات کی ساخت میں بساط اوّل وہ روشنی ہے جس کو قرآن میں (پانی) کے نام سے یاد کیا ہے۔ موجودہ دور کی سائنس میں اس کو گیسوں کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نسمہ کا انہی صدہا گیسوں کے اجتماع سے اولاً جو مرکب بنا ہے۔ اس کو پارہ یا پارہ کی مختلف شکلیں بطور مظہر پیش کرتی ہیں۔ ان ہی مرکبات کی بہت سی ترکیبوں سے مادی اجسام کی ساخت عمل میں آتی ہیں اور ان ہی اجسام کو موالید ثلاثہ یعنی حیوانات، نباتات اور جمادات کہتے ہیں۔

تصوف کی زبان میں، ان گیسوں میں سے ہر گیس کی ابتدائی شکل کا نام نسمہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں نسمہ حرکت کی ان بنیادی شعاعوں کے مجموعے کا نام ہے جو وجود کی ابتدا کرتی ہیں۔

حرکت۔ اس جگہ ان لکیروں کو کہا گیا ہے۔ جو خلا میں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ وہ نہ تو ایک دوسرے سے فاصلہ پر ہیں اور نہ ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ یہی لکیریں مادی جسم میں آپ کا واسطہ ہیں۔ ان لکیروں کو صرف روح کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ کوئی بھی مادی خوردبین اس کو کسی شکل و صورت میں نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ لکیروں کے اثرات کو مادیت یا مظہر کی صورت میں پا سکتی ہے۔

تخلیقی قانون کی رو سے دراصل یہ لکیریں یا بے رنگ شعاعیں چھوٹی بڑی حرکات ہیں۔ اتنی ہی اور اس ہی طرز کی ٹھوس حسیات ترتیب پاتی جائیں گی، ان ہی کی اجتماعیت سے رنگ اور کشش کی طرزیں قیام پاتی ہیں اور ان ہی لکیروں کی حرکات اور گردشیں وقفہ پیدا کرتی ہیں ایک طرف ان لکیروں کی اجتماعیت، مکانیت بناتی ہے اور دوسری طرف ان لکیروں کی گردش، زمانیت کو تخلیق کرتی ہے۔ تخلیقی قانون میں نسمہ کی وہ شباہت جس کو مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تمثل کہلاتی ہے اور نسمہ کی وہ شکل و صورت جس کو مادی آنکھ دیکھ سکتی ہے تشخص یا جسم کہلاتی ہے۔ جسم کی طرح تمثل میں بھی ابعاد (Dimensions) ہوتے ہیں اور روحانی آنکھ ان

بقیہ صفحہ 199 پر ملاحظہ کیجیے



قرآن پاک رشد و ہدایت کا ایسا سرچشمہ ہے جو ابد تک ہر دور اور ہر زمانے میں انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ یہ ایک مکمل دستور حیات اور ضابطۂ زندگی ہے۔ قرآنی تعلیمات انسان کی انفرادی زندگی کو بھی صراط مستقیم دکھاتی ہیں اور معاشرے کو اجتماعی زندگی کے لیے رہنما اصول سے بھی واقف کراتی ہیں۔

بَالَ

عربی زبان میں لفظ بال دراصل ب و ل سے مشتق ہے جس کے معنی کسی فرد کے حال یا حالت اور condition کے ہیں، عموماً وہ حالت جس کی طرف کچھ فکر مندی یا پرواہ کی جائے "اَلْبَال" کہلاتی ہے، اردو زبان میں لفظ فارغ البالی اور لااُبالی پن کا ماخذ یہی لفظ ہے،

اس کے علاوہ انسان کے دل و دماغ اور ان میں گزرنے والے خیالات کو بھی بال کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ عربی میں محاورہ ہے کہ خطر کذا ببالی "میرے دل میں یہ بات کھٹکتی ہے"۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بال اور بالھم کی صورت میں کل چار 4 مرتبہ آیا ہے۔

ترجمہ: " جن لوگوں نے کفر کیا اور (اوروں کو) خدا کے راستے سے روکا خدا نے انکے اعمال برباد کر دیئے، اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور جو (کتاب) محمد ﷺ پر نازل ہوئی اسے مانتے رہے اور وہ ان کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے ان سے انکے گناہ دور کر دیئے اور انکی حالت (بَالَهُمْ) سنوار دی.... "[سورۂ محمد (48): آیت 1-3]

ترجمہ: " جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہ کرے گا، (بلکہ) انکو سیدھے

راستے پر چلائے گا اور ان کی حالت (بَالَهُمْ) درست کرے گا۔" [سورۂ محمد (48): آیت 4-5]

تفسیر المسیر میں ان آیت کی تشریح میں بالهم کے معنیٰ امرهم شانهم حالهم بیان کیے ہیں، یعنی اللہ ان کے امر ان کی شان اور ان کے حال کی دین و دنیا میں بہتری فرمائے گا۔ یعنی انہیں گناہوں سے بچا کر رشد و خیر کی راہ پر لگا دے گا.... ایک مومن کے لیے اصلاح حال کی یہی سب سے بہتر صورت ہے۔

یہ لفظ ان آیات میں بھی آیا ہے۔

ترجمہ: "(یہ تعبیر سُن کر) بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ۔ جب قاصد انکے پاس گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال (بَالُ) ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ بیشک میرا پروردگار ان کے مکروں سے خوب واقف ہے۔" [سورۂ ابراہیم (14): آیت 28]

ترجمہ: "(غرض موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے) اس نے کہا موسیٰ تمہارا پروردگار کون ہے.... ؟ کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی پھر راہ دکھائی، اس نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ گذشتہ اقوام کا حال (بَالُ) کیا ہونا ہے.... ؟ کہا کہ انکا علم میرے پروردگار کو ہے (جو) کتاب میں (لکھا ہوا ہے) میرا پروردگار نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔" [سورۂ طٰہٰ (20): آیت 49-52]

ایک درخت، ایک سال میں

.... گاڑی کے 26 ہزار کلو میٹر فاصلہ طے کرنے سے خارج ہونے والی 48 پونڈ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتا ہے۔

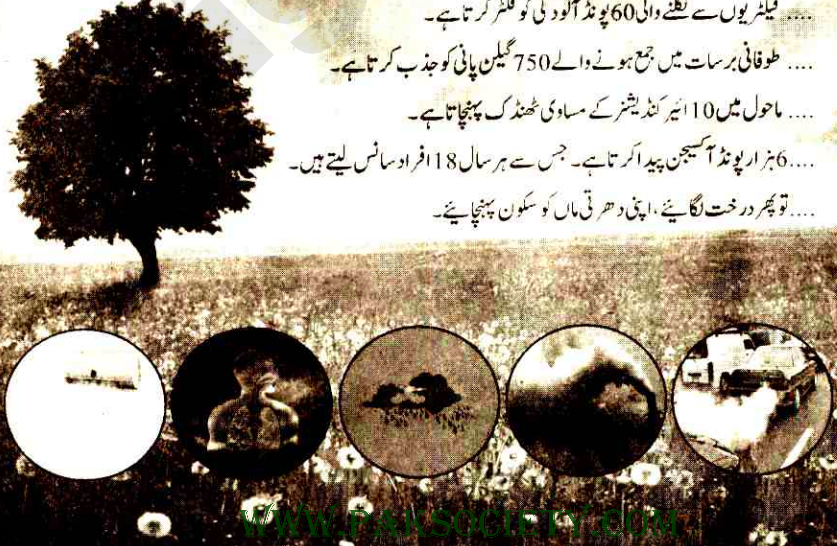
.... فیکٹریوں سے نکلنے والی 60 پونڈ آلودگی کو فلٹر کرتا ہے۔

.... طوفانی برسات میں جمع ہونے والے 750 گیلن پانی کو جذب کرتا ہے۔

.... ماحول میں 10 ائیر کنڈیشنر کے مساوی ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

.... 6 ہزار پونڈ آکسیجن پیدا کرتا ہے۔ جس سے ہر سال 18 افراد سانس لیتے ہیں۔

.... تو پھر درخت لگایئے، اپنی دھرتی ماں کو سکون پہنچایئے۔



سلسلۂ عظیمیہ کی تعلیمات

بیسواں حصہ

لیکچر نمبر 12

Productive
And Non Produtive

گفتگو:

مادی عالم میں اور روحانی عالم میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا باطن قرآن کے نور سے منور ہو اور ہمارا ظاہر تزکیہ نفس کے مراحل سے گزر کر صاف ستھرا ہو رہا ہو۔ اس کے لئے ہمیں اپنی فکر میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ کچھ اعلیٰ اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے کی یا ان اوصاف کو develop کرنے کی ضرورت ہے۔

ان اوصاف میں ایک اہم وصف با مقصد گفتگو بھی ہے۔

ہم سب دن بھر میں جو گفتگو کرتے ہیں وہ کتنی productive ہوتی ہے....؟ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ ہم گپ شپ کر رہے ہیں، ٹائم پاس کر رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس طرح ہم کتنا ٹائم اور کس قدر انرجی ضائع کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ ہماری دن بھر کی باتوں میں بے مقصد اور بے مصرف باتیں کتنی ہیں۔ ان باتوں کو بھی اگر آپ productive گفتگو میں convert کر دیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ آپ کم وقت میں بہت سارا کام کر سکتے ہیں۔

یہ باتیں روحانیت کے طالبعلموں سے ہو رہی ہیں یہ کوئی ڈگری کالج، اکنامکس، سائیکلوجی یا منیجمنٹ والوں سے نہیں ہو رہی ہیں ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ کہیں کہ ان باتوں کا روحانیت سے کیا تعلق ہے....؟ دیکھیے روحانی علوم کے طالب علموں کو تو وقت کی زیادہ قدر کرنی چاہیے۔ کئی اولیاء اللہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ان ہستیوں نے وقت کو صحیح طریقہ سے استعمال کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان تشریف لائے تو تھوڑے عرصے میں ہی اس علاقے کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ چند سالوں میں انہوں نے ایسے موثر انداز میں تبلیغ کی کہ 3 لاکھ سے

سلسلہ عظیمیہ کے اراکین کو روحانی علوم کی مبادیات سے آگہی فراہم کرنے کے لیے، قرآن پاک کی آیات میں غور و فکر کی ترغیب دینے اور معلم و مزکّی اعظم حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں قلندر شعور اکیڈمی کے زیرِ اہتمام ستمبر 2010ء سے ہر ماہ ایک خصوصی نشست منعقد ہو رہی ہے۔ اس نشست میں ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی آن لائن لیکچر دیتے ہیں۔ اس آن لائن کی تلخیص روحانی ڈائجسٹ کے علم دوست قارئین کے لیے بھی قسط وار پیش کی جارہی ہے۔

زیادہ خواتین و حضرات مسلمان ہوئے۔

بابا فریدؒ ہم میں سے کئی لوگ ان کے مزار پر گئے بھی ہوں گے۔ انہوں نے اپنی عمر میں کتنی بڑی تعداد کو دین اسلام میں داخل کر لیا۔ اس لئے کہ یہ بزرگ وقت کا صحیح استعمال جانتے تھے۔

امام غزالیؒ بہت بڑی علمی ہستی ہیں ان کو روحانی ہستی بھی مانا جاتا ہے۔ 53 سال کی عمر میں وہ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ بعض اساتذہ کے مطابق ان کی تو کتابیں پڑھنے اور سمجھنے کے لیے بھی 53 سال سے زیادہ کی عمر چاہیے۔

انہوں نے 20 سال کی عمر کے بعد ہی لکھنا شروع کیا ہو گا۔

یہ سب وہ لوگ ہیں جنہوں نے وقت کا صحیح استعمال کیا۔

وقت کا صحیح استعمال بھی روحانی موضوع ہی ہے۔

جذبات پر کنٹرول:

Emotion پر کنٹرول ایک بڑی اہم چیز ہے۔ ناموافق حالات میں اپنے جذبات پر، اپنے ردِ عمل پر کنٹرول بہت ضروری ہے۔

یہاں ایک بات یہ سمجھنے کی ہے کہ ہم ڈانٹ ڈپٹ کن لوگوں پر کرتے ہیں....؟ ہم زیادہ تر غصہ ان لوگوں پر کرتے ہیں جن پر ہمارا بس چلتا ہے، کسی مضبوط آدمی سے ٹکراؤ ہو تو ہم خود کو کنٹرول کرتے ہیں ہمیں اپنے ماتحت کی بات بری لگ جائے تو ہم اسے ڈانٹنے ڈپٹنے لگتے ہیں لیکن ہمارا Boss کوئی غلط بات بھی کہے تو ہم کہتے ہیں سر... سر...

اس کا مطلب یہ ہے کہ برداشت کرنے کا مادہ ہمارے اندر موجود ہے صرف اس کو صحیح وقت پر استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

عفو درگزر:

ایک اور چیز جو بہت زیادہ ضروری ہے... وہ زندگی کے معاملات میں معافی تلافی کا رویہ رکھنا ہے۔ جسے عام طور سے عفو و درگزر کہا جاتا ہے۔ قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ تاریخ میں فتح مکہ سے زیادہ بڑی دشمنوں کو معاف کردینے کے حوالے سے کوئی مثال نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے ہمیشہ معافی اور درگزر کو پسند فرمایا ہے۔

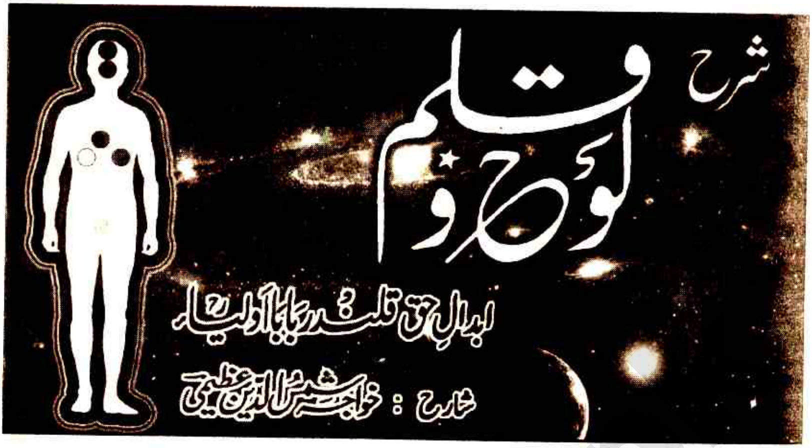
شب قدر میں جو کہ انتہائی بابرکت رات ہے ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اس رات میں کیا دعا مانگی جائے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ دعا مانگی جائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّا [سنن ابن ماجہ؛ صحیح البانی]

اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرنے والا ہے۔ تو مجھے معاف کر دے۔

جو لوگ دوسروں سے درگزر کرتے ہیں، معاف کرتے ہیں وہ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اللہ کا نظام ان کی حفاظت کرتا ہے وہ protection میں رہتے ہیں۔ انہیں برکت ملتی ہے۔

ایک روحانی بندے کے اندر عفو و درگزر کا مادہ بھی ہونا چاہیے اور اگر نہیں ہے تو اسے پروان چڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔



لیکچر 39

ادراک کیا ہے....؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وہ ذات جس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا۔

کائنات ایک نقطہ میں ریکارڈ ہے۔ اس نقطہ کو کائنات کی مائیکرو فلم کہا جائے تو بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ نقطے کا ایک جگہ سے دوسری جگہ ہونا ادراک کا سرچشمہ ہے۔ ادراک اطلاع ہے۔ اطلاع ہی میں گہرائی پنہائی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس گہرائی کے نتیجے میں نقطہ الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ ادراک سیاہ نقطے کی صفات ہیں۔ سیاہ نقطے کی صفات اطلاعات ہیں۔

ہمارے شعور میں یہ بات محفوظ ہے کہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر بم گرایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ پہاڑ اپنی جگہ موجود ہے لیکن دھوئیں کی طرح ہے۔ جب پہاڑ کو ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہاں پہاڑ نہیں محض دھند تھی۔ ان مدتوں پرانی پہاڑیوں پر جب بم گرایا گیا تو پہاڑیاں ایک سیکنڈ مین اس طرح فنا ہو گئیں جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ پہاڑیوں کی جگہ دھوئیں کا نشان

کتاب لوح وقلم روحانی سائنس پر وہ منفرد کتاب ہے جس کے اندر کائناتی نظام اور تخلیق کے فارمولے بیان کیے گئے ہیں۔ ان فارمولوں کو سمجھانے کے لیے سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے روحانی طلباء اور طالبات کے لیے باقاعدہ لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا جو تقریباً ساڑھے تین سال تک متواتر جاری رہا۔ یہ لیکچرز بعد میں کتابی صورت میں شایع کیے گئے۔ ان لیکچرز کو روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر پیش کیا جارہا ہے تاکہ روحانی علوم سے دلچسپی رکھنے والے تمام قارئین حضرات وخواتین ان کے ذریعے آگاہی حاصل کرسکیں۔

باقی رہ گیا جو آہستہ آہستہ اڑ گیا۔

براہ راست طرز کلام یا روحانی تفکر سے اس بات کو اس طرح سمجھا جائے کہ ایک سیکنڈ کی فنا نے لاکھوں سال کی بقا کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ جو چیز لاکھوں سال میں بنی تھی وہ ایک سیکنڈ میں فنا ہو گئی اور ایک سیکنڈ کی فنا نے لاکھوں سال کی زندگی کو نابود کر دیا تو مفہوم یہ ہے کہ ایک سیکنڈ نے لاکھوں سالوں کا احاطہ کر لیا۔

جب ہم ہیروشیما اور ناگاساکی کی پہاڑیوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہیروشیما کی پہاڑیوں کو لاکھوں سالوں کا روپ دے کر بیان کرتے ہیں جس طرح ایک سیکنڈ کی فنا نے لاکھوں سال کی زندگی کا احاطہ کر لیا اسی طرح سیاہ نقطہ کا ایک سیکنڈ کا لاکھواں حصہ ازل سے ابد تک محیط ہے۔ ہم ازل تا ابد سیاہ نقطے کا کارگزاری کو اس لیے نہیں سمجھ سکتے کہ ہم جس ادراک کو استعمال کرنے کے عادی ہیں وہ سیکنڈ کے لاکھویں حصے مشاہدہ کر سکتا ہے شعوری دائرے سے باہر ہے۔

سیکنڈ کے لاکھیں حصہ کا مشاہدہ کرنے کا قانون۔ سورہ قدر میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ہم نے یہ اتارا شب قدر میں اور تو کیا بوجھا کیا ہے شب قدر....؟

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ کیا سمجھے، شب قدر کیا ہے....؟ شب قدر کی ایک رات بہتر ہے ہزار مہینے سے اور اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ فرشتے اور جبرائیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے۔ امان اور سلامتی کی رات ہے صبح نکلنے تک۔

شب قدر میں جو ادراک متحرک ہو سکتا ہے۔

اس ادراک کی رفتار عام شعور سے ساٹھ ہزار گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی انسان عام شعور میں اس ادراک کو متحرک کر لیتا ہے جو ادراک ساٹھ ہزار گنا ہے تو وہ کائنات کا روح اور فرشتوں کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ اور تکوینی نظام کے فارمولوں سے واقف ہو جاتا ہے۔

انسان کے اندر ایک عام شعور کام کرتا ہے اور عام شعور کے برعکس اس کے اندر ایک ایسا شعور کام کرتا ہے جو ادراک یا عام شعور سے ساٹھ ہزار گنا ہے۔

تصوف میں اس ادراک کو ''فتح'' کہتے ہیں۔ سالک کو فتح میں داخل ہونے کے لیے کئی منازل سے گزرنا ہوتا ہے۔ سالک سلوک کے راستے پر سفر کرتا ہے تو عام شعور سے سفر کرتا ہے۔ عام شعور میں رہتے ہوئے طرح طرح کی مشقیں کرتا ہے۔

ان مشقوں سے شعور کی رفتار بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ یہ رفتار بہتر ہوتے ہوتے فتح تک پہنچ جاتی ہے۔

پہلے مقام پر جب سلوک کی راہوں پر سفر کرتے ہوئے مزاحمت ٹوٹتی ہے تو سالک کے اوپر غنودگی ہو جاتی ہے۔ غنودگی سے مراد یہ ہے کہ سالک آنکھیں بند کر کے بیٹھتا ہے تو اس کے اوپر سونے جاگنے کے درمیانی عمل کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اطلاع جو آنکھوں کے سامنے نہیں ہے دماغ پر وارد ہوتی ہے۔ سالک اسی اطلاع کو کسی حد تک قبول کرتا ہے۔ غنودگی کی کیفیت سے نکلنے کے بعد شعور کی مزاحمت گھٹتی ہے تو ''ورود'' میں داخل ہو جاتا ہے۔

(جاری ہے)

کیفیاتِ مراقبہ

ترقی یافتہ ممالک میں مراقبے کے موضوع پر سائنسی بنیادوں پر تحقیقی کام شب و روز جاری ہے۔ جدید سائنسی آلات سے اخذ کیے جانے والے نتائج سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مراقبے سے انسان کو ہمہ جہت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان تحقیقی نتائج کے پیشِ نظر مغرب میں تو مراقبہ کو ایک ٹیکنالوجی کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ان تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مراقبے سے ہماری عام زندگی پر بھی کئی طرح کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مراقبے کے ذریعے کئی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے، کارکردگی اور یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے اور ذہنی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔

ماضی میں مشرق کے اہلِ روحانیت نے ماورائی علوم کے حصول میں مراقبے کے ذریعے کامیابیاں حاصل کیں۔

ان صفحات پر ہم مراقبے کے ذریعہ حاصل ہونے والے مفید اثرات مثلاً ذہنی سکون، پرسکون نیند، بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ وغیرہ کے ساتھ روحانی تربیت کے حوالے سے مراقبے کے فوائد بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ نے مراقبے کے ذریعے اپنی شخصیت اور ذہنی کیفیت میں مثبت تبدیلی محسوس کی ہے تو صفحات کے ایک طرف تحریر کر کے روحانی ڈائجسٹ کے ایڈریس پر اپنے نام اور مکمل پتے کے ساتھ ارسال کر دیجیے۔ آپ کی ارسال کردہ کیفیات اس کالم میں شائع ہو سکتی ہیں۔

کیفیاتِ مراقبہ۔
روحانی ڈائجسٹ 1/7, D-1 ناظم آباد۔ کراچی 74600



آج کا نوجوان جس قسم کی آئیڈیل زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ سب مجھے میسر تھا۔ میرے پاس ہر چیز اور ہر نعمت تھی۔ میں شکل صورت میں، ذہانت میں، پڑھائی میں ہر چیز میں ٹھیک تھی لیکن ان سب کے باوجود سکون کی دولت سے محروم تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی مجھ میں اعتماد کی کمی تھی۔ کوئی ذرا سی سخت بات کردے تو میں رونے لگتی تھی۔ جب تک کسی سے فرینک نہ ہو جاؤں، اس وقت تک اعتماد سے بات نہیں کرسکتی تھی اور اگر منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے تو بہت دن تک شرمندہ رہا کرتی۔

کوئی مزاج کے خلاف بات کردیتا تو کئی کئی روز کڑھتی رہتی۔

جب میری شادی کی بات چلی تو والدہ کو فکر ہوئی کہ ایسی حالت میں سسرال والوں کا سامنا کس طرح کرسکوں گی۔ والد بھی فکر مند تھے، مہمان جب مجھے دیکھنے آتے تو دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی جسم پسینے سے شرابور ہوجاتا، بس ایک خواہش ہوتی کہ لوگوں کی نظروں سے محفوظ ہوکر ایک کونے میں پڑی رہوں۔ امی نے ماموں سے بھی بات کی۔ ماموں نے میرا نفسیاتی علاج کروانے کا مشورہ دیا مگر والدہ اس لیے نہ مانی کیونکہ میری شادی کی بات چل رہی تھی۔

ایک روز نیٹ پر سرفنگ کررہی تھی۔ ذہن میں اپنے مسائل بھی تھے۔ یکسوئی پر ایک آرٹیکل پڑھا جس میں تحریر تھا کہ یکسوئی خود اعتمادی کے لیے ضروری ہے۔

اگر انسان زندگی میں کامرانیاں چاہتا ہے تو اس کے لیے ذہنی یکسوئی بہت ضروری ہے۔ میں ماموں سے کچھ فری تھی۔ اس آرٹیکل کا ذکر میں نے ماموں سے کیا تو ماموں نے یکسوئی پر اعتماد اور کامیاب زندگی گزارنے پر دو کتابیں لادیں۔ میں نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا۔

ایک کتاب میں تحریر تھا کہ جو لوگ اپنے کیریئر اور زندگی میں کامیاب ہیں ذاتی قدروقیمت اور ذاتی قبولیت کے پختہ احساسات رکھتے ہیں۔ وہ جیسے بھی ہیں اس پر قانع ہیں۔ انہوں نے یکسوئی اور خود اعتمادی کا ایک صحت مند احساس حاصل کرلیا ہے۔ ایک ایسا احساس جس سے مسائل کا سامنا کیا جاسکتا ہے۔ چیلنجوں پر قابو پایا جاسکتا ہے اور رکاوٹوں اور بندشوں پر غالب آیا جاسکتا ہے۔

اب سوال یہ تھا کہ یکسوئی اور خود اعتمادی کس طرح حاصل جائے....؟

کئی کتابوں کے مطالعے سے پتا چلا کہ یکسوئی کے لیے ذہنی ارتکاز ضروری ہے۔

ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کی کئی مشقیں بھی ان کتابوں میں دی گئی تھیں مگر مجھے مراقبہ سے دلچسپی شاید اس لیے ہوئی کیونکہ یہ اکیلے بیٹھ کر کرنے کی مشق تھی۔ میں نے ماموں سے مراقبے کے بارے میں کتابیں منگوائیں۔ ان کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا اور ایک روز مراقبہ کرنے کا ارادہ کیا۔

عشاء کی نماز ادا کی اور اپنے رب کے حضور اپنے مسائل کے حل کی دعا کی اور تقریباً رات کے دس بجے مراقبہ کا آغاز کردیا۔

تنہائی میں بیٹھنے کی عادی تو پہلے سے تھی مگر مراقبے میں کوئی کیفیت پیدا نہیں ہورہی تھی، میں

نے کئی روز مراقبہ جاری رکھا لیکن مراقبہ کے ثمرات کہیں محسوس نہ ہوئے۔ میں نے مراقبہ کی کتابوں کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور مراقبہ کرتی رہی۔

ایک روز مراقبہ میں ابھی آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی کہ مجھے محسوس ہوا کہ چاروں طرف روشنی بکھر گئی ہو۔ کچھ دیر بعد دوبارہ تاریکی چھاگئی۔

ایک روز مراقبہ میں محسوس ہوا کہ طلوع آفتاب کا وقت ہے۔ آسمان پر سرخی نمودار ہو رہی ہے۔ پرندے فضا میں محو پرواز تھے۔ ابھی سورج پوری طرح اُفق پر ظاہر بھی نہ ہوا تھا کہ بادلوں کی کالی گھٹا نے سورج کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ گرج چمک ہونے لگی اور پھر بارش شروع ہوگئی۔ بارش کا زور تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ کئی گھنٹوں تک مسلسل برسات ہوتی رہی۔ تمام سڑکیں پانی سے جل تھل ہوگئی پھر آہستہ آہستہ بادل چھٹنا شروع ہوئے اور فضا پر قوس و قزح نمودار ہوئی۔ ہر چیز صاف شفاف دکھائی دے رہی تھی۔

ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ گرمیوں کی دوپہر ہے میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ آم کے باغ کی سیر کر رہی ہوں۔ آم کے درختوں پر بڑے بڑے دلکش رنگوں کے آم لگے ہوئے ہیں۔ ایک درخت پر سرخ رنگ کے آم دکھائی دیے۔ ہم نے یہ آم کھائے تو یہ انتہائی خوش ذائقہ تھے۔ درختوں سے کوئل کی کوکو کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

ایک روز دوران مراقبہ دیکھا کہ ایک بہت بڑا فارم ہاؤس ہے۔ ان میں ہزاروں کی تعداد میں بکریاں آزادانہ گھوم پھر رہی ہیں۔ فارم ہاؤس میں صاف شفاف پانی کے تالاب میں سفید بطخیں شور مچاتی ہوئی نہا رہی ہیں۔

مراقبہ شروع کرنے سے پہلے ایک سوال میرے ذہن میں ہر وقت گردش کیا کرتا تھا کہ میرے ان بہت سے مسائل کا حل مراقبہ کی مشقوں کے ذریعے کیسے ممکن ہوپائے گا۔

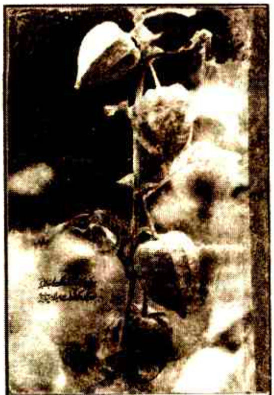
آج الحمدللہ مراقبہ سے میرے بہت سے مسائل حل ہوئے ہیں۔ یعنی یکسوئی میں بہتری آئی ہے۔ منتشر خیالی دور ہوئی ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بہتر ہونے کی وجہ سے خوداعتمادی میں اضافہ ہوا ہے۔

پہلے ہر وقت ذہن پر ڈر اور خوف مسلط رہا کرتا تھا۔

اس خوف اور ڈر میں کمی آئی ہے۔ امی، ابو اور ماموں نے میری اس تبدیلی کو محسوس کیا ہے۔ امی تو بہت خوش ہیں۔ پہلے تنہائی کی وجہ سے چڑچڑے پن میں مبتلا ہوگئی تھی۔ سہیلیوں سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔ اب ایسا لگتا ہے کہ زندگی میں رمق دوبارہ لوٹ آئی ہے۔ سہیلیوں سے ملنے کی وجہ سے تنہائی دور ہوئی ہے اور چڑچڑا پن بھی دور ہوا ہے۔



ربع صدی پہلے



ستمبر 1989ء کے شمارے کا سرورق

اس ماہ کے مضامین میں غزوہ تبوک، عسکری تربیت، احمد بن ابی الحسنؒ، مجذوب سالک، احساس، آخری کرن، سیب کے نقصانات، ام المومنین حضرت صفیہؓ، بچوں پر توجہ، بسم اللہ کی برکت، احمد شاہ ابدالیؒ، پانی کی تلاش جبکہ سلسلہ وار مضامین میں نور الٰہی نور نبوت، آواز دوست، تاثرات، صاحب خلق عظیمؐ، گیارہ ہزار فریکوئینسی، ڈاکٹر شہد مکھی، پیرا سائیکلوجی، علم الاعداد اور انسان، محفل مراقبہ، خلائی مہمان، اللہ رکھی اورآپ کے مسائل شامل تھے۔ اس شمارے سے منتخب تحریر ''حیات بعد از موت'' قارئین کے ذوق مطالعہ کے لیے دی جارہی ہے۔

حیات بعد از موت

جاوید احمد

ماہ جولائی کا روحانی ڈائجسٹ پڑھ رہا تھا کہ موضوع ''حیات بعد از موت'' میری نظر سے گزرا۔ یہ حقیقت ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا تحریر۔

1980ء میں پیشاب کی تکلیف ہوئی۔ میں نے جناح اسپتال میں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا اور اپنی جانچ پڑتال کرائی۔ معلوم ہوا کہ مجھے Prostate کی تکلیف ہے اور بذریعہ آپریشن Prostate Gland کو نکالنا پڑے گا۔ میں تیار ہوگیا۔

آپریشن سے ایک دن پہلے مجھے H-Blood Pressure کی شکایت ہوگئی۔ پہلے کبھی مجھے یہ شکایت نہ تھی۔ آخر کار فیصلہ کیا گیا کہ مجھے امراض قلب کے شعبہ میں ٹھیک ہونے کے لیے بھیج دیا جائے۔ اس دن میں بہت فکر مند تھا۔

دیکھتا ہوں کہ میری والدہ جن کو فوت ہوئے تقریباً پچیس برس ہوچکے ہیں تشریف لائیں۔ میرے

بستر پر بیٹھنے کے بعد والدہ نے میری خیریت دریافت کی میں نے انہیں اپنی تکلیف بتائی۔ تکلیف سن کر انہوں نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مسکرا کر بولیں.... ڈاکٹر جو کہتے ہیں اسے مان لو۔ (یعنی آپریشن کروالو) اللہ تکلیف دور کردے گا۔ میں دعا کروں گی تو جلد ہی درست ہو جائے گا۔

والدہ کی یہ بات سن کر میرے ذہن کو سکون سا مل گیا۔ اس کے بعد وہ کچھ دیر تک اور بیٹھی رہیں انہوں نے میرے بچوں اور بیوی کی خیریت دریافت کی اور میری شادی سے قبل جو میں شرارتیں کرتا تھا انہیں دہرانے لگیں۔ یہ شرارتیں اس طرح کی تھیں کہ آج جب تنہائی میں یاد کرتا ہوں تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے اور اس وقت بھی جبکہ میری والدہ شرارتوں کا تذکرہ کر رہی تھیں میں ہنس رہا تھا۔

کافی دیر تک باتیں کرنے کے بعد والدہ چلی گئیں لیکن میرے چہرہ پر مسکراہٹ دوڑتی رہی۔ صبح جب نرس دوا وغیرہ پلانے آئی تو مجھے ہنستا دیکھ کر پوچھا کہ تم کیوں ہنس رہے ہو۔

میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔ کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر آئے اور امراض قلب کے وارڈ میں لے جانے سے قبل بلڈ پریشر چیک کیا اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ میرا بلڈ پریشر نارمل ہے۔

انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ تم نے کیا کھایا تھا میں نے ہنس کر جواب دیا۔ کچھ بھی نہیں۔

انہوں نے وارڈ بوائے وغیرہ سے کہا کہ اسے فوری طور پر آپریشن روم میں پہنچادو۔

آپریشن روم کا ماحول کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ اچھا بھلا انسان گھبرا جائے۔ لیکن آپریشن روم میں داخل ہونے سے لے کر بے ہوش کیے جانے تک میں ہنس رہا تھا۔

اللہ کے فضل سے میرا آپریشن کامیاب رہا۔ میں جلد صحتیاب ہو کر واپس اپنے گھر آگیا اور آج اپنی بیوی بچوں کے ہمراہ صحت مند زندگی گزار رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میری ماں کی دعا کی وجہ سے مجھے صحت ملی ہے۔

(محمد اسمٰعیل۔ الفلاح سوسائٹی)

حیات بعد از موت

روحانی ڈائجسٹ کے شمارہ جولائی میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔

آج سے تقریباً دس برس قبل ہمارا خاندان جس میں دو بھائی اور ہم چار بہنیں شامل تھیں۔ نہایت ہی خوش و خرم زندگی گزار رہا تھا۔ ہمارے والدین کو انتقال کیے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ ہمارے سب سے بڑے بھائی جن کی عمر تقریباً چالیس سال تھی، جس وقت ان کا انتقال ہوا تو وہ پانچ بچوں کے باپ تھے۔ میرے بڑے بھائی صاحب کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اور صدر کے بارونق بازار میں ان کی دوکان تھی۔

ان سے چھوٹا بھائی میٹرک پاس کر چکا تھا اور کالج میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا۔ ہمارے والدین کے انتقال کے بعد بڑے بھائی اور بھاوج نے وہ پیار دیا کہ ہم والدین کے غم کو بالکل ہی بھول گئے۔ ہم سب بہنیں بچپن کی حدود سے نکل کر جوانی میں قدم رکھ رہی تھیں۔

ہمارے بڑے بھائی جنہیں ہم سب بھیا کہہ کر پکارتے تھے، شام کو جب گھر میں داخل ہوتے تھے تو اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ ہم سب کے لیے بھی کھانے

کی چیزیں لاتے تھے۔ ہمیں اپنے بھتیجوں سے اس قدر محبت تھی کہ جب تک وہ لائی ہوئی چیز نہ کھالیں ہمارے حلق سے نوالہ نہیں اترتا تھا۔

❖❖❖

میرا چھوٹا بھائی بھی بڑے بھائی اور بھاوج سے بے پناہ محبت کرتا تھا اور یہ اس کی محبت ہی تھی کہ دوپہر کو کالج سے آنے کے بعد کھانا وغیرہ کھا کر دوکان پر چلا جاتا تھا اس طرح "بھیا" کو آرام کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔

ہمارے دن یونہی ہنسی خوشی گزر رہے تھے کہ نجانے کس کی نظر لگ گئی۔ ایک دن صبح حسب معمول بھیا گھر سے دوکان کے لیے نکلے تو تھوڑی دیر بعد ہی ان کی لاش خون میں ڈوبی ہوئی آئی۔ ہم سب اس وقت تیار ہو کر اسکول جانے کے لیے گھر سے نکلنے ہی والے تھے کہ لوگ بھیا کی لاش لے کر آگئے۔ انہیں ایک بس نے کچل دیا تھا اور انہوں نے سڑک ہی پر دم توڑ دیا تھا۔

بھیا کی لاش دیکھ کر بھابھی بے ہوش ہوگئیں اور ہم سب کا برا حال تھا۔ چھوٹا بھائی اس سانحہ پر گم سم سا ہو کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہوگیا ہے۔ یہاں ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں تھا جو ایسے وقت میں دلاسہ دیتا۔ صرف محلے والے تھے جنہوں نے ہمارا ساتھ دیا اور بھیا کا کفن دفن کیا۔

❖❖❖

تقریباً دو ماہ بعد ہم سب اس قابل ہوئے کہ اس سانحہ کو برداشت کر سکیں۔ بھابھی نے بڑی ہی ہمت سے کام لیا۔ انہوں نے بچوں کے ساتھ ساتھ ہم سب کو بھی سنبھالا۔ ان کی دنیا اجڑ چکی تھی۔ وہ اپنے غم کو سینہ میں چھپائے ہوئے روزمرہ کے گھریلو کاموں میں مصروف ہوگئیں۔ انہوں نے ہم سب کو بھی باقاعدگی سے اسکول بھیجنا شروع کر دیا۔ ہمارا چھوٹا بھائی اپنی تعلیم ختم کر کے دوکان پر بیٹھنے لگا۔ کیونکہ گھر کی تمام تر معاشی ذمہ داری اس پر آپڑی تھی اور بھابی نے بھی اسے احساس دلا دیا تھا کہ اب وہی اپنے بھتیجوں اور بہنوں کا سہارا رہ گیا ہے۔

ہماری بھابی کے بھی کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہیں تھے۔ لہٰذا سارا انحصار چھوٹے بھائی پر تھا۔ بھابی ہر وقت دیور کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہتی تھیں ہم بہنیں بھی ان کو دل سے چاہتی تھیں۔ اب خاندان کے نو افراد کا کفیل صرف چھوٹا بھائی اقبال ہی تھا۔ اس طرح پانچ سال گزر گئے۔ ہم سب اپنے بڑے بھائی کا غم بالکل ہی بھول گئے۔

پانچ سال بعد، ایک دن اچانک بھائی اقبال کو قے ہوئی۔ پہلے تو ہم سب سمجھے کہ معمولی سی طبیعت خراب ہے لہٰذا انہیں فوری طور سے تو آرام آگیا لیکن گھر آکر انہیں پھر قے ہوگئی اور یہ سلسلہ رات بھر جاری رہا۔ ان کی طبیعت بگڑتی ہی چلی گئی۔ صبح ہوتے ہی ہم سب انہیں لے کر اسپتال گئے۔ اسپتال میں انہیں فوری طور سے داخل کر لیا گیا اور ان کے ٹیسٹ شروع ہوئے۔ ہم سب اپنی بھابی کے ہمراہ وارڈ کے باہر کھڑے خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ ہمارے بھائی کو جلد از جلد صحتیاب کردے۔ دوسرے دن ڈاکٹروں کی رپورٹ سے پتہ چلا کہ ہمارے بھائی اقبال کو جگر کا کینسر ہوگیا ہے۔ یقین جانیے یہ خبر ہم سب پر بجلی بن کر گری۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ پر مبہوت ہو کر رہ گئے ڈاکٹروں نے بتایا کہ ہم انہیں بچانے کی پوری

پوری کوشش کر رہے ہیں آپ لوگ دعا کریں۔

ہم سب نے وارڈ ہی میں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اقبال پر زیادہ تر غشی طاری رہتی تھی۔ بھابی اس کے سرہانے زیادہ سے زیادہ وقت تک بیٹھی رہتی تھیں۔ ہم بہنیں باری باری گھر جا کر بچوں کو بھی دیکھتی رہتی تھیں۔ اس طرح ایک ہفتہ اور گزر گیا۔ ہمارے اقبال کی بے ہوشی بڑھتی چلی گئی اور پھر ایک دن ڈاکٹروں نے بالکل ہی مایوسی کا اظہار کر دیا۔ ہم سب کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہم سوچ رہے تھے کہ اب ہم کیا کریں گے۔ زندگی کس طرح گزرے گی۔ ہمارا واحد سہارا بھی اس دنیا سے رخصت ہونے والا تھا۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔

اسی دوران بھابی نے وہ واقعہ بتایا جس نے ہماری اندھیری دنیا میں خوشیاں بھر دیں۔ بھابی کیونکہ کئی دن سے مسلسل جاگ رہی تھیں۔ لہٰذا اس رات انہیں کرسی پر بیٹھے بیٹھے نیند آگئی۔ نیند کے دوران انہوں نے دیکھا کہ آسمان سے نیلے رنگ کی روشنیوں کی بارش ہو رہی ہے اور وہ اس بارش میں محو پرواز ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ روشنیوں کے ایک میدان میں پہنچ گئیں۔ اس مقام پر ہر جانب سے قوسِ قزح کی طرح روشنیاں بکھری ہوئی تھیں اور ان کا منبع نظر نہیں آرہا تھا۔ ان روشنیوں میں انہوں نے سفید لباس میں ملبوس اپنی ساس یعنی ہماری ماں کو دیکھا وہ اوپر کی جانب منہ اٹھائے کہہ رہی تھیں۔ اے اللہ میرے اس ہرے بھرے خاندان کا والی تو ہی ہے تو نے میرے بڑے بیٹے کو اپنے پاس بلا لیا۔ اب میری اولاد کا اس دنیا میں صرف میرا چھوٹا بیٹا ہی کفیل ہے۔ تو اسے بھی اپنے پاس بلا رہا ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے پوتوں اور بیٹیوں کا اقبال کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ تو دنیا میں ان سب کا وسیلہ میرے بیٹے کو بنائے رکھ۔

میری بھابی کا کہنا ہے کہ اماں کی دعا مانگنے کا انداز بالکل ضد کے انداز کا تھا۔ وہ بار بار ایک ہی جملہ کہے جا رہی تھیں کہ دنیا میں میرے اقبال کو میرے پوتوں اور بیٹیوں کا وسیلہ بنا دے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اللہ سے اپنی بات منوا کر رہیں گی۔ کچھ دیر بعد روشنیوں کے سیلاب میں ایک نہایت ہی مسحور کن آواز بلند ہوئی۔

اقبال کی عمر دراز کر دی گئی ہے۔ اس آواز کے بلند ہوتے ہی میری والدہ سجدہ میں گر گئیں اور بھابی نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ اقبال آنکھیں کھولے ان سے پانی مانگ رہے تھے۔

اس خواب کے بعد ہمارے بھائی اقبال کی صحت دن بدن بہتر ہونے لگی۔ ڈاکٹر حیران رہ گئے کہ یہ شخص جو موت کے قریب تھا کس طرح تندرست ہو گیا۔

انہیں کیا معلوم کہ یہ سب ہماری ماں کی دعا کا نتیجہ ہے۔ واقعی ماں کی روح اولاد کا دکھ نہیں برداشت کر سکتی اور یہ ماں کی عظمت ہی ہے کہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی۔

(نگہت مونس)

میرے دادا اپنے شہر میں ایک عالم کی حیثیت سے خاصے مشہور تھے۔ ان کے پاس ہر طبقہ کے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ دادا مرحوم نے بتایا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ایک ایسا واقعہ سنایا جسے سن کر میرے پاس بیٹھا ہوا ہر شخص حیران ہو گیا۔

اس نے بتایا کہ اس کے محلہ میں ایک عورت کو کسی نے بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ میں رات کو سینما کا

آخری شو دیکھ کر واپس آرہا تھا جیسے ہی اس مقتولہ کے مکان کے قریب سے گزرا اچانک پولیس نے مجھے گرفتار کرلیا۔ میں نے پولیس کو یہ بتانے کی بہت کوشش کی کہ میرا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو سینما کا آخری شو دیکھ کر آرہا ہوں لیکن پولیس نے میری ایک نہ سنی اور مجھے لے جاکر حوالات میں بند کردیا گیا۔ دوسرے دن پولیس نے عدالت سے میرا جسمانی ریمانڈ لے لیا۔ میں نے خود کو تشدد سے بچانے کے لیے مجبوراً اقرار جرم کرلیا۔ ظاہر سے اس کے بعد میرے بچنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ میں غریب ہونے کے باعث کوئی اچھا وکیل بھی نہ کرسکا۔ میری بیوی بچوں نے کوشش کرکے ایک معمولی وکیل کے ذریعہ میرے مقدمہ کی پیروی کا انتظام کیا۔

میرے خلاف چھ سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ آخر مجھے سزائے موت سنادی گئی۔ میری بیوی کے پاس اتنی رقم نہ تھی جو اپیل دائر کرتی۔ وہ بے چاری روپیٹ کر بیٹھ گئی۔ ادھر میں بھی زندگی سے ناامید ہوگیا۔ میرے دل ودماغ پر ہر وقت پھانسی کا منظر چھایا رہتا، کال کوٹھری میں میرا معمول کے مطابق کھانا آتا لیکن پھانسی کے خوف کا مجھ پر اتنا شدید اثر ہوچکا تھا کہ میں کھانے کے لیے لقمہ اٹھاتا اور منہ میں رکھنے کے بجائے دوبارہ کھانے کے برتن میں رکھ دیتا۔ میرا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہوگیا تھا۔ میری ناامیدی کی معقول وجہ یہ تھی کہ میں بے گناہ تھا۔

پھانسی دینے کی تاریخ میں صرف دو دن باقی تھے۔ اس دن میرے بیوی بچوں کو آخری ملاقات کے لیے لایا گیا۔ بچوں اور بیوی کی جو حالت تھی وہ مجھ سے نہیں دیکھی جارہی تھی۔ وہ زاروقطار آنسو بہارہے تھے۔ میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ مجھ میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ میں بیوی۔ بچوں سے تسلّی کے دو بول بھی بول لیتا۔ ملاقات کا وقت ختم ہوگیا اور یہ سب روتے پیٹتے وہاں سے روانہ ہوگئے۔ رات کو میں سونے کے لیے لیٹ گیا لیکن دماغ پر جو ہیبت سوار تھی وہ بھلا کیسے سونے دیتی۔ بے چینی میں کروٹیں بدلتا رہا۔ نجانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ میری مرحومہ ماں مسکراتی ہوئی آئی ہیں۔ میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہہ رہی ہیں کہ بیٹا خدا کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ اٹھ اور اپنی غلطی کی معافی مانگ کر اپنی رہائی کی دل سے دعا کر۔ وہ بڑی رحمت والا ہے۔ انشاء اللہ وہ اپنے کرم خاص سے تیری بے گناہی ثابت کردے گا اور پھر اچانک میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے جلدی جلدی اپنی غلطی کی معافی مانگی اور رہائی کی دعا کرنے لگا اور یہ سلسلہ صبح کی نماز کے بعد تک جاری رہا۔ ٹھیک گیارہ بجے ایک سپاہی آیا اس نے مجھے مبارکباد دیتے ہوئے بتایا کہ وحید تم واقعی بہت خوش قسمت ہو کہ تختہ دار پر جانے کے بجائے تمہاری رہائی کے احکامات جاری ہوجائیں گے۔ چونکہ اس عورت کے شوہر نے خود کو پولیس کے حوالہ کرتے ہوئے قتل کا اقرار کرلیا ہے۔ یہ سن کر مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ خوشی کے مارے میری بری حالت تھی۔ بار بار ماں کی ہدایت کا خیال آرہا تھا اور میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد مجھے رہا کردیا گیا۔ وحید کی زبانی یہ واقعہ سن کر دادا کے پاس بیٹھا ہوا ہر شخص حیران تھا۔

(عابدہ خانم۔ پی سی ایچ ایس۔ کراچی)



گوشۂ کتب

ایم صفی

تبصرے کے لیے کتاب کی دو جلدیں ارسال کریں....

مجلہ: عبارت اقبال نمبر

جلد نمبر: 19 **شمارہ:** 73

جنوری 2014ء تا مارچ 2014ء

قیمت: 200 روپے

طباعت: عبارت پرنٹنگ ٹریڈرز حیدر آباد

صفحات: 522

زیرِ تبصرہ کتاب ادارہ انوارِ ادب کے زیرِ اہتمام شائع ہونا والا سہ ماہی مجلّہ عبارت کا اقبال نمبر ہے۔ اقبال کون ہیں....؟ فکرِ اقبال کیا ہے....؟ ان کے افکار و تصورات کا مطالعہ کیوں ضروری ہے....؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب نئی نسل اس خاص نمبر سے حاصل کر سکتی ہے۔

اس خاص نمبر کے موضوعات اقبال کے سوانحی نکات، نظریہ سیاست و تعلیم، فلسفہ خودی، کلامِ اقبال، تصوف اور عشقِ رسول ﷺ، آپ کے دینی عقائد، بحیثیتِ مفسرِ قرآن غرض افکارِ اقبال وغیرہ شامل ہیں۔ جن کے مطالعے سے فکرِ اقبال کی تفہیم کے متعدد نئے در وا ہوتے ہیں۔

جن نامور ادبی شخصیات اور ماہرینِ اقبالیات کے مضامین شامل کیئے گئے ہیں ان میں ڈاکٹر وقار احمد رضوی کا اقبال کا فلسفہ، پروفیسر انوار احمد زئی کا تلاشِ اقبال، پروفیسر منیر احمد یزدانی کا علامہ اقبال اور تصورِ عشق، مسعود احمد برکاتی کا بچوں کا ادب اور اقبال ، بالخصوص ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی اقبال شناسی پر ڈاکٹر مسرور احمد زئی اور پروفیسر حکیم ڈاکٹر عبدالحنان کا غالب، حالی اور اقبال کا مضمون قابلِ ذکر ہیں۔

مجلّہ کی انفرادیت ہر مضمون کی تحریر کا سادہ اور سلیس ہونا ہے جس سے ایک عام قاری کو بھی فکرِ اقبال کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ حضرتِ اقبال کی زندگی کے مختلف ادوار کی یادگار تصاویر نے ان لمحات کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔

❖❖❖

دانش مشرق

مصنفہ: ڈاکٹر سکندر جہاں

تاریخ اشاعت: 2013ء

صفحات: 88

کہتے ہیں سب سے مشکل کام دوسروں کی

حوصلہ افزائی کرنا اور اس سے بھی زیادہ مشکل کام کسی دوسرے کی کامیابی کو سراہنا اور اس کا برملا اعتراف کرنا ہے۔ اور جو یہ کر جائیں وہ قابل ستائش ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب دانش مشرق، کراچی سیکنڈری بوائز اسکول ناظم آباد کی ریٹائرڈ پرنسپل ڈاکٹر سکندر جہاں کی تعلیمی و تدریسی خدمات کو خراج تحسین و آفرین تحفہ ہے۔ جس میں جناب اوصاف علی واحدی صاحب نے انتہائی ادب، پیار اور عقیدت کے ساتھ نہ صرف پرنسپل صاحبہ کی تیس سالہ تعلیمی و تدریسی خدمات کو سراہا ہے بلکہ ان کی شخصیت کے دیگر پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور معلمین و معلمات کے تجربات اور قلبی تاثرات کو کتابی شکل میں ڈھال کر ایک مودبانہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔

جن شخصیات نے اپنے قلبی تاثرات قلمبند کروائے ہیں ان میں پروفیسر انوار احمد زئی، چیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن کراچی، سید اوصاف علی واحدی، ملا واحدی اور دیگر مدارس کے ہم منصب شخصیات شامل ہیں۔

ڈپٹی ڈائریکٹر آف ایجوکیشن مقبول حسن خان اور اعلیٰ افسرِ تعلیم عبدالمعید فاروقی صاحب مرحوم پر فرمائش مضامین، پرنسپل صاحبہ کی چند یادگار تصاویر کے علاوہ ان کی مختصر سوانح حیات اور افکار و نظریات پرنسپل صاحبہ کی نگارشات بطورِ خاص کتاب کا حصہ ہیں۔





یہ ہے پاکستان

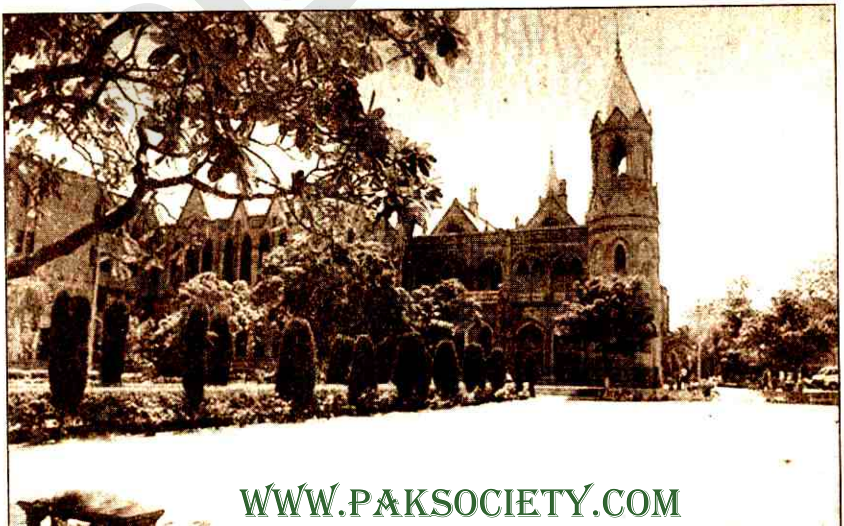
لاہور کے دل انار کلی، پنجاب یونیورسٹی، کچہری اور ناصر باغ سے داخل ہو کر بلند ہوتی ہوئی سڑک پر چلیں تو (گرمیوں میں) املتاس کے زرد پھولوں کے ہوا سے ڈولتے ہوئے جھومروں میں سے اچانک گوتھک طرز تعمیر کا مینار نمودار ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی برآمدوں کی نوکیلی محرابیں نگاہوں میں کھب جاتی ہیں۔ گورنمنٹ کالج لاہور ہے جو گزشتہ 147 برسوں سے علم کے گوہر بڑی فیاضی سے لٹا رہا ہے۔

پاکستان کی منفرد اور مثالی درسگاہ....

گورنمنٹ کالج لاہور

یکم جنوری 1864ء کو راجہ دھیان سنگھ کی حویلی کے ایک حصہ میں گورنمنٹ کالج قائم ہوا۔ اس کالج کا کلکتہ یونیورسٹی سے الحاق ہوا کیونکہ ابھی تک پنجاب یونیورسٹی نہ بنی تھی۔

پنجاب یونیورسٹی کا 1882ء میں آغاز ہوا۔ ابتداء میں صرف آرٹس کے مضامین پڑھائے جاتے



تھے۔ اپریل 1871ء میں کالج انار کلی کی ایک کوٹھی میں اور اگلے برس کوٹھی رحیم یار خان میں منتقل کیا گیا۔

کالج موجودہ عمارت میں 1876ء میں منتقل ہوا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کالج کے طلبہ کے حصول تعلیم کے لیے حکومت دس تا پندرہ روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیتی تھی۔

ڈاکٹر جی، ڈبلیو لائنٹنر (جو کہ بوڈاپسٹ، ہنگری میں چودہ اکتوبر 1840ء کو پیدا ہوئے اور جرمنی، میں بائیس مارچ 1899ء کو وفات پائی) کو گورنمنٹ کالج کے پہلے پرنسپل اور اورئینٹل کالج کے پہلے پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کا پہلے رجسٹرار ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

جس کالج کا نوعدد طلبہ سے آغاز ہوا تھا، وہ آہستہ آہستہ ایک باضابطہ تعلیمی ادارے کی صورت اختیار کر تا گیا۔ 1872ء میں اس کی لائبریری کی تشکیل کی گئی جو ابتداء میں چند کتابوں پر مشتمل لائبریری تھی مگر اب اس میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد کتب موجود ہیں۔ ریفرنیس سیکشن میں جرائد کا ذخیرہ اس پر مستزاد ہے۔ گورنمنٹ کالج، کی لائبریری کمپیوٹر، وی سی آر، ٹیلی ویژن اور فوٹو اسٹیٹ کی سہولتوں سے مزین ہے۔

گورنمنٹ کالج کا مجلّہ ''راوی'' امتیازی نشان کا حامل ہے۔ یہ غالباً واحد کالج میگزین ہے جس میں معروف اہل قلم کی تخلیقات بھی شائع ہوتی ہیں۔

اگر ''راوی'' میں مطبوعہ مقالات، افسانوں اور شعری تخلیقات کا اشاریہ مرتب کیا جائے تو بر صغیر پاک و ہند کے متعدد نامور اہل قلم کے اسماء گرامی نظر

گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم پانے والی چند مشہور شخصیات

☆.... قانون: جسٹس ایم آر کیانی، جسٹس انوار الحق، جسٹس ایس اے رحمٰن، جسٹس نسیم حسین شاہ، ایم ظفر، جسٹس جاوید اقبال، اعجاز بٹالوی۔

☆.... ادب: علامہ اقبال، امتیاز علی تاج، فیض احمد فیض، ن۔ م۔ راشد، مالک رام، ڈاکٹر آفتاب احمد خان، میاں عبد العزیز فلک پیما، مرزا محمد سعید دہلوی، شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر وحید قریشی، الطاف گوہر، ضیاء جالندھری، مجید نظامی، اشفاق احمد، بانو قدسیہ، حفیظ ہوشیار پوری، جیلانی کامران، منیر احمد شیخ، ڈاکٹر صفدر محمود، صفدر میر، کشور ناہید، شہزاد احمد۔

☆.... اہل قلم اساتذہ: پطرس، صوفی تبسم، ڈاکٹر محمد اجمل، انیس ناگی، قیوم نظر، ڈاکٹر محمد صادق، مرزا محمد منور، پروفیسر محمد عثمان، مشکور حسین یاد، شعیب ہاشمی، ڈاکٹر طاہر تونسوی، ڈاکٹر اجمل نیازی، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، اصغر ندیم سید، ڈاکٹر سعادت سعید، مرزا اطہر بیگ۔

☆.... سیاست: میاں محمد نواز شریف، وسیم سجاد، میاں محمد اظہر، یوسف رضا گیلانی، حنیف رامے۔

☆.... اداکاری: روحی بانو، مدیحہ گوہر، وسیم عباس، خالد عباس ڈار، عثمان پیر زادہ، بلراج ساہنی، موسیقار خورشید انور۔

☆.... کھیل: ماجد خان، مدثر نذر، وسیم راجا، رمیض راجا، سلیم ملک، جاوید برکی، اختر رسول، منظور سینئر۔



گورنمنٹ کالج لاہور کی ایک قدیم تصویر

آئیں گے۔ زمانہ طالب علمی میں "راوی" کے ایڈیٹر بننے والے طلبہ میں سے بعض، ادب کی قد آور، شخصیات تسلیم کی گئیں اور اب ذکر دو ایسے اساتذہ کا جن، کے تذکرے کے بغیر، اردو ادب اور پاکستان کی تاریخ نامکمل رہتی ہے، مولانا محمد حسین آزاد اور ڈاکٹر محمد اقبال۔

2 اگست 1867ء کو مولانا آزاد کو کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لائٹنر کالج میں لائے تھے اور یہاں انہوں نے پندرہ برس گزارے۔ ڈاکٹر لائٹنر نے اردو بھی پڑھی تھی، اس لیے وہ ان کے بہت مداح تھے۔ تصنیفی لحاظ سے آزاد کے لیے گورنمنٹ کالج کا قیام زرّیں عہد قرار دیا جاسکتا ہے۔ "آبِ حیات" (1880ء) سخن دان فارسی (1872ء) نیرنگِ خیال (1880ء) اور قصص ہند (1882ء) کی اشاعتوں پر مستزاد انجمن پنجاب سے ان کی وابستگی اور متعدد علمی و ادبی اور تحقیقی مقالات۔

دوسرا بڑا اور اہم نام علامہ اقبال کا ہے۔ علامہ اقبال نے 1895ء میں گورنمنٹ کالج میں بطور بی اے کے طالب علم (انگریزی، فلسفہ، عربی) داخلہ لیا۔ دو سال بعد بی اے کا امتحان اس شان سے کامیاب کیا کہ انگریزی اور عربی میں اوّل آنے کی بناء پر طلائی تمغے حاصل کیے۔ 1899ء میں ایم اے فلسفہ کا امتحان دیا۔ طلائی تمغہ ملا۔ 1902ء میں انہیں گورنمنٹ کالج میں انگریزی کے ایڈیشنل پروفیسر کے طور چھ ماہ کے لیے عارضی ملازمت دی گئی جبکہ تین جون 1903ء کو اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ مقرر کیے گئے۔ دو برس بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے برطانیہ جانے کے لیے تین برس کی رخصت لے لی۔ اگرچہ واپسی پر انہوں نے قانون کی پریکٹس شروع کردی مگر 1908ء میں فلسفہ کی چیئر خالی ہوجانے کی بناء پر فلسفہ کی تدریس کی درخواست ان سے کی گئی، اور یوں ایک خصوصی اجازت نامہ کے تحت بیک وقت قانون کی پریکٹس اور فلسفہ کی تدریس (یکم جنوری 1911ء تک) جاری رہی۔

کالج کیمپس تین سو کینال رقبے پر مشتمل ہے جبکہ ایک سو پچاس کینال اراضی پر عمارات ہیں۔

کسی بھی تعلیمی ادارے میں نصابی اور غیر نصابی امور کے لیے سماعت گاہ (آڈیٹوریم) کا ہونا ضروری ہے۔ گورنمنٹ کالج اس لحاظ سے خود کفیل ہے کہ یہاں تین سماعت گاہیں موجود ہیں۔ مرکزی عمارت میں 200 نشستوں پر مشتمل بڑا ہال ہے جو اب "اولڈ ہال" کہلاتا ہے۔ ہال کے چاروں طرف گیلری ہے۔ 1964ء میں مرکزی عمارت کی ایک جانب تین

منزلہ عمارت تعمیر کی گئی جس کی بالائی منزل پر کالج کی لائبریری ہے۔ اس عمارت کے ساتھ 375 نشستوں پر مشتمل سماعت گاہ تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مشہور مزاح نگار احمد شاہ بخاری پطرس کے نام پر "بخاری آڈیٹوریم" رکھا گیا ہے۔ بڑی تقریبات اسی سماعت گاہ میں ہوتی ہیں۔ بعد میں اس میں 125 نشستوں کی گنجائش والی ایک گیلری کا اضافہ کیا گیا۔ مشاعرے، ڈرامے، تقریری اور معلومات عامہ کے مقابلے وغیرہ یہیں منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس سماعت گاہ میں دنیا کی مشہور ترین شخصیات کو مدعو کیا جاچکا ہے۔ جن میں باکسر محمد علی بھی شامل ہیں۔

چھوٹے پیمانے کی تقریبات کے لیے مرکزی عمارت کی دوسری منزل پر "سر فضل حسین تھیٹر" بنایا گیا ہے ۔ بہت بڑے اجتماعات مثلاً سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے لیے "اوول" یعنی کالج کے بڑے میدان میں شامیانے لگتے ہیں۔

مرکزی عمارت کے سامنے کالج کی سفید رنگ کی مسجد ہے جس کا پنسل نما مینار عجب حسن رکھتا ہے۔ جب 1864ء میں دھیان سنگھ کی حویلی میں کالج قائم ہوا تو اس کی بالائی منزل میں دو کمرے طلبہ کی رہائش کے لیے وقف کیے گئے تھے لیکن ظاہر ہے کہ یہ دو کمرے ناکافی تھے۔ 1888ء میں مزنگ میں ایک عمارت کرائے پر حاصل کی گئی۔ کالج سے اس ہاسٹل کی دوری کے باعث کالج سے ملحق لوئر مال پر بنگلہ حاصل کر کے اسے ہاسٹل بنادیا گیا۔ 1891ء میں لوئر کواڈرینگل (چوکور) ہاسٹل تعمیر کیا گیا لیکن یہ چوکور ابتداء میں تکون تھی جو 1899ء میں چوتھے بازو کی تکمیل کے بعد مکمل چوکور بنا۔ علامہ اقبال اسی ہاسٹل کے کمرہ نمبر ایک میں رہتے تھے۔ 1977ء میں اس ہاسٹل کا نام "اقبال ہاسٹل" رکھ دیا گیا۔ اس وقت یہ انٹر میڈیٹ کے طلبہ کے لیے مخصوص ہے۔ 1921ء میں کالج کے سامنے چوک پر نیو ہاسٹل تعمیر کیا گیا۔ اس میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کلاسوں کے طلبہ قیام کرتے ہیں۔ 1993ء قائداعظم ہاسٹل قائم کیا گیا۔ طالبات کے لیے الگ ہاسٹل ہے۔

کالج کے وسیع و عریض کیمپس میں تمام کھیلوں کی سہولتیں حاصل ہیں۔ کالج کے میدان "اوول" میں سالانہ کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں۔ کھیلوں اور ایتھلیٹکس کے ساتھ تیراکی، کشتی رانی اور جسمانی ورزش کے مقابلوں میں، گورنمنٹ کالج ہمیشہ اعزازات حاصل کرتا رہا ہے۔ ٹینس کورٹ کے سامنے دو منزلہ ریکری ایشن سینٹر ہے جہاں اساتذہ اور طلبہ، چائے اور مشروبات کے ذریعہ تھکن دور کرتے ہیں۔



بچوں کا روحانی ڈائجسٹ

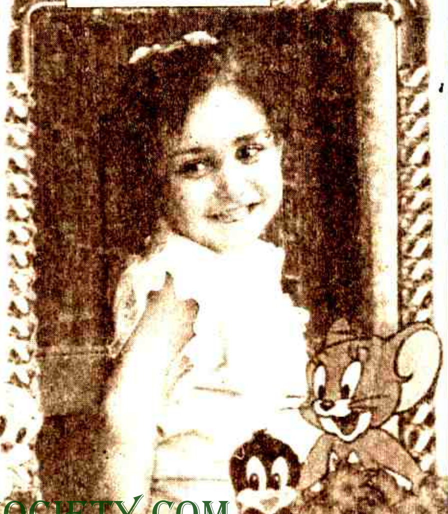


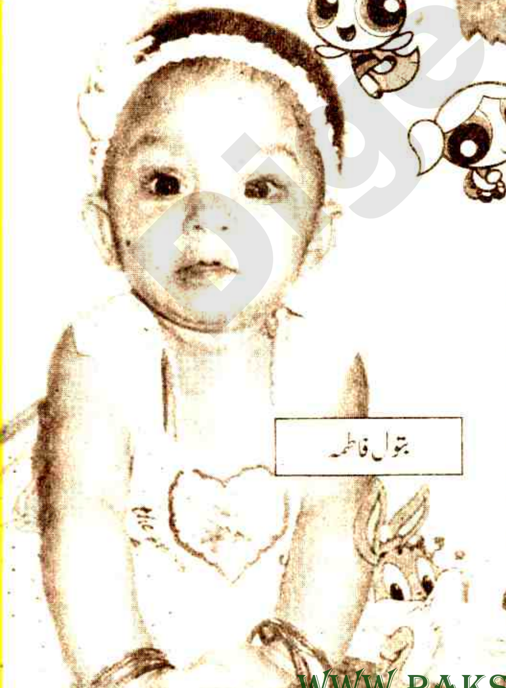
محمد فرحان علی خانزادہ



ہمدان علی

عمیمہ





بتول فاطمہ

بھول بھلکڑ

ماہین انجم۔ کراچی

کسی جنگل میں ایک ننھا منا ہاتھی رہا کرتا تھا۔ نام تھا جگنو۔

میاں جگنو ویسے تو بڑے اچھے تھے۔ ننھی سی سونڈ، ننھی سی دم اور چھوٹا سا قد، بڑے ہنس مکھ اور یاروں کے یار، مگر خرابی یہ تھی کہ ذرا دماغ کے کمزور تھے۔ کوئی بات یاد ہی نہیں رہتی تھی۔ جگنو کی امی ہتھنی بی کسی بات کو منع کرتیں تو جگنو میاں اس وقت تو ہاں کر لیتے مگر پھر تھوڑی ہی دیر بعد بالکل بھول جاتے۔ ہاتھی ابا پریشان تھے تو ہتھنی اماں عاجز، تمام ساتھی میاں جگنو کا مذاق اڑاتے اور انہیں بھول بھلکڑ کہا کرتے۔

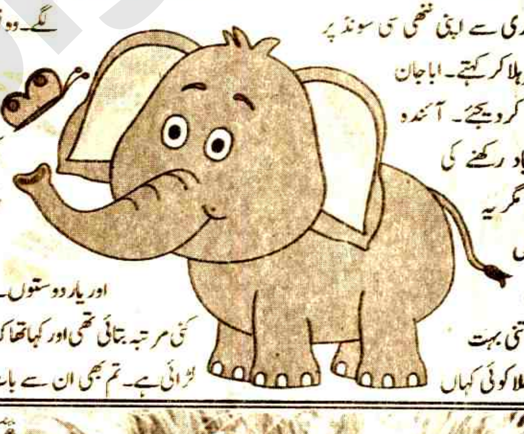
ابا جان میاں جگنو کا کان زور سے دبا کر کہتے۔ دیکھو! بھئی جگنو۔ تم نے تو بالکل ہی حد کر دی۔ بھلا ایسا بھی دماغ کیا کہ کوئی بات یاد ہی نہ رہے۔ تم باتوں کو یاد رکھنے کی کوشش کیا کرو۔ ہاتھی کی قوم تو بڑے تیز دماغی ہوتی ہے۔ برس ہا برس کی باتیں نہیں بھولتی۔ مگر خدا جانے تم کس طرح کے ہاتھی ہو۔ اگر تمہاری یہی حالت رہی تو تم سارے خاندان کی ناک کٹوا دو گے۔

جگنو میاں جلدی سے اپنی ننھی سی سونڈ پر ہاتھ پھیرتے اور سر ہلا کر کہتے۔ ابا جان اب کے تو معاف کر دیجئے۔ آئندہ میں ضرور باتیں یاد رکھنے کی کوشش کروں گا۔ مگر یہ ہمیشہ کی طرح بھول جاتے اور بھئی بات یہ ہے کہ دنیا میں اتنی بہت سی تو باتیں ہیں۔ بھلا کوئی کہاں تک یاد رکھے۔

اب کئی بڑے ہاتھی منے ہاتھی کو یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ تمام ہاتھی بن مانسوں سے نفرت کرتے تھے۔ کیوں کہ آج سے سو برس پہلے کسی بن مانس نے ایک بڑا سا ناریل کسی ہاتھی کے منہ پر دے مارا تھا۔ اس دن سے تمام ہاتھی بن مانسوں کے دشمن ہو گئے۔ مگر میاں جگنو تو تھے ہی بھول بھلکڑ، کئی بار کان پکڑ کر توبہ کی کہ اب بن مانسوں کے بچوں کے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔ کھیلنا کیسا ان کی صورت بھی نہیں دیکھوں گا۔

مگر دوسرے ہی دن ساری توبہ بھول جاتے اور پھر بن مانس کے بچوں کے ساتھ کبڈی کھیلنا شروع کر دیتے۔

ہاتھیوں کے دوسرے دشمن طوطے ہیں۔ ہاتھی طوطوں سے بھی بڑی نفرت کرتے ہیں۔ بات یہ تھی کہ ایک دفعہ کوئی ہاتھی بیمار ہو گیا۔ اس لیے ہاتھیوں نے طوطوں سے کہا کہ شور مت مچایا کرو۔ اس سے مریض کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے، مگر توبہ، وہ طوطے ہی کیا جو ٹیں ٹیں کر کے آسمان سر پر نہ اٹھالیں۔ اس دن سے ہاتھی طوطوں سے بھی بیر رکھنے لگے۔ وہ تو کہو ان کے بس کی بات نہیں تھی ورنہ انہوں نے تو کبھی کی ان کی چٹنی بنا کر رکھ دی ہوتی۔



جگنو کے ماں باپ اور یار دوستوں نے اسے یہ بات بھی کئی مرتبہ بتائی تھی اور کہا تھا کہ طوطوں سے ہماری لڑائی ہے۔ تم بھی ان سے بات مت کیا کرو۔ مگر

میاں جگنو بن مانس والی بات کی طرح یہ بات بھی بھول جاتے اور طوطوں کو اپنی پیٹھ پر چڑھا کر سارے جنگل میں کودے کودے پھرتے۔

میاں جگنو کی یہ حرکتیں دیکھ کر کئی ہاتھیوں نے اس سے بول چال بند کر دی۔ بڑے بڑے ہاتھیوں نے کہا۔ جگنو کا حافظہ اتنا خراب ہے کہ کسی کی دوستی اور دشمنی کو نہیں سمجھتا۔

تمام ہاتھی جگنو کو بے وقوف کہہ کہہ کر چڑاتے اور اس پر پھبتیاں کستے۔ مگر جگنو کو کسی کی پروا نہیں تھی۔ وہ اتنا سیدھا سادا اور نیک دل تھا کہ وہ ان کے مذاق کا بھی برا نہ مانتا تھا اور پھر اس کا حافظہ بھی تو کمزور تھا۔ اسے یاد ہی نہیں رہتا تھا کہ کون دوست ہے کون دشمن، کون سی بات اچھی ہے، کون سی بری۔

ایک دن ایک بڑا ہی خوفناک واقعہ پیش آیا۔ جگنو جنگل میں ٹہلتا پھر رہا تھا کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ایک دم زمین پھٹ گئی اور وہ اس میں سما گیا۔ اصل میں شکاریوں نے گڑھا کھود کر اس کے اوپر گھاس پھونس ڈھانپ دیا تھا تاکہ ہاتھی اس کے اوپر سے گزریں تو نیچے گر پڑیں اور پھر وہ انہیں پکڑ لیں۔ قسمت کی بات، میاں جگنو ہی کی شامت آگئی۔

ایک دم اوپر سے گرنے سے میاں جگنو کے بہت چوٹ آئی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو اس کی سمجھ میں یہی نہیں آیا کہ یہ ہوا کیا۔ آخر جب اس نے آنکھیں ملیں اور ادھر ادھر دیکھا تو پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک گہرے گڑھے میں گر پڑا ہے۔ اب تو اس کی جان نکل گئی۔ اس نے پیر پٹک پٹک کر اور ادھر ادھر ٹکریں مار مار کر لاکھ کوشش کی کہ کسی طرح گڑھے سے نکل جائے مگر کچھ بن نہ پڑی۔ بے چارے نے ہر طرف سے مایوس ہو کر زور سے چنگھاڑنا شروع کر دیا۔ ابا، ابا، اماں، اماں! دوڑ دوڑو۔

جگنو کی چیخیں سن کر جنگل کے تمام ہاتھی دوڑ پڑے اور گڑھے کے پاس کھڑے ہو کر نیچے دیکھنے لگے۔ جگنو نے چیخ کر کہا۔

میں ہوں جگنو،، اس گڑھے میں پڑا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے یہاں سے نکالو۔

اس کے ماں باپ نے نیچے جھک کر اسے دیکھا۔ چند بڑے بوڑھے ہاتھی بھی گڑھے کے پاس آگئے۔ سب کے سب پریشان تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ جگنو کو اس مصیبت سے کس طرح نجات دلائیں۔ انہیں خاموش دیکھ کر جگنو کا دل بیٹھ گیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا۔

تم مجھے یہاں سے نہیں نکال سکتے، میری مدد کوئی نہیں کر سکتا، اف میں کیا کروں۔

سب ہاتھیوں نے مایوسی سے سر ہلایا اور آہستہ آہستہ چلے گئے۔ چلتے وقت اس کی ماں نے کہا۔ جگنو! گھبرانا مت، ہم تمہارے لیے کھانا لے کر آتے ہیں۔ مگر جگنو کو کھانے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ اس گڑھے سے نکلنا چاہتا تھا۔

ہاتھی چلے گئے تو اس نے ایک گہری سانس لی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اچانک اسے سر پر بہت سے پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز آئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو رنگ برنگے طوطے نظر آئے۔ یہ سب اس کے دوست تھے جنہیں وہ اپنی پیٹھ پر چڑھا کر جنگل کی سیر کراتا تھا۔ کچھ طوطے گڑھے پر آکر بولے۔ جگنو گھبراؤ نہیں۔ ہم ابھی تمہیں اس مصیبت سے چھٹکارا دلاتے ہیں۔ خاطر جمع رکھو۔

یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور پھر جگنو نے سنا کہ طوطے بن مانسوں کو آوازیں دے رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد طوطے بہت سے بن مانسوں کو لے کر آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں انگوروں کی لمبی لمبی رسیوں جیسی بیلیں تھیں۔ انہوں نے بیلوں کے سرے گڑھے میں لٹکاد دیے اور کچھ بن مانس ان کے ذریعے گڑھے میں اتر گئے۔ جگنو انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اب اسے باہر نکلنے کی کچھ امید ہوگئی تھی۔ ہنس کر بولا۔ میرے دوستو! کیا تم مجھے باہر نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

بن مانس بولے۔ کیوں نہیں ضرور! خدا نے چاہاتو ابھی ابھی ہم تمہیں اوپر کھینچ لیں گے اگر کوئی اور ہاتھی ہوتا تو ہم ذرا بھی پروا نہ کرتے کیوں کہ وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ مگر تمہاری بات دوسری ہے، تم ہمارے دوست ہو اور دوست کی مدد کرنا دوست کا فرض ہے۔ لو اب ذرا تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ تا کہ ہم تمہیں ان رسیوں سے باندھ دیں۔

جگنو کھڑا ہو گیا اور بن مانسوں نے اسے رسیوں سے خوب جکڑ دیا پھر وہ ان تمام رسیوں کو لے کر گڑھے سے باہر چلے گئے اور انہیں سب کو بٹ کر ایک موٹی سی رسی بنالی۔ پھر ایک بن مانس زور سے بولا۔ ہوشیار، خبر دار۔

سب کے سب بن مانسوں نے رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور تن کر کھڑے ہوگئے اسی بن مانس نے پھر کہا۔ کھینچو، ایک ساتھ۔

اب سارے بن مانس رسی کو پوری طاقت سے کھینچنے لگے۔

ایک زور کے جھٹکے کے ساتھ جگنو کے پیر ایک دم زمین سے اٹھ گئے اور پھر وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھتا گیا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا، جسم پر پسینے چھوٹ رہے تھے، اگر رسی ٹوٹ گئی تو، تو وہ پھر دھڑام سے نیچے گر پڑے گا۔ بن مانس برابر رسی کھینچ رہے تھے اور ساتھ ساتھ شور بھی مچاتے جاتے۔ ہاں شاباش، کیا کہنے بہادرو، بس تھوڑا سا فاصلہ اور رہ گیا ہے۔ ہاں لگے زور۔

تھوڑی دیر میں میاں جگنو زمین کے اوپر تھے۔ انہوں نے حیرت سے آنکھیں ملیں۔ چاروں طرف دیکھا اور جب سب دوستوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔ تب وہ سمجھے کہ میں سچ مچ اوپر آگیا ہوں۔ نئی زندگی پا کر جگنو کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ کھلکھلائے پڑتے تھے۔ یار دوستوں سے خوب خوب گلے ملے اور بولے۔ تم سچ مچ میرے دوست ہو۔ دوست وہ جو مصیبت میں کام آئے۔ چلو سب میری پیٹھ پر چڑھ جاؤ۔

جگنو میاں گھر پہنچے تو ماں باپ رو رہے تھے۔ ان کے لیے تو میاں جگنو ختم ہو چکے تھے اچانک جگنو کو آتا ہوا دیکھ کر سب دنگ رہ گئے۔ امی جان، میرے لال کہہ کر چمٹ گئیں۔ ابا جان نے بھی پیار کیا۔ جب دلوں کی بھڑاس نکل چکی تو میاں جگنو نے بتایا کہ جن جانوروں کو آپ دشمن سمجھتے اور انہیں ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے، انہوں نے ہی میری جان بچائی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے میاں جگنو کو اجازت دے دی کہ تم خوشی سے طوطوں اور بن مانسوں کے ساتھ کھیلا کرو، تمہیں کوئی نہیں روکے ٹوکے گا۔ اس دن سے تمام ہاتھوں نے انہیں بے وقوف بھی کہنا چھوڑ دیا اور ان سے ہنسی خوشی ملنے جلنے لگے۔

جگنو کے ماں باپ کو آج پہلی بار معلوم ہوا کہ دوسروں کے خلاف دل میں خواہ مخواہ حسد اور دشمنی رکھنے سے یہ بہتر ہے کہ انہیں دوست بنایا جائے تا کہ وہ وقت پر کام آسکیں۔

❖

چالاک خرگوش کے کارنامے

محمد نیاز۔ سکھر

بہت دن گزرے جنگل کے سب جانور اکھٹے رہا کرتے تھے۔ وہ سب ایک ہی تھالی میں کھانا کھاتے، ایک ہی چشمے میں پانی پیتے، گرمیوں میں مل جل کر کام کرتے اور سردیوں میں ایک ہی غار میں آرام کرتے۔ اُن سب جانوروں کو مکھن کھانے کا بڑا شوق تھا۔ اُن کے مکھن کا ذخیرہ بھی ایک ہی تھا۔ جب کسی کو ضرورت ہوتی تو وہ تھوڑا سا مکھن نکال کر کھالیتا۔

ایک دن انہوں نے دیکھا کہ کسی نے بہت سا مکھن چرا لیا ہے۔ سب جانوروں کو بڑی تشویش ہوئی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہر روز ایک جانور ساری رات جاگ کر پہرا دے۔ پہلی باری ریچھ کی آئی۔ وہ مرتبان سامنے بیٹھ گیا۔ بیٹھے بیٹھے ریچھ کی ٹانگیں درد کرنے لگیں۔ رات کے پچھلے پہر باہر کھسر پھسر کی آواز سنائی دی۔ ریچھ کے کان کھڑے ہو گئے۔ کوئی آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا، ”بیری کے درخت والے چھتے میں سوراخ ہو گیا ہے۔ سارا شہد بہا جا رہا ہے، بھیا ریچھ ہوتے تو انہیں بتا دیتا۔“



ریچھ شہد کھانے کا بڑا شوقین تھا۔ وہ سب کچھ بھول بھال کر باہر کی طرف لپکا۔ اُدھر خرگوش اندر آیا اور مکھن کا مرتبان نکال کر جی بھر کے مکھن کھایا اور ریچھ کے آنے سے پہلے باہر چلا گیا۔ بے چارا ریچھ ناکام واپس لوٹا۔

اگلی صبح جانوروں نے مکھن کم پایا تو انہوں نے ریچھ کو بہت برا بھلا کہا اور سزا کے طور پر سال بھر کے لیے اس کا مکھن بند کر دیا۔

اگلے دن کتے کی باری تھی۔ وہ دن بھر پہرا دیتے دیتے تھک گیا۔ رات کو پھر خرگوش آیا۔ اس نے کتے کو زور سے سلام کیا، ”ہیلو بھیا بھوں بھوں! کیسے مزاج ہیں....؟“

کتا بولا، ”صبح سے بیٹھے بیٹھے تنگ آگیا ہوں۔“

خرگوش بولا، ”تو آؤ ذرا دوڑ لگائیں۔“

کتا دوڑنے کا بہت شوقین تھا۔ جھٹ تیار ہو گیا۔ خرگوش نے کہا، ”میں گھاس میں دوڑتا ہوا لمبا چکر کاٹ کر پل تک جاتا ہوں، تم سڑک سڑک جاؤ، دیکھیں پہلے کون ہاتھ لگا کر واپس لوٹتا ہے۔“

کتا مان گیا۔ دوڑ شروع ہوئی۔ خرگوش گھاس میں کچھ دور دوڑا، پھر دبک کر بیٹھ گیا۔ جب کتا کافی دور نکل گیا، تب وہ اطمینان سے باہر نکلا اور اس نے گودام میں جا کر جی بھر کے مکھن کھایا اور پھر گھاس میں چھپ گیا۔

اتنے میں کتا دوڑ لگا کر واپس آ گیا۔ اس نے ہانپتے ہوئے آواز دی، ”اے خرگوش بھیا! کہاں ہو تم....؟“

خرگوش نے گھاس سے سر نکالا اور جھوٹ موٹ ہانپتا ہوا باہر آیا اور کتے سے ہاتھ ملا کر گھر کو چل دیا۔

اگلے دن بے چارہ کتا بھی سال بھر کے لیے مکھن سے محروم کر دیا گیا۔

اب بھیڑیے کی باری تھی۔ وہ بھی دن بھر مرتبان سامنے رکھ کر بیٹھا رہا۔ رات کو خرگوش پھر آیا۔ اس نے بھیڑیے کو گدگداتے ہوئے کہا، ”کتنے چور پکڑ لیے ہیں

بھیڑیے صاحب....؟"

بھیڑیا گدگدی کے مارے ہنسنے لگا۔ خرگوش نے اور زیادہ گدگداتے ہوئے کہا، "اتنا نہیں ہنسا کرتے بھیڑیے بھیا!"

بھیڑیا اور زور زور سے ہنسنے لگا۔ اسے گدگدی بہت ہوتی تھی۔ خرگوش نے دونوں ہاتھوں سے گدگداتے ہوئے کہا، "جو زیادہ ہنستا ہے، وہی زیادہ روتا بھی ہے۔"

بھیڑیا ہنستے ہنستے اپنی کرسی سے لڑھک گیا اور زمین پر لوٹنے پوٹنے لگا۔ خرگوش نے اسے کرسی پر بٹھایا اور گرد جھاڑنے کے بہانے اس کی آہستہ آہستہ مالش کرنے لگا۔

بھیڑیا سو گیا۔ تب خرگوش اندر گیا۔ اس نے جی بھر کے مکھن کھایا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اگلے دن بھیڑیے کا بھی وہی حشر ہوا۔ سال بھر کے لیے مکھن بند!

اب لومڑ کی باری تھی۔ رات کو پھر خرگوش آیا۔

"اوہو! آج لومڑ بھیا کی باری ہے۔" خرگوش نے کہا، "کتنے چور پکڑ لیے ہیں بھیا جی....؟"

لومڑ نے بیزاری سے کہا، "صبح سے بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا ہوں۔"

خرگوش بولا، "تو آؤ آنکھ مچولی کھیلیں۔"

"اور اگر چور آ گیا تب....؟"

خرگوش بولا، "ہم دونوں اس کا بھرتا بنا دیں گے۔"

لومڑ مان گیا۔ دونوں درختوں کے پیچھے آنکھ مچولی کھیلتے رہے۔ کچھ ہی دیر میں لومڑ اتنا تھک گیا کہ وہ آرام کرنے زمین پر لیٹا اور لیٹتے ہی سو گیا۔

اگلے دن اس کو بھی سزا ملی۔ سال بھر تک مکھن بند۔

لومڑ ذرا ہوشیار جانور تھا۔ اس نے اپنا شبہ خرگوش پر ظاہر کیا۔ اب تو سب جانور باری باری اپنی آپ بیتی بیان کرنے لگے۔ سب کو یقین ہو گیا کہ خرگوش چالاکی سے مکھن چرا لیتا ہے۔ سب جانوروں نے اس دفعہ جنگل کے جاسوس بندر کو چور پکڑنے کے لیے مقرر کیا۔

بندر مکھن کا مرتبان نیچے رکھ کر اس پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"بہت برے۔" بندر نے رکھائی سے جواب دیا، "صبح سے سر درد اور زکام ہے۔"

"تو آیئے سیر کو چلیں۔" خرگوش بولا۔

"نہیں بھیا! بالکل موڈ نہیں ہے۔" بندر رکھائی سے بولا۔

"آنکھ مچولی بھی نہیں کھیلو گے....؟" خرگوش نے اشتیاق سے پوچھا۔

بندر بولا، "نہیں، مجھے بچوں کے کھیل پسند نہیں آتے۔"

خرگوش نے حیرانی سے پوچھا، "تو پھر کونسا کھیل پسند ہے تمہیں....؟"

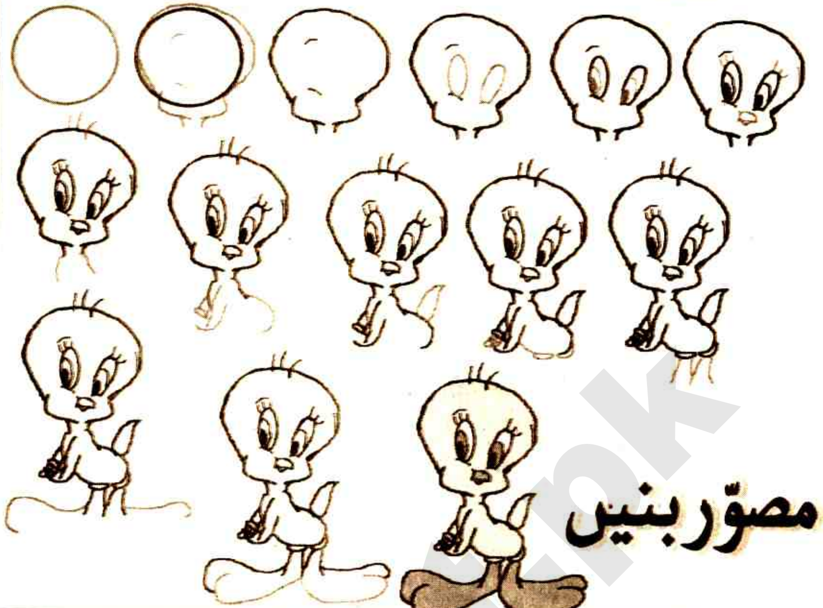
بندر بولا، "رسا کشی۔"

خرگوش مان گیا۔ بندر نے جھٹ پٹ خرگوش کی دُم سے رسا باندھا۔ اس کا دوسرا سرا درخت سے باندھ کر بولا، "کھینچیے رسا۔"

اب خرگوش رسا کھینچنے میں مصروف رہا۔ اُدھر بندر سب جانوروں کو بلا لایا۔ خرگوش انہیں آتے دیکھ کر چونکنا ہوا اور ساری بات بھانپ گیا۔ اس نے دُم چھڑانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

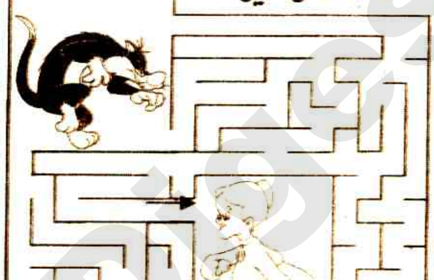
بے چارا خرگوش پکڑا ہی گیا، جانوروں نے سزا کے طور پر اس کی دُم کاٹ ڈالی اور اس کے کانوں کو زور زور سے کھینچا۔ کہتے ہیں میاں خرگوش تب سے لنڈورے ہیں اور اس کے کان بھی لمبے ہیں۔ اس دن سے خرگوش جنگل کے جانوروں سے علیحدہ رہتا ہے۔

❖



مصوّر بنیں

راستہ تلاش کریں





ٹویٹی کو بلی سے بچا کر راستہ دکھائیں
اور گرینی تک پہنچنے میں مدد کریں

رنگ بھریں



مسکرائیے....

☺.... ایک پڑوسن نے دوسری سے ایک کتاب پڑھنے کے لئے مانگی۔ دوسری نے کہا" بہن میں کتاب دیا نہیں کرتی۔ آپ یہاں بیٹھ کر جتنی چاہیں پڑھ لیں۔"

چندروز بعد دوسری پڑوسن پہلی کے گھر گئی اور جھاڑو مانگی۔

پہلی نے کہا" بہن میں کسی کو جھاڑو نہیں دیا کرتی، آپ کو جتنی جھاڑو دینی ہو، یہاں میرے گھر میں دے دیں۔"

(مرسلہ: راحیلہ احمد۔ کراچی)

☺.... استاد (شاگرد سے): "تم یہ گدھا کلاس میں کیوں لائے ہو....؟"

شاگرد: "جناب! میرے ابو نے بھیجا ہے۔"

استاد (غصے سے): "لیکن کیوں....؟"

شاگرد: "میں نے کل ابو سے کہا تھا کہ ہمارے استاد کہتے ہیں کہ میں نے بڑے بڑے گدھوں کو انسان بنا دیا ہے تو ابو نے انسان بنانے کے لیے یہ گدھا بھیجا ہے۔"

(مرسلہ: فیضان علی۔ اسلام آباد)

☺.... کرائے دار نے مالک مکان سے کہا: "خدا کے لیے اس سال تو کھڑکیوں میں پٹ لگوا دیجئے۔ میں کمرے میں بیٹھتا ہوں تو تیز ہوا سے بال بکھر جاتے ہیں۔

مالک مکان نے کرائے دار کے دیے کرائے میں سے دس روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ " میرا اتنا خرچہ کرانے سے کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ کسی حجام سے اپنے بال کٹوالیں۔

(مرسلہ: کامران فرید۔ حیدر آباد)

☺.... ایک شخص ٹیلی فون پر "کون بول رہا ہے....؟"

جواب آیا: " میں بول رہا ہوں۔"

پہلا شخص: "کتنی عجیب بات ہے، ادھر بھی میں بول رہا ہوں۔"

(مرسلہ: محمد حیدر شاہد۔ راولپنڈی)

☺.... ایک صاحب چھلکے سمیت کیلا کھانے لگے۔

کسی نے انہیں ٹوکا "اسے چھیل تو لیں۔"

وہ بولے۔ "چھیلنے کی کیا ضرورت ہے، مجھے معلوم ہے اس کے اندر کیا ہے....؟"

(مرسلہ: نیہا جبار۔ کراچی)

☺.... ایک ڈاکٹر نے مریض کو بل بھیجا جس پر درج تھا۔ "آج اس بل کو ایک سال ہو گیا ہے۔"

اس شخص نے بل پر یہ عبارت لکھ کر واپس کر دیا۔ "سالگرہ مبارک ہو۔"

(مرسلہ: مہتاب خان۔ کوئٹہ)

☺.... امیدوار نے انٹرویو لینے والے افسر سے کہا۔

"جناب نوکری کی تلاش میں میرے جوتے گھس چکے ہیں۔"

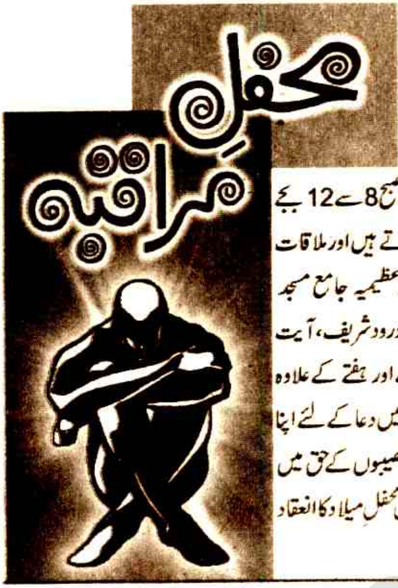
افسر نے سوچ کر کہا۔ "تم انٹرویو کے درمیان یہ بات پانچ مرتبہ دہرا چکے ہو۔ پہلے فیصلہ کر لو کہ تمہیں نوکری چاہیے یا جوتے۔

(مرسلہ: طوبیٰ دانش۔ کراچی)

☺.... ڈاکٹر مریض سے: آخر تمہیں ایسی کیا بیماری ہے جس کی وجہ سے تم اس قدر پریشان ہو....؟

مریض: جناب مجھے کھانا کھانے کے بعد بھوک نہیں لگتی۔

(مرسلہ: رمیز احمد۔ کراچی)



مرکزی مراقبہ ہال

سرجانی ٹاؤن کراچی میں جذبۂ خدمتِ خلق کے تحت جمعے کے روز خواتین وحضرات کو بلامعاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین وحضرات کو جمعے کی صبح 7:45 بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح 8 سے 12 بجے دوپہر تک ہوتی ہے اور ہفتے کی دوپہر 3:45 بجے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات 4 بجے سے شام 7 بجے تک ہوتی ہے۔ ہر ہفتے، بعد نمازِ جمعہ عظیمیہ جامع مسجد سرجانی ٹاؤن میں اجتماعی محفلِ مراقبہ منعقد ہوتی ہے جس میں درود شریف، آیت کریمہ کا ختم اور اجتماعی مراقبہ کے بعد دعا کی جاتی ہے۔ جمعے اور ہفتے کے علاوہ خواتین وحضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔ محفلِ مراقبہ میں دعا کے لئے اپنا نام، والدہ کا نام اور مقصدِ دعا تحریر کرکے ارسال کیجیے۔ جن خوش نصیبوں کے حق میں اللہ رحیم وکریم نے ہماری دعائیں قبول فرمائی ہیں وہ اپنے گھر میں محفلِ میلاد کا انعقاد کرائیں اور حسبِ استطاعت غریبوں میں کھانا تقسیم کریں۔

کراچی: ۔ اللہ رکھا۔ امینہ بیگم۔ آمنہ خان۔ انجم۔ انیس الحسن۔ ایس ایم چراغ الدین۔ ایمن۔ اختر سلطانہ۔ اصفیہ۔ افروز بی بی۔ الماس۔ امبر سلمان۔ امتیاز۔ انیسہ کریم۔ انعم طاہر۔ اورنگزیب۔ اویس احمد۔ آسیہ پروین۔ آصف عارفین۔ آفتاب غلام محمد۔ آفتاب قاضی۔ آمنہ۔ ایوب۔ آپا قمر۔ آمنہ انوار۔ بشریٰ مظہر۔ بشریٰ۔ بی بی کوثر۔ پروین کوثر۔ ثانیہ طارق۔ ثمینہ۔ ثناء فضل۔ ثوبیہ۔ ثاقب اقبال۔ ثریا بی بی۔ ثریا احمد۔ ثمینہ احمد۔ ثمینہ کوثر۔ ثمینہ مقصود۔ ثمینہ۔ ثناء۔ جاوید حسن۔ جاوید۔ جمال۔ جمیل احمد۔ جمیلہ لیاقت۔ جنید عثمان۔ جنید ۔ جواد۔ جویریہ۔ حسن فضل۔ حسن۔ حسینہ۔ حنا انیس ۔ خاتون ۔ خالد اکبر۔ خدیجہ۔ خرم۔ خضر جمال۔ دانش شمیم۔ دلدار۔ دلشاد بی بی۔ رابعہ سندس۔ رابعہ۔ راجو۔ رخسار۔ رخسانہ انجم۔ رزاق احمد۔ رضوان علی۔ رضوان شاہد۔ رضیہ۔ رقیہ بی بی۔ روبینہ راؤ۔ ریاض۔ ریحان۔ ریشم بی بی۔ زاہد سرفراز۔ زاہدہ نسرین۔ زاہدہ حنا۔ زبیدہ بی بی۔ زکیہ بی بی۔ زین وقار۔ سلطانہ۔ سلمان رفیع۔ سلمان۔ سلمٰی پروین۔ سلیم۔ سلیمان۔ سمیرا۔ سمیع اللہ۔ سونیا۔ سہیلہ انصر۔ سید ابن علی۔ سید احتشام علی۔ سید ایثار فاطمہ۔ سید خرم دانش۔ سیّد رابعہ۔ سید مستجاب فاطمہ۔ سید مسعود علی۔ سید نور علی۔ سیّد نواز علی۔ سیدہ بشریٰ۔ سیدہ نسرین۔ سیف الرحمن۔ سیما جبین۔ سیما سلیم۔ سیما احمد۔ سیمی۔ شاہ زیب خان۔ شاذیہ احمد۔ شائستہ۔ شاہد۔ شاہدہ ناز حسن۔ شاہدہ نسرین۔ شاہدہ۔ شاہین۔ شاہدہ عماد۔ شائستہ ارم۔ شائستہ ظفر۔ شائستہ ہاشمی۔ شاذیہ۔ شارخ شیخ۔ شارق ہارون۔ شازیہ نوری۔ شاہد۔ شاہدہ۔ شاہدہ ناز حسن۔ شاہدہ نسرین۔ شاہین اقبال۔ شاہین بی بی۔ شاہینہ پروین۔ شباب۔ شبانہ سلیم۔ شبنم۔ شبیر درانی۔ شرمین کنول۔ شرمین منہاس۔ شریف۔ شعبان علی۔ شعیب۔ شفقت علی شاہ۔ شفیق۔ شکیلہ الیاس۔ شکیلہ بیگم۔ شکیلہ بیگم۔ شگفتہ جبین۔ شمائلہ سرور۔ شمائلہ کوثر۔ شمس الدین۔ شمس۔ شمشاد۔ شمع۔ شمیم آرا شمیم۔ شہاب۔ شہاب۔ شہباز جاوید۔ شہباز۔ شہزاد فاروق۔ شہزاد احمد۔ شہزاد گل۔ شہزادہ علی اکبر۔ شہناز اختر۔ شہناز بی بی۔ شہناز خالد مرحوم۔ شہناز۔ شیبا اظہر۔ شیخ عمران۔ شاہدہ پروین۔ شاہدہ۔ شمیم میر۔ شہریار علی۔ شہزادی۔ شہناز اختر۔ شہناز۔ شاہین۔ شفقت پروین۔ شفیق۔ شکیلہ۔ شمائلہ۔ شمع پروین۔ شمیم حق۔ شمیم خالد۔ شہزاد پرویز۔ شہلا۔ شبنیلہ۔ شیراز۔ صابرہ بی بی۔ صائمہ فیصل۔ صائمہ ذوہیب۔ صدف علی۔ طارق۔ طاہرہ۔ طیبہ۔ ظفر۔ عابد محمود۔ عابدہ پروین۔ عابدہ۔ عالیہ۔ عامر۔ عائشہ اکرام۔ عائشہ مظہر۔ عائشہ ندیم۔ عابدہ۔ عادل۔ عائشہ خلیل۔ عائشہ۔ عابد علی۔ عارف علی۔ عارفہ حنین۔ عارف سعید احمد۔ عامر رضوان۔ عائشہ حماد۔ عائشہ خان۔ عائشہ خان۔ عبدالحفیظ۔ عبدالحنان۔ عبدالخالق۔ عبدالرافع علی۔ عبدالرزاق۔ عبداللہ۔ عبدالمجید۔ عبدالمغیث۔ عبدالوہاب۔ عتیق الرحمن۔ عدنان خان۔ عدنان۔ عزم۔ عدیل۔ عزم عامر۔ عاصمہ

سمیرا۔ عالیہ۔ عبدالخالق۔ عبداللہ۔ عبدالنافع۔ عبدالغنی۔ عزیز احمد۔ علی احمد صدیقی۔ عمر فاروق۔ عمران عباس۔ عمران۔ عمیر خان۔ عمیر عالم۔ عنبر۔ غلام محمد۔ عاصم رشید۔ عاصمہ شوکت۔ عاصمہ نسیم۔ عامر شہزاد۔ عبدالستار۔ عبداللہ۔ عثمان طاہر۔ عدیل راجہ۔ عظمیٰ آصف۔ عظمیٰ نسیم۔ عظیم زائمہ۔ علی وقاص۔ عمارہ عثمان۔ عمران شوکت۔ عائشہ جاوید۔ عبدالرحمن۔ عبداللہ۔ عثمان۔ عدنان۔ عذرا۔ عرشیہ عطیہ نعمان۔ عرفان الحق۔ عرفان۔ عروج۔ عریشہ جنید۔ عزیز۔ عشرت زاہد۔ علی حسن۔ علیزہ فاطمہ۔ علینہ جنید۔ علی۔ علی احمد۔ عمارہ الطاف۔ عمران۔ عمر۔ عندلیب۔ عینی۔ غفران۔ غلام محمد۔ فاران۔ فارحہ۔ فاروق۔ فاریہ۔ فاطمہ۔ فائزہ انیس۔ فائزہ۔ فرحان الحق۔ فرحان۔ فرحت۔ فرحیہ۔ فردوس۔ فرزانہ کنول۔ فریال۔ فرید احمد۔ فریدہ۔ فضاء۔ فیصل رفیق۔ قاسم۔ قرۃ العین۔ قیصر محمود۔ کامران۔ کریم بی بی۔ کلثوم۔ کنول۔ کنیزہ۔ کوثر پرویز۔ کوثر۔ لاریب۔ ماریہ۔ ماہ رخ۔ مجتبیٰ۔ محسن طارق۔ محسن علی۔ محمد ارسلان۔ محمد حفیظ۔ محمد علی۔ محمد فاروق۔ محمد یعقوب۔ مرتضیٰ کاشف۔ مریم منظور۔ مزمل بی بی۔ مزمل رسول۔ مسرت شاہد۔ مسرت جہاں۔ مسرت منظور۔ مسز کوثر خالد۔ مصباح قمر۔ محمد اختر۔ محمد اسد۔ محمد ثاقب۔ محمد خالد۔ محمد رمضان۔ محمد ایصال۔ محمد اشرف۔ محمد ضیاء۔ محمد عبدالخالق۔ محمد نعیم چوہدری۔ محمد پرویز عالم۔ محمد عظیم۔ محمد قمر۔ مسز دلاور۔ مسز سلیم۔ مسز شبانہ عمر۔ مظفر۔ معاذ احمد۔ محمد شریف۔ محمد شکیل۔ محمد شہباز۔ محمد صابر۔ محمد ظہیر۔ محمد کفیل۔ مختار احمد۔ مدثر لطیف۔ مشعل۔ مہرین۔ مصباح علی۔ مظہر علی۔ مقبول بی بی۔ ممتاز احمد۔ ممتاز بیگم۔ منزہ۔ منور طارق۔ منیرہ بی بی۔ منیر احمد۔ منیزہ۔ مہوش۔ میاں غفور۔ میرب خالد رفعت۔ نادیہ۔ نائمہ۔ ناہید۔ ندیم ہاشمی۔ نذیر بیگم۔ نرگس سلطانہ۔ نسرین اختر۔ نسرین اکرام۔ نسرین۔ نسیم اختر۔ نسیمہ مظہر۔ نسیمہ۔ نصرت شہریار۔ نصرت منظور شاہ۔ نصرت۔ نظام الدین۔ نعمان طارق۔ نعمانہ یعقوب۔ نور الدین۔ نورین نعمان۔ نورین خورشید۔ وحیدہ۔ وقار۔ وقاص۔ ولید۔ ہادیہ۔ تسنیم۔ ہانیہ۔ یونس۔

حیدرآباد:۔احسان الحق۔ احمد رضا۔ احمد فیاض۔ اخلاق حسین۔ ارباب جہاں۔ ارشد علی۔ ارشد۔ اسامہ سعید۔ اسامہ اشرف۔ اصغری بیگم۔ اظہر۔ اعجاز۔ اقبال۔ اقراء۔ اکرام یوسف۔ اللہ وتہ۔ امجد علی۔ امجد احمد۔ امداد حسین۔ امین وحید۔ انعام احمد۔ انیس احمد۔ ایاز۔ آسیہ خانم۔ آفتاب۔ بشیر۔ بینا پاشا۔ ثوبیہ۔ جاوید بھٹی۔ جاوید۔ جمال الدین۔ جمیل خان۔ چندہ بی بی۔ حاجی عبدالغفور۔ حافظ طاہر۔ حبیب۔ جیلانی۔ حسنین احمد۔ حماد رشد۔ خالد مسعود۔ خدیجہ۔ خلیل احمد خان۔ خورشید عفت۔ دانیال علی۔ دانیال محمد۔ درخشاں علی۔ ڈاکٹر سردار احمد۔ ذوالفقار احمد۔ ذیشان فیصل۔ رابعہ رمضان۔ رابعہ ضیاء۔ راجہ آصف شاہ۔ راشدہ جمیل۔ رحمت بی بی۔ رضوان۔ رضیہ بیگم۔ رفاقت۔ روبینہ۔ ریاست۔ ریحان الدین۔ ریحانہ انتخاب۔ زوہیب۔ زہرہ خاتون۔ زہرہ۔ زیب۔ زیتون۔ ساجد علی۔ واجد علی۔ سدرہ۔ سعدیہ۔ سلمان۔ سمیرہ۔ سمیرا رشد۔ سنی۔ سید اشفاق۔ سید ایوب علی۔ سیما خاتون۔ شہناز کنول۔ شاہدہ نسرین۔ شاہین۔ شبانہ۔ شجاعت۔ شرجیل علی۔ شریفاں بی بی۔ شریف۔ شمائلہ۔ شمیم اختر۔ شمیم اشفاق۔ شمیم رؤف۔ شہاب۔ شہباز۔ شہزادیٹ۔ شیراز۔ صائمہ عفت۔ صائمہ ریاض۔ صدف عینی۔ صدیقہ نایاب۔ صفیہ۔ طاہرہ علی۔ ظفر احمد حسن۔ عابدہ۔ عارفہ صدیقی۔ عاصمہ کوثر۔ عاصمہ طارق۔ عاطف قمر۔ عاطف۔ عائشہ اشفاق۔ عائشہ۔ عبدالرشید۔ عبدالغفار۔ عبداللہ۔ عبدالہادی۔ عتیق۔ عدنان وسیم۔ عدیلہ عفت۔ عدیلہ۔ عرفان اکرام۔ عرفان محبوب۔ عروس فاطمہ۔ عزیز۔ عفت یاسمین۔ عفت جہاں۔ شازیہ۔ عقیل احمد خان۔ علی احمد۔ علی حسن۔ عمیر مشتاق۔ غفران۔ غلام مدنی۔ فاطمہ۔ فائزہ۔ فدا حنیف۔ فرح ناز۔ فرحت حسین۔ فضیلہ۔ فوزیہ۔ فہد۔ فہمیدہ۔ فہیم۔ قاسم جیلانی۔ قمر النساء۔ قمر کاشف۔ کاشف اسماعیل۔ کوثر۔ کہکشاں۔ گلناز۔ گل افشاں۔ ماجد۔ ماریہ۔ محسن۔ محمد احسان الحق۔ محمد احسن۔ محمد احمد۔ محمد افضل۔ محمد اکرم۔ محمد الیاس۔ محمد امیر۔ محمد بشیر۔ محمد جواد۔ محمد حسین۔ محمد حمزہ غنی۔ محمد رفیق۔ محمد سلیم۔ محمد صالح۔ محمد صدیق۔ محمد عمر۔ محمد عمیر ذیشان۔ محمد مختار۔ محمد ناصر۔ محمد ارشاد علی۔ مختار احمد۔ مختار۔ مدیحہ۔ مزمل۔ مشتاق احمد مطلوب حسین۔ مظہر حسین۔ معروف عالم۔ مقرب۔ مقصود احمد۔ منور سرور۔ منیزہ۔ مہتاب۔ مہر جمیل۔ مہوش۔ نادیہ اعجاز۔ نادیہ جیلانی۔ نازش نواز۔ نازیہ۔ نائلہ۔ نجم علی۔ ندیم یعقوب۔ نذیر خان۔ نزہت عارف۔ نسیم اختر۔ نسیم اطہر۔ نشاط انوار۔ نصیب النساء۔ نصیب خان۔ نصیر۔ نعیم عاقل۔ نعیم سرور۔ نکہت۔ نورِ ناہید۔ نوید سرور۔ وسیم۔ ہاجرہ پرویز۔ ہارون۔ سائرہ خان۔

لاہور:۔احمد سیمین۔ اظہر اقبال۔ احمد نسیم۔ احمد ارسلان۔ ارشاد۔ ارشاد۔ اسد اللہ۔ اسد علی۔ اعجاز احمد۔ اعجاز۔ اقبال احمد۔ اقبال۔ اقصیٰ منصور۔ الطاف۔ ام سلمیٰ۔ امتیاز۔ امجد جعفری۔ انس۔ آسیہ۔ آصفہ ناز۔ بابر۔ بتول۔ بشریٰ۔ پاشا۔ پرویز اقبال۔ تاج۔ ثمینہ احمد۔ ثمینہ ناز۔ ثریا خالد۔ ثمن جواد۔ ثناء گل۔ جان محمد۔ جلیل الدین مرحوم۔ جمیلہ۔ جہانگیر۔ حارث ضمیر۔ حارث۔ حرا۔ حسینہ۔ حماد۔ حمیدہ۔ خرم۔ خطیب۔ خورشید بیگم۔ دانش سلیم۔ دانش۔ درخشاں۔ درمین احمد۔ دلشاد۔ رابعہ۔ راجہ۔ راحت۔ راحیلہ۔ راشدہ۔ رخسانہ۔ رخسانہ فاروق۔ رضوان۔ رفاقت۔ رفیق۔ روبینہ۔ روزی۔ زرینہ۔ زہرہ۔ زہرہ۔ زین العابدین۔ زینب۔ ساجدہ۔ سجاد۔ سلام۔ سلطان۔ سلمان۔ سلمیٰ بیگم۔ سلیمان۔ سمیرا سلیم احمد۔ سمرین مختیار۔

سونیا گل۔ سہیلہ انصار۔ سہیل۔ سیدہ خورشید بیگم۔ شازیہ نسیم۔ شازیہ کنول۔ شاہ عالم۔ شاہد نسرین۔ شاہدہ۔ شاہنواز۔ شبیر احمد۔ شرمین کنول۔ شریفہ۔ شفقت علی شاہ۔ شکیلہ الیاس۔ شکیلہ بیگم۔ شمشاد۔ شمیم جہاں۔ شمیم۔ شہاب۔ شہزاد اسامہ۔ شہزادہ علی اکبر۔ شہزاد۔ شہناز اختر۔ شہناز بی بی۔ شہناز حسین مرحوم۔ شہناز خالد۔ شہناز علی۔ شیبا۔ صابر۔ صادق مرحوم۔ صدف۔ صفیہ بیگم۔ صوفی محمد زمان۔ طلعت۔ ظہیر بیگم۔ ظہیر بیگم۔ عاصمہ۔ عالمگیر۔ عالیہ۔ عامر حسین۔ عامر شیخ۔ عامر۔ عائشہ خان۔ عائشہ حسن۔ عائشہ اطہر۔ عباس۔ عبدالسمیع۔ عبدالجبار۔ عبدالخالق۔ عبدالرحیم۔ عبدالغفار میمن۔ عبدالغنی۔ عبید۔ عبداللہ۔ عبدالمجید۔ عبدالوحید۔ عتیق رانا۔ عتیق حمید۔ عدیلہ نواز۔ عدیل وہاب۔ عروج۔ علیم الدین۔ علیم تیمور۔ علیم حسن۔ غزالہ بھابھی۔ غلام فاطمہ۔ فاطمہ دلشاد۔ فاطمہ۔ فرح نوشین۔ فرحین۔ فرزانہ۔ فرح طاہر۔ فرقان۔ فریدہ جلال۔ فریدہ۔ فوزیہ شاہد۔ فوزیہ۔ قاسم۔ کائنات۔ کنیز فاطمہ۔ کوثر باجی۔ کوثر پروین۔ کہف۔ لاریب قمر۔ لائبہ شمیم۔ ماریہ انعم۔ ماریہ ارشد۔ محسن خان۔ محسن۔ محمد امیر۔ محمد توفیق۔ محمد رفیق۔ محمد شفیق۔ محمد شہزاد۔ محمد ظفر۔ محمد کریم۔ محمد لطیف۔ محمد نعیم۔ محمد فیصل۔ محمد یوسف۔ محمود۔ مدیحہ۔ مسرت۔ مسکان۔ منیف توصیف۔ مہناز اختر۔ مہوش۔ میر محمد۔ نازش مراد۔ نازش۔ نازیہ شہراز۔ نازیہ شہباز۔ نازیہ حماد۔ ناز۔ ناصر۔ نائلہ خان۔ نائلہ زوہیب۔ نایاب۔ ندا کنول۔ نساء۔ نسرین احمد۔ نسرین شاہد۔ نسرین بانو۔ نسیمہ شاہین۔ نصرت۔ نعیمہ۔ نگہت۔ نور زادی۔ واصف۔ واصل۔ وقار احمد۔ واجد حنفی۔ وجاہت ریاض۔ وردہ احمد۔ وردہ سلیم۔ وسیع اکرم۔ ہاجرہ۔ ہارون ارشد۔ ہارون شہباز۔ ہارون دلاور۔ ہاشم۔ ہما فراز۔ یوسف مصطفی۔ یونس۔ یوسف محبوب۔ یاسمین۔ یاسمین۔ یاسین۔ یونس۔

راولپنڈی/اسلام آباد :- آصف جاوید۔ آصفہ خان۔ آصف عباس۔ اویس محمد ملک۔ باجی نگہت پروین۔ بشیر بیگم۔ بلاول حسین۔ بنتِ حوا۔ بہروز حیدر۔ بینش حسن۔ بینش عامر۔ تاج۔ تنویر اقبال۔ ثریا۔ ثوبیہ تبسم۔ حافظ مہناز۔ حسن اختر۔ حمیدہ۔ حمیرا۔ خالد محمود اعوان۔ خالدہ بی بی۔ خالدہ بیگم۔ خورشید بی بی۔ خورشید بی بی۔ یوسف۔ خورشید بیگم۔ دانیال۔ محمد ذوالفقار۔ ذیشان محمد ملک۔ راحیمہ بی بی۔ رافع۔ راؤ محمد اقبال۔ رحمت بی بی۔ رحیم جان۔ رضیہ بیگم۔ اجمل۔ رقیہ بی بی۔ اشرف روبینہ۔ ریحانہ بی بی۔ ریحانہ۔ زبیدہ بی بی۔ زبیدہ۔ زینب بی بی۔ سائرہ۔ سبط الحسن۔ سبین۔ سحرش شہزاد۔ سرداراں بانو۔ سرداراں بی بی۔ سرور جان۔ سعدیہ۔ سکندر اعوان۔ سکندر خان۔ سکینہ بی بی۔ سلطانہ بیگم۔ سلمان حیدر۔ سلیم حیدر۔ شازیہ۔ شانزہ کنول۔ شائستہ۔ شاہداں بی بی۔ شبانہ رشید۔ شبانہ۔ شبیر۔ شبیہہ کمال۔

شرجیل۔ شفقت۔ شگفتہ ناز۔ شمسہ بی بی۔ شمسہ حسن۔ شمیم اختر۔ شمیم۔ شہناز بلوچ۔ شیداں بی بی۔ صائمہ ملک۔ صائمہ۔ صدیقہ بیگم۔ صفورہ بیگم۔ صفیہ بیگم۔ طاہر سعید۔ طاہر محمود۔ ظہیر عباس بٹ۔ عابدہ پروین۔ عاشق حسین بٹ۔ عاصمہ طاہر۔ عامر حسین بٹ۔ عامر حسین قریشی۔ عائشہ اقبال۔ عائشہ حسن۔ عائشہ مسعود۔ عبدالقادر۔ عبدالزاق۔ عبدالعزیز۔ عبدالقدیر۔ عبدالمعید۔ عبیدہ اللہ۔ عدنان۔ عذرا سلطانہ۔ عذرا۔ عصمت حسین۔ علی حسن۔ عمران جاوید۔ عمران۔ فاطمہ تبسم۔ فائزہ مجاہد۔ فائزہ حسن۔ فتح بی بی۔ فرح اقبال۔ فرحت یاسمین۔ فوزیہ اشرف۔ فیروزہ بی بی۔ قدسیہ۔ قمر عباس بٹ۔ قمر فاروق۔ قیصرہ بی بی۔ کاشف جاوید۔ کاشف۔ کامران جاوید۔ گل فرین۔ ماہ رخ۔ مبارک الٰہی۔ محمد اذکار۔ محمد اشرف۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد ذیشان۔ محمد رفیق۔ محمد شہباز۔ محمد عابد۔ محمد علی بٹ۔ محمد عمر۔ محمد فراحت۔ محمد مختار۔ محمد نذیر۔ محمد یعقوب۔ محمد یوسف۔ محمودہ بیگم۔ مختار ملک۔ مسرت۔ مسعودہ۔ مسعود احمد گل۔ مصباح۔ مظفر بی بی۔ مظفر بیگم۔ ممتاز بیگم۔ منیر احمد۔ موحد۔ مومنہ احمد۔ مہوش شاہد۔ فاطمہ طاہر۔ ناصر خان۔ ناہید حمید۔ نجیب۔ ندیم احمد۔ ندیم حمید۔ نساء بی بی۔ نسرین بی بی۔ نسرینہ۔ نسیم اختر۔ نسیم بیگم۔ نصرت بی بی۔ نصرت پروین۔ نصرت کمال۔ نعمان حسن۔ نعیم احمد۔ نعیم حمید۔ نقاش حسن۔ نگہت ملک۔ نور جہاں۔ نوشابہ خان۔ نوید حمید۔

فیصل آباد:- آسیہ سرفراز۔ آفتاب جمال۔ اللہ بخش۔ احمد حسنین۔ احمد سلمان۔ احمد مسعود۔ ارشد فیاض۔ ارم خوشنود۔ ارم شاہین۔ اریبہ اسد۔ اسماء مسعود۔ افشاں صادق۔ اقراء اختر۔ اُم حبیبہ۔ اُم کلثوم۔ انجم بلال۔ انجم سرفراز۔ انجم۔ انور خان۔ انور مقصور۔ باسط عزیز۔ بشریٰ جاوید۔ بشریٰ شیخ۔ پروین اختر۔ تحریم شیخ۔ تنویر احمد۔ جابر حفیظ۔ جاوید اقبال۔ جمیل اختر۔ حاجی عزیز۔ حریم شیخ۔ حمیرا یاسمین۔ خالد محمود۔ خالد محمود۔ خرم سرفراز۔ خوشنود احمد۔ ذکیہ۔ ذوالفقار علی۔ ذیشان فاروقی۔ رئیسہ خاتون۔ راج بیگم۔ راحت حسین۔ راشد گل۔ راشد منیر۔ رضوان احمد۔ رضوان۔ رفعت شاہین۔ رقیہ شاہین۔ روبینہ شاہین۔ زاہد وسیم۔ زاہدہ یاسمین۔ زاہد احمد۔ زرین تاج۔ زیب النساء۔ ساجد جاوید۔ ساجد حسین۔ ساجد علی۔ ساجد منیر۔ سرفراز اللہ خان۔ سرفراز خان۔ سعد حسین۔ سعدیہ کنول۔ سعید۔ شازیہ اعظم۔ شازیہ ماجد۔ شاہ میر۔ شاہد اقبال۔ شاہدہ یاسمین۔ شیراز۔ صفیہ۔ طارق محمود۔ عابدہ صادق۔ عاشر رفیق۔ عاطف اسماعیل۔ عامر اقبال۔ عباس فارقی۔ عبدالرزاق۔ عبدالرشید۔ عبدالسلام۔ عبدالمالک۔ عدنان۔ عدیل اختر۔ عذرا مقصود۔ عذرا نواز۔ عرفات احمد۔ عرفان فاروقی۔ عظمٰی نیاز۔ علی عمران۔ عمران خان۔ عنبر ارم۔ عنبرین اسلم۔ فدا۔ فرخ زوہیب۔ فیصل خوشنود۔ گلاب دین۔ گلزار بی بی۔ گلفرین ظہور۔

گلنار عظیم۔ لبنیٰ شاہین۔ محسن۔ محمد اختر۔ محمد ارشاد۔ محمد اسلم۔ محمد آصف۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد شفیع۔ محمد شفیق۔ محمد شکیل۔ محمد صادق۔ محمد عثمان۔ محمد عزیز۔ محمد عظیم۔ محمد مسکن۔ محمد نعمان۔ محمد نواز۔ مدثر احمد۔ مریم جان۔ مسرت جہاں۔ مصباح۔ ملک عابد۔ مہرین شیخ۔ مہرین فاطمہ۔ میاں محمد۔ نازیہ حکیم۔ نازیہ کنول۔ نصیر احمد۔ نصیر الدین۔ نعمان۔ نگہت جبیں۔ نگہت طاہرہ۔ نور خانم۔ نورالبشر۔ نورین فاطمہ۔ نوشین اسلم۔ نوید اسلم۔ نوید حسین۔ نویدہ۔ وقار احمد۔ وقاص شاہد۔ وقار عدیل۔ یاسمین اختر۔

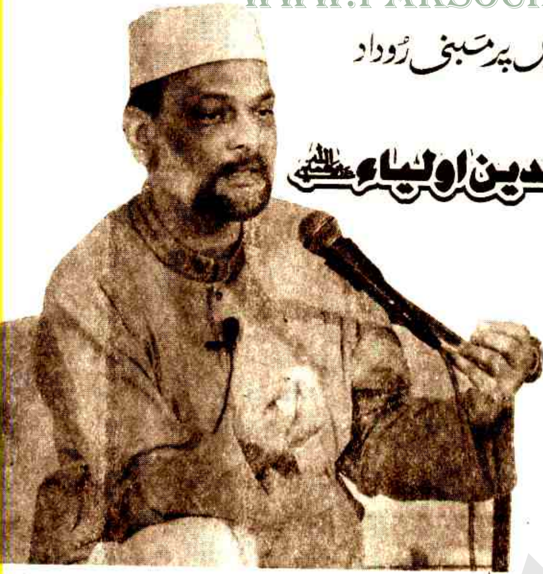
ملتان: - آپا منظور النساء۔ ارسلان۔ ارشد۔ ارم۔ اسد۔ اسلم۔ آصف۔ افروز۔ اقبال۔ امام الدین۔ امان اللہ۔ آمنہ۔ امیر گل۔ امیر خان۔ انیلا۔ بشیر۔ ثمینہ۔ جان محمد۔ جعفر۔ حاجی غلام رسول۔ حافظ قربان۔ حسن بخش۔ حسن علی۔ حسین علی۔ حلیم۔ حماد۔ خدیجہ۔ دانش نیاز۔ دلنواز۔ دین محمد۔ ذوالفقار۔ رابعہ رضوانہ۔ راحیلہ۔ رخسانہ۔ رضیہ۔ رمضان۔ روشن۔ ریحانہ۔ ریشم۔ ساجد۔ سبحان بیگم۔ سجاد حسین۔ سجاد علی۔ سعید۔ سکندر۔ سلیم خان۔ سلیم احمد۔ سلیمان۔ سمیر۔ سمیع اللہ۔ سمیع۔ سوحیل۔ سونیا۔ شائستہ۔ شازیہ۔ شاہد علی۔ شاہنواز۔ شبیر۔ شمائلہ۔ شمشاد۔ شہناز۔ صبور۔ صدوری۔ الطاف۔ عائشہ۔ عابد جتوئی۔ عابدہ۔ عامر۔ عبدالغنی۔ عبدالقدیر۔ عبدالمالک۔ عثمان۔ عطاء اللہ۔ علی گوہر۔ عمار۔ غزل۔ غوث بخش۔ فاضل۔ فاطمہ۔ فرزانہ ارشد۔ قرۃ العین۔ کائنات۔ گل شیر۔ ماروی۔ ماریہ۔ مبارک علی۔ مجتبیٰ شاہ۔ محسن عباسی۔ ملک طاہر۔ منظور احمد۔ منظور الدین۔ منور۔ مہران۔ میرزادی۔ نازیہ۔ ناہید۔ نعیم۔ نواب خاتون۔ نور محمد۔ نوید۔ نیاز محمد خان۔ نیک محمد۔ وحید۔ وقار۔

سیالکوٹ: - آمنہ۔ ابرار خان۔ اجمل بٹ۔ اجمل رسول۔ احمد حسین عابد۔ ارشاد بی بی۔ ارشاد بیگم۔ اُسامہ تیمور بن سعید۔ اسلم۔ اسماء قمر۔ اقبال بیگم۔ اقبال شاہد۔ امجد عباس۔ امینہ بیگم۔ امینہ ظافر۔ ایمنا عمیر۔ انیلہ جاوید۔ اویس۔ بشارت۔ بلال۔ بیگم اسلم۔ تسنیم۔ تنزیلہ۔ تنویر عباس۔ ثاقب۔ ثریا بیگم۔ ثمینہ کوثر۔ ثمینہ جواد۔ جمشید ریاض۔ جمیلہ۔ جواد۔ چوہدری ریاض۔ چوہدری غلام نبی۔ چوہدری فرخ۔ چوہدری لیاقت۔ چوہدری محمد اکرم۔ حافظ نعمان۔ حسن علی۔ حلیمہ۔ حنا خانم۔ حنا جمیل۔ حنان۔ خالد۔ رحیم۔ رخسانہ۔ رخشندہ اعجاز۔ رضوانہ بی بی۔ رضیہ بیگم۔ رقیہ حامد۔ رمنہ۔ روبینہ۔ روزینہ۔ زرینہ۔ زینت۔ ساجد۔ ساجدہ۔ ستارہ جبیں۔ سجاد۔ سدرہ۔ سرفراز۔ سعدیہ پروین۔ سعیدہ۔ سفینہ۔ سلمیٰ ظفر۔ سلمیٰ۔ شازیہ۔ شاہد اقبال۔ شاہد فاروق۔ شاہدہ پروین۔ شریف۔ شگفتہ پروین۔ شمائلہ۔ شمشیر۔ شمیم۔ شہباز بیگم۔ شہباز۔ شہداد خاں۔ شہلا۔ شہناز احمد۔ صائمہ خانم۔ صائمہ فیصل۔ صائمہ۔ صبا۔ صباء اکبر۔ طاہر محمود۔ طاہرہ محمود۔ طاہرہ

اصغر۔ طور فاطمہ۔ طیبہ۔ صائمہ۔ عائشہ۔ عارف۔ عاصم علی۔ عاصفہ حیدر۔ عبدالقدوس۔ عبدالرحمن۔ عبداللہ۔ عبدالرحمن۔ عبید انور۔ عتیق الرحمن۔ عرشیہ عمیر۔ عشرت۔ عطیہ نعمان۔ علی حسین۔ علی۔ علیشہ۔ غزالہ۔ غلام شبیر۔ فائقہ۔ فاطمہ۔ فرخ عماد۔ فرخ قاسم۔ فرزانہ۔ فضل بی بی۔ فوزیہ۔ فہیم۔ فیروزہ بی بی۔ فیصل حیات۔ قصرہ بانو۔ قمر النساء۔ کاشف جاوید۔ کاشف حیات۔ کامران اعجاز۔ کامران واجد۔ کلثوم بی بی۔ کوثر وہاب۔ کومل ریاض۔ کومل شاہ۔ کومل علی۔ گلشن ضمیر۔ لطیف خان۔ اللہ دتہ۔ اللہ رکھا۔ مبشر علی نصرت جمیل۔ متی الرحمن۔ مجاہد ظفر۔ مجید مجاہد۔ محسن خان۔ محمد اسلم راحت۔ محمد اکرم۔ محمد حنیف۔ محمد رفیق۔ محمد ظفر اقبال۔ محمد نعیم۔ محمد وسیم۔ محمد یٰسین حامد۔ محمد یٰسین۔ مدثر فرید۔ مریم۔ مزمل فرید۔ مصطفیٰ چوہدری۔ ملک جبار۔ ممتاز۔ منان۔ مہوش۔ نادیہ۔ ناہید اختر۔ نجمہ۔ نسرین۔ نسیم۔ نصرت۔ نعمان طارق۔ نعیم۔ نورین نعمان۔ نوید طاہر۔ نویدہ طاہر۔ ولید خالد۔ ڈاکٹر لبنیٰ۔ ہمنہ شاہد۔

گجرات: - آغا شاہد۔ ارشاد بی بی۔ امتیاز۔ بابر صدیق۔ بلقیس اختر۔ تنویر المصطفیٰ۔ تنویر حسین۔ جاوید جمشید۔ جاوید اقبال۔ جاوید احمد۔ جمال بی بی۔ حافظ محمد اصغر۔ حسین بی بی۔ حکیم محمد ارشد۔ خورشید بی بی۔ داؤد احمد۔ رابعہ بی بی۔ راشد محمود۔ رضوان علی۔ رضیہ بیگم۔ رفعت زاہد۔ زرینہ اختر۔ سائرہ۔ ساجدہ۔ سارہ۔ سرداراں بی بی۔ سعید اختر۔ سعیدہ بانو۔ سکینہ بی بی۔ سلیم احمد۔ شاہ بیگم۔ شاہد صدیق۔ شریف بی بی۔ شمائلہ جبین۔ شمیم ہارون۔ شہناز کوثر۔ شہناز۔ صفدر حسین۔ صفیہ بیگم۔ صفیہ ناز۔ طاہر اصغر۔ طیبہ عنصر۔ ظفر اقبال۔ ظہیر اقبال۔ عالیہ بانو۔ عارفہ جبین۔ عامر شاہ۔ عبدالغفار۔ عنبرین۔ غلام فاطمہ۔ فیاض حسین۔ قمر سلطانہ۔ کاشف مجاہد۔ مبشر حسین۔ محمد اشرف۔ محمد شفیق۔ محمد عامر۔ محمد کاشف۔ محمد نواز۔ محمد یوسف۔ محمد یونس بٹ۔ مدیحہ شاہانہ فاروق۔ مرزا بشیر احمد۔ مسز پروین۔ مقبول احمد۔ مقصودہ۔ ملک محمد انوار۔ منظوری بی بی۔ نایاب۔ نجمہ النساء۔ ندیم اختر۔ نذیر بی بی۔ نفیسہ بی بی۔ نگہت بی بی۔ نوید اختر۔ ڈاکٹر سلیم۔ ڈاکٹر غلام ربانی۔ ہارون جلیل۔ یاسر اقبال۔

سکھر: - اعجاز ملک۔ اقبال مرتضیٰ۔ الیاس۔ امبر حبیب۔ ایمن۔ بلال احمد۔ بی بی فاطمہ۔ بینش شفیع۔ پروین۔ ثریا خان۔ ثناء جمیل حسین۔ جویریہ اسد۔ حمیرہ۔ رانی۔ رخسانہ حبیب۔ رضیہ بیگم۔ ریحانہ۔ زرینہ بانو۔ سعدیہ۔ سلمیٰ۔ سمیرا بانو۔ سید عظمت علی شاہ۔ سیمہ صدف۔ شازیہ۔ شبینہ کوثر۔ شکیلہ اسد۔ شہناز خانم۔ شیر گل۔ صالحہ۔ صالم منیر۔ صائمہ۔ صدف عمران۔ صنم۔ صوبیہ گل خان۔ صوبیہ ریحان۔ عبدالحفیظ۔ عیشیٰ۔ فرح ناز۔ فرزانہ جمیل۔ فوزیہ فیض۔ کاشف۔ کنزہ۔ محمد اسلم۔ محمد اشرف۔ محمد پرویز۔ محمد حفیظ۔



افق

روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی رُوداد

یومِ وصال
حضرت بابا تاج الدین اولیاءؒ

رپورٹ: آصف کامران تصاویر: عبدالرحمان

سلسلہ عظیمیہ کے زیرِ اہتمام بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے یومِ وصال کی تقریب 17 اگست 2014ء بروز اتوار، عظیمیہ جامع مسجد سرجانی ٹاؤن، کراچی میں منعقد ہوئی۔

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "بابا تاج الدینؒ جیسی برگزیدہ ہستیاں عوام کو عرفانِ الٰہی کے راستوں کی رہنمائی فرماتی ہیں۔ امام سلسلہ عظیمیہ قلندر بابا اولیاءؒ پر بابا تاج الدینؒ کی خصوصی شفقت اور نظر کرم رہی ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے مزید فرمایا کہ آج عالم اسلام کو جن چیلنجز اور سازشوں کا سامنا ہے ان کا حل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم کے وارث اولیاء کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کو تصوف کی تعلیمات دلائل اور جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے بتائیں۔ اس عمل کا آغاز اپنے گھروں سے کریں۔

قبل ازیں تقریب کا آغاز قاری کاشف قریشی نے تلاوتِ کلام پاک سے کیا۔ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کرنے کی سعادت جنید چشتی اور نوارہ مختار نے حاصل کی۔ زیرک عثمان، سید انعام، ذیشان ذاکر، جنید چشتی اور صدف نے بابا تاج الدینؒ کی شان میں منقبت پیش کی۔ پروفیسر احمد ظفر علی اور گل نسرین نے بابا تاج الدینؒ کی حیات، تعلیمات پر مقالے پیش کئے۔ پروگرام کے اختتام پر درود سلام کا نذرانہ پیش کیا۔







اسلام آباد: (رپورٹ: آصف جاوید)

مراقبہ ہال راولپنڈی اسلام آباد کے زیر اہتمام 17 اگست 2014ء کو حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کا یوم وصال عقیدت واحترام سے منایا گیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید اور بارگاہ نبوی ﷺ میں ہدیہ نعت سے ہوا، حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کی حیات و تعلیمات پر مقالے اور منقبت پیش کی گئیں۔ آخر میں نگراں مراقبہ ہال قاضی مقصود احمد نے خطاب کیا۔

سانگھڑ: (رپورٹ: محمد الیاس)



سلسلہ عظیمیہ، مراقبہ ہال سانگھڑ کے زیر اہتمام 17 اگست 2014ء بروز اتوار حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کا یوم وصال عقیدت واحترام سے منایا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا جس کی سعادت نصرت علی نے حاصل کی بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیہ نعت بہادر علی نے جبکہ منقبت اظہر حسین نے پیش کی۔ وحید احمد، فراز، ارشد علی، ڈاکٹر مہرین، یاسمین اور امبرین نے حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کی حیات وتعلیمات پر مقالے پیش کیے۔ آخر میں نگراں مراقبہ ہال شوکت علی نے خطاب کیا۔ نظامت کے فرائض غلام شبیر نے ادا کیے۔

گلاسگو۔ انگلینڈ:

سلسلہ عظیمیہ، مراقبہ ہال گلاسگو کے زیر اہتمام 17 اگست 2014ء کو حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کا یوم وصال منایا گیا۔ تلاوتِ قرآن مجید اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیہ نعت کے بعد قرآن مجید، درود شریف اور دیگر اوراد و وظائف کا ایصال و ثواب پیش کیا گیا۔ پروگرام کے اختتام پر درود سلام کا نذرانہ پیش کیا۔

آدم ڈے 2014ء

رپورٹ: مصباح قریشی تصاویر: محتشم قریشی



لندن، انگلینڈ:

ایسٹ ہیم ٹاؤن ہال لندن میں عظیمیہ فاؤنڈیشن اور مراقبہ ہال لندن کے زیرِ اہتمام آدم ڈے کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں مختلف مذاہب، عقائد اور مکاتبِ فکر کے درمیان ہم آہنگی، محبت اور بھائی چارہ کے فروغ پر زور دیا گیا۔ اس تقریب میں لارڈ قربان حسین، منسٹر پاکستان ایمبیسی ڈاکٹر اسرار حسین، میئر لوٹن کونسل محمد فاروق، کانسلر ندیم علی والتھم فارسٹ، کانسلر مسعود احمد، شاس شیہان (لبرل ڈیموکریٹ ومبلڈن)، پنڈت ارن کمار، پادری بریٹو بیلونڈرن، ریونڈ ہیمار تنا، تجویر سنگھ، ہرمیندر سنگھ، ربّی ڈیوڈ ہلبرٹ اور پادری ڈیسن ہال شریک ہوئے۔

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ خواجہ شمس الدین عظیمی نے اپنے ریکارڈ پیغام میں فرمایا۔" اللہ نے آدم کی تخلیق فرمائی تو شیطان نے اس کی مخالفت کی اور تکبر کا اظہار کیا۔ اسی لمحہ سے شیطانی طرزِ فکر کا آغاز ہوا جو آج بھی ہمارے معاشرے میں حسد، لالچ، نفرت اور تفرقہ بازی کی صورت میں موجود ہے۔ ہم سب آدم اور حوا کی اولاد ہونے کے ناطے بھائی بھائی ہیں۔

اس موقع پر مختلف مذاہب کے رہنماؤں اور نمائندوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور آدم ڈے کی تقریب کو سراہتے ہوئے کہا کہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم سب بلا تفریق مل جل کر رہیں اور ایک دوسرے کے کام آئیں۔ دورانِ پروگرام مشہور گلوکار روشن عباس اور ایفرو سیمفنی نے امن کے گیت پیش کیے۔ قبل ازیں پروگرام کا آغاز مدبر قریشی اور مہتشم قریشی نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ نگراں مراقبہ ہال لندن محمد علی شاہ نے مہمانوں کا استقبال کیا، عبدالرؤف نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ تقریب کے اختتام پر فرحان علی شاہ نے تمام مہمانوں اور کارکنان نے شکریہ ادا کیا۔

مانچسٹر، انگلینڈ:

سلسلۂ عظیمیہ کے زیرِ اہتمام شیریڈن سویٹ، مانچسٹر میں آدم ڈے کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں مختلف مذاہب، عقائد اور مکاتبِ فکر کے افراد نے



شرکت کی۔ اس تقریب میں مانچسٹر کی ڈپٹی لیفٹیننٹ کیرن فلپس، مانچسٹر کی لارڈ میئر سوزن کوئی، اولڈھم کے میئر فدا حسین، اسٹاک پورٹ کے میئر کیون ہوگ، یوریپین پارلیمنٹ کے رکن افضل خان کے علاوہ فادر فلک شیر، سریش مہتا، بیتھر فلیچر اور مولانا عبد الغفار مدنی نے اپنے اپنے مذاہب کی تعلیمات کے حوالے سے آدم کی اولاد میں اخوت اور بھائی چارہ کا تذکرہ کیا اور تمام انسانیت کے باہمی تعلق کو مضبوط کرنے پر زور دیا۔ سلسلۂ عظیمیہ کے مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے خصوصی خطاب کی ویڈیو دکھائی گئی۔

دوران پروگرام جرمی فلپس اور جانو کا انجیلا نے امن کے گیت پیش کیے۔ محمد صدیق اور ساتھیوں نے خداوند کریم کی حمد اور استغفار پر مبنی ایک گیت پیش کیا اور آسیہ ثمن نے صوفی کلام پر مبنی گیت پیش کیا۔

نیویارک، امریکہ:

مراقبہ ہال نیویارک کی جانب سے اس سال بھی آدم ڈے کی تقریب منعقد کی گئی۔ تقریب کا آغاز حنین ارشد نے قرآن پاک کی تلاوت سے کیا۔ تمائل ارشد نے ہدیہ نعت پیش کی۔ نگران مراقبہ ہال وقار عباس نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ یوم آدم کی مناسبت سے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کا ریکارڈڈ پیغام اسکرین پر پیش کیا گیا۔ اس موقع پر سینٹ پیٹرک چرچ کے فادر نکولس اوناگ، راحانی اسکالر فرینکلین بلیکر، ڈاکٹر ہرش بھاسن، میری میکلیر، ڈاکٹر ونود مہانی نے ہم آہنگی کے



متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا اس کے علاوہ ندیم احسن، سیدہ زارا، ہما خان، عرفہ خان، حمیمہ خان اور امرت فاطمہ نے مقالات پیش کیے۔

بقیہ: روحانی سوال جواب

ابعاد کے طول و عرض کو مشاہدہ ہی نہیں بلکہ ان کی مکانیت کو محسوس بھی کرتی ہے۔ ماہرین روحانیت اسی تمثل کو ہیولیٰ کہتے ہیں۔ دراصل یہ محسوسات کا ڈھانچہ ہے جس میں وہ تمام اجزائے ترتیبی موجود ہوتے ہیں۔ جن کا ایک قدم آگے بڑھنے کے بعد جسمانی آنکھ اور جسمانی لامسہ باقاعدہ احساس کرتا ہے۔ چیز کی موجودگی پہلے ایک تمثل یا ہیولیٰ کی شکل و صورت میں ہوتی ہے اس کو نسمہ مفرد کہتے



رشتے بہت مگر.....!!

☆☆☆

سوال: میری عمر پینتیس سال ہے۔ میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھے عہدے پر فائز ہوں۔ چند سال پہلے میری شادی ہوئی تھی۔ شوہر سے مستقل کشیدگی کی وجہ سے میں نے خلع لے لی تھی۔ اس سے میری ایک بیٹی ہے جو اب دو سال کی ہے۔

بیٹی کی نگہداشت کے لیے میں نے آیا رکھی ہوئی ہے جو میرے ساتھ ہی رہتی ہے۔ والد صاحب بچپن میں انتقال کر گئے تھے اور والدہ کا میری شادی کے بعد انتقال ہو گیا تھا۔ بہن بھائی اپنی اپنی دنیاؤں میں مگن ہیں۔

میں دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میرے کئی ایک رشتے بھی آئے ہیں لیکن زیادہ تر نے مجھ سے زیادہ میری جاب اور پیسے کو اہمیت دی۔ ایسے رشتوں کو میں نے منع کر دیا، کچھ رشتے میری بیٹی کی وجہ سے منع ہو گئے۔

میں چاہتی ہوں کہ میرا رشتہ کسی مخلص اور ایماندار شخص سے طے ہو جائے اور وہ مجھے میری بیٹی کے ساتھ قبول کر لیں۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ سورۂ بقرہ کی آیت 163 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اچھا رشتہ آنے اور ازدواجی خوشیاں اور راحت و پرسکون زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل نوے روز تک جاری رکھیں۔ ناغہ کے دن بعد میں پورے کر لیں۔

رات سونے سے پہلے گیارہ مرتبہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات، پانچ پانچ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر آنکھیں بند کر کے تصور کریں کہ آپ خانہ کعبہ کے صحن میں موجود ہیں۔ جب یہ تصور گہرا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا مقصد دل ہی دل میں بیان کریں۔

یہ عمل کم از کم اکیس روز تک یا چالیس روز تک جاری رکھیں۔ ناغہ کے دن بعد میں پورے کر لیں۔

شوہر کا غصہ....

☆☆☆

سوال: میری شادی کو تین سال ہو گئے

ہیں۔ شروع کے ان تین برسوں میں ایک دن بھی سکون سے نہیں گزرا۔ میرے شوہر غصے کے بہت تیز ہیں ۔ غصہ کی حالت میں انہیں ہوش نہیں رہتا کہ وہ کیا کررہے ہیں۔

کبھی کھانے میں کوئی چیز پسند نہ آئے یا ان کے مزاج کے مطابق کھانا نہ پکا ہو تو کھانا برتن سمیت دیوار پر ماردیتے ہیں۔ غصہ میں اکثر گلاس اور پلیٹیں بھی توڑتے رہتے ہیں۔

غصہ کرنے کی عادت انہیں شروع سے ہی ہے۔ والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے بہت لاڈ وپیار اور ناز نخرے سے ان کی پرورش ہوئی۔ میرے سسر اور ساس بھی ان کے غصے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔

اکثر خاندان کے لوگوں کے سامنے گھر کے کسی بھی فرد کی بے عزتی کردیتے ہیں ۔ گالیاں بکتے ہیں اور طعنے دیتے ہیں۔

میں شوہر کے غصے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ جب میں پہلی مرتبہ حمل سے تھی تو کسی بات پر شوہر نے غصے میں مجھ سے پہلے بدکلامی کی پھر گالیاں دیں اور پھر مجھے مارنے لگے۔ اس دوران انہوں نے مجھے لاتیں بھی ماریں۔ اس مار پیٹ کی وجہ سے اور میرے شدید خوف زدہ رہنے کے باعث چند ہفتوں بعد میرا حمل ضائع ہوگیا۔

اس کے بعد سے مجھے ان سے بہت خوف آنے لگا ہے۔ میں دوبارہ امید سے ہوں۔ اب میں ان کی ہر بات پر من وعن عمل کرتی ہوں پھر بھی وہ غصہ کرنے سے باز نہیں آتے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ دوبارہ غصے سے بے قابو نہ ہوجائیں اور میرا ماں بننے کا خواب ادھورا نہ رہ جائے۔

کوئی وظیفہ بتائیں کہ میرے شوہر کا غصہ کنٹرول ہوجائے۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 134 میں سے

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ O

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر شوہر کا تصور کرکے دم کردیں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

صبح اکتالیس مرتبہ اسم الٰہی یَا وَدُودُ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلائیں۔ یہ عمل اکیس روز تک جاری رکھیں۔

کئی بار توبہ کی لیکن....!

☆☆☆

سوال: میری عمر تیس سال ہے۔ میری جسمانی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ اس کی وجہ میری اپنی غلطیاں ہیں۔ میری طبیعت میں سستی رہتی ہے۔ گال پچکے ہوئے ہیں۔ آنکھیں دھنسی ہوئی ہے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑتی نظر آتی ہیں۔

میں کسی سے نظر ملا کر بات نہیں کرسکتا۔ لوگوں کے سامنے سر جھکا کر بیٹھا رہتا ہوں۔ مستقبل مزاجی اور خوداعتمادی کی بے انتہا کمی ہے۔ میں پندرہ سال کی عمر سے بے راہ روی کا شکار ہوں۔ کئی بار توبہ کی لیکن اس عادت کو چھوڑ نہیں پایا۔

جواب: صبح بہت سویرے بیدار ہوجائیں۔ شمال رخ کھڑے ہوکر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے گیارہ مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھیں۔ اس کے بعد اپنا رخ مشرق کی سمت کرلیں اور ناک سے آہستہ آہستہ سانس اندر لیں۔ جب سانس مکمل ہوجائے تو آہستہ آہستہ منہ کے

عظیمی ریکی سینٹر .... تاثرات

(محمد شاہنواز۔ کراچی)

میں ایک تعلیم یافتہ اور ذہین نوجوان ہوں مگر معلوم نہیں کیوں ملازمت کے لیے جہاں بھی انٹرویو دینے جاتا تھا تو دوران انٹرویو ایسا لگتا کہ ذہن خالی سلیٹ کی مانند ہو گیا ہے۔ مجھے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا۔ گھر والے اور دوست احساب اُمید دلانے کے بجائے ہر وقت تنقید کرتے رہتے۔ اس دور میں ذہنی سکون ختم ہو کر رہ گیا تھا اور میں ڈپریس رہنے لگا۔ دو سال کے بعد مجھے ایک جگہ ملازمت مل گئی لیکن ذہنی دباؤ کے سبب میں اپنے فرائض درست انداز میں سر انجام نہیں دے پایا۔ میرے ایک دوست نے میری ذہنی و نفسیاتی کیفیات جان کر مجھے مشورہ دیا کہ میں عظیمی ریکی سینٹر سے رجوع کروں۔ ریکی کے چند سیشن سے ہی میری ذہنی کیفیت میں بہتری آنے لگی۔ اعتماد میں اضافہ ہوا اور ڈپریشن میں بھی کمی آئی۔ میری اس مثبت تبدیلی کو گھر والوں اور دوستوں نے بھی محسوس کیا اور دفتر میں بھی میری کارکردگی بہتر ہوئی ہے۔

ذریعہ باہر نکال دیں۔ یہ عمل پانچ مرتبہ دہرائیں۔ اس کے بعد پندرہ منٹ واک کریں۔

کھانوں میں بادی، ثقیل اور گرم اشیاء مثلاً گائے کا گوشت، انڈہ، مچھلی وغیرہ استعمال نہ کریں۔

پنج وقتہ نماز کی پابندی کیجئے اور عشاء کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف اور گیارہ مرتبہ یاحی یاقیوم کا ورد کرکے آنکھیں بند کرکے تصور کریں کہ آپ کے چاروں طرف سبز رنگ کی روشنیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ مراقبہ بارہ تا پندرہ منٹ جاری رکھیں۔

اچھے دوستوں کی صحبت اختیار کریں۔ سیرت طیبہ اور صوفیاء کرام کے حالات پر مبنی کتب کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ آپ کو جذباتی تقاضوں کو اعتدال میں رکھنے میں کامیابی ہو جائے گی اور آپ کی صحت بہتر ہونے لگے گی۔

حسد کرنا چھوڑ دے

☆☆☆

سوال: ہم چار بہنیں ہیں۔ بڑی بہن کی عمر اڑتیس سال، اس سے چھوٹی کی عمر چھتیس سال، تیسری بہن کی عمر چونتیس سال اور میری عمر بتیس سال ہو گئی ہے۔

ہمارے والد کا بارہ سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ بڑی دو بہنیں والد صاحب کی بہت چہیتی تھیں۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد انہوں نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور خود گھر داری میں لگ گئیں۔ ہم دو چھوٹی بہنوں نے دن رات محنت کرکے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اب اچھی جگہ ملازمت کر رہی ہیں۔

بڑی دو بہنوں نے خود تو شادی نہیں کی لیکن ہمارا جب بھی رشتہ آتا ہے تو بڑی بہنیں گھر میں ایک طوفان کھڑا کر دیتی ہیں کہ رشتے کی بات آگے نہ چلے۔ اس کے لیے وہ ایسے ایسے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں کہ ہمیں بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ شاید وہ اس بات حسد کرتی ہیں کہ ہم اچھا پڑھ لکھ کر اچھی جگہ ملازمت کر رہی ہیں۔ اکثر والدہ صاحبہ سے جھوٹ بول کر ہمیں ذلیل کرواتی رہتی ہیں۔

ہم ایک عرصے سے یہ سب کچھ والدہ صاحبہ کی وجہ سے درگزر کر رہی ہیں مگر برداشت کی بھی ایک حد ہوتی

ہے۔ ہمارے گھر میں روز تو تو میں میں ہوتی رہتی ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ کوئی وظیفہ بتائیں کہ ہماری دونوں بڑی بہنیں ہماری مخالفت کرنا چھوڑ دیں اور ہمارے رشتوں کی بات خوش دلی سے چلنے دیں۔

جواب: آپ دونوں چھوٹی بہنیں صبح اور شام اکیس اکیس مرتبہ سورۂ النساء کی (4) آیت 53-54 تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پئیں۔

عشاء کی نماز کے بعد یا رات سونے سے پہلے سورہ اعراف (7) کی آیت نمبر 189 میں سے

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

تک گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اچھی جگہ رشتہ طے ہونے، خیر و عافیت کے ساتھ رخصتی اور خوشگوار ازدواجی زندگی کے لیے دعا کریں۔

حسب استطاعت صدقہ کرتی رہیں۔

دونوں بہنیں چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اسماء الٰہی یَا اَللّٰهُ حَفِيظُ يَا عَزِيزُ کا ورد کرتی رہیں۔

دبلا پن

☆☆☆

سوال: میری عمر پچیس سال ہے اور میرا قد چھ فٹ ہے۔ میں بہت دبلا پتلا ہوں جس وجہ سے میرے دوست مجھے لمبا اور کھمبا کہتے ہیں۔ اس طرح چھیڑنے سے مجھے بہت ذہنی اذیت ہوتی ہے۔ میری خوراک بھی اچھی ہے لیکن اس کے باوجود میں دبلا ہوں۔ گھر میں کوئی مہمان آجائے تو شرمندگی کی وجہ سے ان کے سامنے جانے سے کتراتا ہوں۔

آپ کوئی عمل بتائیں کہ میرا دبلا پن ختم ہو جائے۔

جواب: رات کے وقت بارہ دانے بادام اور تھوڑی سے کشمش اچھی طرح دھو کر ایک پیالی پانی میں رکھ دیں۔

صبح نہار منہ بادام چھیل کر اور کشمش ساتھ ملا کر اچھی طرح چبا کر کھائیں اس کے بعد ایک پیالی دودھ پی لیں۔

یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

صبح فجر کی نماز کے بعد کسی قریبی پارک یا میدان میں واک اور ہلکی پھلکی ورزش بھی کیجئے۔

جہیز کا سامان چوری ہو گیا....

☆☆☆

سوال: میرے شوہر سترہ گریڈ کے سرکاری ملازم تھے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک کوچنگ سینٹر بھی کھولا ہوا تھا جس سے معقول آمدنی ہو جایا کرتی تھی۔

میری تین بیٹیاں ہیں۔ بیٹا نہیں ہے۔ میرے شوہر نے ملازمت کے دوران بیٹیوں کے جہیز کی کافی ساری چیزیں اکھٹی کر لی تھی کہ جیسے ہی لڑکیوں کا رشتہ آئے فوراً شادی کر دیں گے۔

پچھلے سال ریٹائرمنٹ ملنے کے بعد میرے منع کرنے کے باوجود شوہر نے فیصلہ کیا دوسرے شہر جا کر روزگار کے لیے کوشش کریں گے۔

میرے شوہر کو ایک دوسرے شہر میں اچھی ملازمت مل گئی۔ ایک دن ہم دوسرے شہر میں منتقل ہوئے۔ شام کا وقت تھا، سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے کسی میں ہمت نہ تھی کہ سامان کھول کر سیٹ کریں۔ کھانا کھانے کے بعد سب جلد ہی سو گئے۔ رات گھر میں چور آئے اور ہمارا سامان چوری کر کے لے گئے۔ اس سامان میں وہ کپڑے اور زیور بھی شامل تھے جو میرے شوہر نے

اپنی دونوں بیٹیوں کے جہیز کے لیے جمع کئے تھے۔

اس واقع کے بعد سے میرے شوہر کو چپ لگ گئی ہے۔ میرا اور بیٹیوں کا رو رو کر برا حال ہو گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سفر ہمیں راس نہیں آیا۔ ہماری زندگی بھر کی کمائی ایک رات میں لٹ گئی۔

وقار صاحب....! آپ بتائیں کہ اب ہم کیا کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی صاحبزادیوں کو اچھے گھرانوں میں رشتے طے ہوں اور آپ اپنی بیٹیوں کے فرائض سے بہت احسن طریقے سے سبکدوش ہوں۔ آمین

جو سامان چوری ہوا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کا بہت اچھا بدل آپ کو نصیب ہو۔ آمین

آپ کا سامان دوسرے شہر منتقلی کے بعد چوری ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا حادثہ ہے جو کہیں بھی ہو سکتا تھا۔ دوسرے شہر منتقلی کے اپنے شوہر کے فیصلے کو اس حادثہ کا سبب قرار نہ دیں۔ اپنے شوہر کو الزام دینے کے بجائے ان کے ساتھ احترام سے پیش آئیں۔ ان کی ڈھارس بندھائیں۔

ہر نماز کے بعد 101 مرتبہ سورہ بقرہ کی آیت 156 کا آخری حصہ

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ O

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

احساس ذمہ داری

☆☆☆

سوال: ہم دو بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔ ہمارے والد صاحب کا دس سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ والد صاحب کے بعد سے بھائی کا رجحان دین کی طرف زیادہ ہو گیا۔ نماز روزے اور لوگوں کو سختی کے ساتھ نصیحت بھی کرنے لگا۔ رات بھر جاگتا ہے اور کئی وظائف بھی زیر ورد رکھتا ہے۔

گھر کا کوئی کام کاج نہیں کرتا۔ گھر کا سودا سلف لانے سے بھی منع کر دیتا ہے۔ پھر مجبوراً ہمیں بازار جانا پڑتا ہے۔ اس کے لیے ہم نے کئی جگہ ملازمت کی بہت کوششیں کیں ہیں لیکن کہیں بات نہیں بنتی۔

اس کا دل بہت سخت ہو گیا ہے۔ والدہ صاحبہ سمجھاتی ہیں تو اکثر لوگوں کے سامنے ہی والدہ سے بدتمیزی کرتا ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ آپ کوئی وظیفہ بتائیں کہ بھائی کو احساس ذمہ داری ہو اور وہ حقوق العباد ادا کرنے کی طرف توجہ دے۔

جواب: جب آپ کا بھائی گہری نیند میں ہو تو اس کے سرہانے اتنی آواز سے کہ آنکھ نہ کھلے اکیس مرتبہ سورہ شوریٰ (42) کی آیت نمبر 28 تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دم کر دیا کریں اور اس کے مزاج میں اصلاح اور اعتدال کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

ساس نندیں تنگ کرتی ہیں

☆☆☆

سوال: میری عمر پینتیس سال اور شوہر کی عمر بیالیس سال ہے۔ میری شادی کو دو سال ہو گئے ہیں۔ میری ایک پانچ ماہ کی بیٹی ہے۔ میری تین نندیں اور دو دیور ہیں۔ سسر بھی حیات ہیں لیکن گھر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس گھر میں صرف ساس اور تینوں نندوں کی چلتی ہے۔

بڑی نند نے مجھے پسند کیا تھا۔ انہیں بہت جلدی تھی اس لیے میری شادی کے ایک ماہ بعد ہوگئی۔ شادی کے بعد ساس اور نندوں نے میرا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ بات بے بات میری بے عزتی کرتی ہیں۔ میں دل سے سب کی خدمت کرتی ہوں۔

میرے سسر اور دیور کبھی کبھی میری تعریف کر دیتے ہیں تو ساس آگ بگولہ ہو جاتی ہیں۔ شوہر اپنی بہنوں کی بات تو توجہ سے سنتے ہیں اور میری باتوں پر اپنے کان بند کر لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس گھر میں رہنا ہے تو بڑی آپا جو کہتی ہیں وہ ہی تمہیں کرنا پڑے گا۔

میرے شوہر کئی ایک مرتبہ مجھے مار بھی چکے ہیں۔ اب نندوں نے نیا شوشا چھوڑا ہے کہ تم تو بوڑھی ہوگئی ہو۔ تمہارے چہرے پر جھریاں آگئی ہیں اور جسم لٹک گیا ہے۔ ہم اپنے بھائی کی دوسری شادی کریں گے۔

ایک مہینہ ہو گیا ہے۔ روزانہ کسی نہ کسی بات پر دھمکی دیتی ہیں کہ بس اب اپنا بوریہ بستر باندھ لو۔ میری بیٹی سے کسی کو محبت اور لگاؤ نہیں ہے۔ میرے کام کے دوران وہ روتی بھی رہے تو کوئی اسے گود میں نہیں اٹھاتا اور نہ ہی چپ کرواتا ہے۔

ڈاکٹر وقار صاحب....

میری والدہ بہت ضعیف ہیں اور معاشی طور پر بھی بہت کمزور ہیں۔ اس عمر میں ان کے اوپر بوجھ نہیں بن سکتی۔ آپ سے التماس ہے کہ کوئی وظیفہ بتائیں کہ میری ساس اور نندیں مجھے تنگ کرنا چھوڑ دیں اور میرے شوہر بھی میرے حقوق عزت و احترام کے ساتھ ادا کرنے لگیں۔

جواب: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورۂ الملک (67) کی پہلی دو آیات گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے حالات کی بہتری، ساس نندوں اور شوہر کو آپ کے ساتھ عزت و احترام اور حسن سلوک کی توفیق ملنے کی دعا کریں۔ یہ عمل نوے روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے یَاعَزِیْزُ یَاسَلَامُ کا ورد کرتی رہیں۔

دوست دھوکہ دے گیا

☆☆☆

سوال: میری بہن کے شادی کو دس سال ہوگئے ہیں۔ اس کے دو بچے ہیں۔ دونوں اسکول میں پڑھتے ہیں۔ شادی کے بعد سے بہنوئی کی تین جگہ جاب بغیر کسی وجہ کے ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے بہنوئی بہت محنتی اور ایماندار ہیں۔

گزشتہ سال جب جاب چھوٹی تو وہ اپنے بچپن کے ایک دوست سے جن کو پاکستان آئے ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے ملے اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ اس پر ان کے دوست نے کہا کہ انہوں نے یہاں ایک کاروبار شروع کیا ہے جو اچھا چل رہا ہے اگر وہ چاہیں تو کچھ رقم اس کاروبار میں انوسمنٹ کر کے منافع کما سکتے ہیں۔ ایک لاکھ انوسمنٹ پر وہ ہر ماہ ساڑھے سات ہزار روپے منافع دینے پر تیار تھے۔ میرے بہنوئی نے اس کا ذکر ہماری بہن سے کیا اور بہن نے ہم سے مدد مانگی۔

ہم تینوں بہنوں نے اپنی جمع پونجی بہنوئی کو دے دی۔ تین ماہ تک تو باقاعدگی سے رقم ملتی رہی۔ اس کے بعد ان کا دوست ہر ماہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر منافع دینے سے انکار کر رہا ہے۔ ہمارے بہنوئی نے سختی سے بات کی تو اس نے بتایا کہ فی الحال کاروبار میں بڑا نقصان ہوا ہے، چند ماہ سنبھلنے میں لگیں گے۔

اس پر ہمارے بہنوئی نے کہا کہ اگر تم منافع نہیں دے سکتے تو ہماری اصل رقم واپس کر دو۔ ان کے

دوست نے ایک ماہ کی مہلت مانگی اور اس ایک ہفتے میں وہ خاموشی سے دبئی بھاگ گیا۔

اب اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ہمارے بہنوئی اس کے والدین اور بھائیوں سے بھی ملے تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کے کیے کے ذمہ دار وہ نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ شخص کئی اور لوگوں کے ساتھ بھی ایسا کر چکا ہے۔

ڈاکٹر وقار صاحب....!

ہم بہنوں نے اپنی زندگی کی جمع پونجی اپنے بہنوئی کے کہنے پر اس شخص کے حوالے کر دی تھی۔ اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ کوئی ایسی دعا یا عمل بتائیں کہ ہمیں اپنی رقم واپس مل جائے۔

جواب: کہتے ہیں کہ جن لوگوں میں لالچ ہو وہ ٹھگوں کی آمدنی کا بہت آسان ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس بستی میں لالچی لوگ رہتے ہوں وہاں ٹھگ بھوکے نہیں سوتے۔

محترمہ.... آپ ذرا سوچیے تو سہی، یہاں کون سا کاروبار اس قدر منافع میں چلتا ہے کہ اس سے ایک لاکھ کی سرمایہ کاری پر منافع سات ہزار ماہانہ اور نوے ہزار روپے سالانہ منافع ہوتا ہو۔

اس شخص نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے آپ کے بہنوئی سمیت کئی اور لوگوں کے جذبہ لالچ کو بھڑکا دیا۔ اپنے بہنوئی کی زبانی اتنے زیادہ منافع کا سن کر آپ بہنیں بھی اس غیر حقیقی یا پرفریب سرمایہ کاری پر آمادہ ہو گئیں۔

کسی بھی کاروبار میں خاص طور پر پرائیویٹ کاروبار میں سرمایہ کاری کرتے وقت بہت زیادہ چھان بین کرنی چاہیے۔

بڑھا چڑھا کر منافع کی پیش کش کرنے والوں سے بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ ماضی میں ایسے کئی کیسز سامنے آئے ہیں جن پر زیادہ منافع ملنے کی لالچ میں غریب اور متوسط طبقے کے کئی افراد آخرکار اپنی عمر بھر کی کمائی اور جمع پونجی سے محروم ہو گئے۔

بہرحال دعا ہے کہ آپ کو صبر ملے اور اس نقصان کا جلد از جلد ازالہ ہو۔ آمین

عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ سورہ طلاق 65 کی آیت 3 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس یا نوے روز تک جاری رکھیں۔

پیر صاحب کی باتیں

☆☆☆

سوال: محترم ڈاکٹر وقار....! جولائی کے روحانی ڈائجسٹ میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ آپ نے ایک پیر صاحب کے عقیدت مند ایک گھرانے کو درپیش مسئلہ بھی شائع کیا ہے۔ گزارش ہے کہ ہم بھی اس سے ملتے جلتے مسئلے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔

ہمارے بڑے بھائی جن کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے ان کے پانچ بچے ہیں۔ ان بھائی کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ایک بیٹی کی شادی ہو چکی ہے۔

دو بیٹیاں یونیورسٹی اور ہائی اسکول میں ہیں۔ بھائی کا اپنا کاروبار ہے۔ دو بیٹے حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ والد کے پاس تھوڑی دیر کے لیے دفتر بھی جاتے ہیں۔ یہ چاروں بہن بھائی کو ایجوکیشن تعلیمی اداروں میں پڑھ رہے ہیں۔

بھائی جب سے ان پیر صاحب کے مرید بنے ہیں اپنے گھر والوں کے ساتھ ان کے رویے میں بہت تبدیلی آگئی ہے۔ بھائی کہنے لگے ہیں کہ عورت اور اولاد

مرد کی عاقبت خراب کرنے کا ذریعہ ہے۔ بھائی کہتے ہیں کہ ان کے پیر صاحب بتاتے ہیں کہ عورت آدمی کو بھٹکا کر اسے جنت سے دور کر سکتی ہے۔ پیر صاحب کا مشورہ ہے کہ عورت کو دبا کر رکھنا چاہیے۔ اولاد کو بھی زیادہ ڈھیل نہیں دینی چاہیے۔ مخلوط تعلیمی ادارے برائی پھیلانے کا سبب ہیں۔ عورت کو سخت پردے میں رہنا چاہیے۔

محترم ڈاکٹر صاحب....! ہمارے بھتیجے بھتیجیوں نے پڑھائی میں بہت اچھے نمبروں سے کامیابیاں حاصل کیں۔ ہمارے بھائی ایک دن ان پیر صاحب مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس روز ان کے پیر صاحب نے مخلوط تعلیم کی مخالفت میں تقریر کی۔ ہمارے بھائی نے اپنے کراچی واپس آنے کا انتظار بھی نہیں کیا اور وہیں سے ہماری بھابھی کو فون کر دیا کہ بچوں کو یونیورسٹی اور اسکول بھیجنا بند کر دیا جائے۔

بھابھی نے یہ بات ہمارے والدین یعنی اپنے ساس سسر کو اور سسرال کے دیگر افراد کو بتائی۔ سب نے اس بات کی مخالفت کی۔ بھابھی نے بچوں کو بتایا کہ تمہارے والد صاحب نے یہ یہ کہا ہے۔ بچے بھی یہ بات سن کر بہت فکر مند ہوئے کیونکہ تعلیمی سال کا بیچ تھا اور دوسری بات یہ کہ بچے اپنے اپنے میعاری تعلیمی اداروں کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

بھائی کراچی واپس آئے تو انہوں نے اپنے حکم پر اصرار جاری رکھا۔ بھائی کو والدین نے بہت سمجھایا کہ اپنے بچوں کے تعلیمی کیریئر کے پیچھے مت پڑو لیکن بھائی نے کہا کہ وہ اپنے پیر کا کہا نہیں ٹال سکتے۔ بچوں کو اس حکم پر عمل کرنا پڑے گا۔

اس دوران ہمیں معلوم ہوا کہ ان پیر صاحب کے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں نے لاہور اور اسلام آباد کے مخلوط تعلیمی اداروں میں ہوسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کی ہے۔ میرے ایک بھتیجے نے کسی طرح سے پیر صاحب کے ایک بیٹے کا نمبر حاصل کر کے ان سے رابطہ کیا۔ پیر صاحب کے بیٹے نے میرے بھتیجے کی بات ہمدردی سے سنی اور کہا کہ وہ خود ان سے یعنی ہمارے بھائی سے بات کریں گے۔

صاحبزادے صاحب نے ہمارے بھائی سے کہا کہ بچوں کی تعلیم کا حرج نہ کیا جائے۔ ہمارے بھائی نے صاحبزادے صاحب کو تو کچھ نہ کہا لیکن وہ اپنے اس بیٹے سے سخت ناراض ہو گئے کہ تو نے صاحبزادے صاحب سے بات کیوں کی....

بھائی کہتے ہیں کہ میرا پیر پیر کامل ہے۔ اگر میں نے اپنے پیر کی بات نہ مانی تو میری دنیا اور آخرت تباہ ہو جائے گی۔

ہمیں پتہ چلا ہے کہ پیر صاحب اپنی مجلسوں میں مختلف باتیں بتاتے رہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ دنیا جلد ختم ہونے والی ہے لہٰذا سامان جائیداد جمع نہ کرو اور جس کے پاس سامان جائیداد ہے وہ اسے بیچ دے۔ کبھی کہتے ہیں کہ بینک میں بھی رقم مت رکھو۔ اگر کسی کے پاس فاضل رقم ہے تو وہ اس رقم کو اپنے پاس گھر میں رکھے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہر مہینے پانچ دن یا سات دن کا اعتکاف کیا جائے۔

محترم ڈاکٹر صاحب....! ہم اولیاء کرام کے معتقدین میں شامل ہیں۔ ہمارے خاندان کے کئی لوگ حضرت غوث الاعظم کے سلسلے میں شامل ہیں لیکن جو کچھ ان بھائی کے پیر صاحب فرماتے ہیں ایک خاندان کا کفیل ان باتوں پر کیسے عمل کر سکتا ہے....؟

اب صورتحال یہ ہے کہ ہمارے بھتیجے اور بھتیجیوں نے اپنے والد سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ ان کی

بات پر عمل نہیں کریں گے۔ بھائی اپنے بچوں سے اور ہماری بھابھی سے ناراض ہیں۔ ان باتوں کی وجہ سے ہمارا پورا خاندان سخت ٹینشن میں ہے۔

جواب: واقعی .... آپ کا گھرانہ بہت مشکل صورت حال سے دوچار ہے۔

جس مقام یا جس ہستی سے رہنمائی اور سکون کی توقع ہو وہاں سے اگر کنفیوژن اور اضطراب ملنے لگے تو آدمی کیا کرے....

آپ کے بھائی کے بچوں کی تعلیم کے حوالے آپ کے گھرانے کو درپیش مسئلہ پیر صاحب کے صاحبزادے نے ہمدردی سے سنا ہے اور اس پر اپنی رائے بھی دی ہے۔ کیونکہ وہ خود کو ایجوکیشن اداروں میں پڑھے ہوئے ہیں لہٰذا بہت مناسب ہو گا کہ اس معاملہ پر ان سے مزید مدد کی درخواست کی جائے۔ جو بات پیر صاحب کے صاحبزادے نے کہی ہے وہی بات اگر پیر صاحب کی زبان سے آپ کے بھائی سن لیں تو آپ کے گھرانے کو موجودہ ٹینشن سے بخوبی نجات مل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ علم و عرفان کے لیے کام کرنے والے اداروں کی نمائندگی کرنے والے زمانے کی بصیرت کے حامل ہوں اور صحیح طرزوں میں اپنے معتقدین کی رہنمائی کے قابل ہوں۔ آمین

اولیاء کرام سے عقیدت ایک بہت اعلیٰ جذبہ ہے۔ اولیاء کرام کے گدی نشین، مشائخ حضرات اس جذبہ کو لوگوں کی اصلاح، علم کے فروغ اور قوم کی ترقی کے لیے احسن طریقے سے بروئے کار لا سکتے ہیں۔

گھبراہٹ و بے سکونی

☆☆☆

سوال: میری بیٹی اسکول کے زمانے سے اچھے نمبروں سے پاس ہوتی رہی۔ اسے سی۔اے کرنے کا بہت شوق تھا۔ اب سی اے میں ایڈمیشن لیے اسے کئی سال ہو گئے ہیں۔ دو ماڈیولز تو اس نے بہت اچھے نمبروں سے پاس کر لیے لیکن اس کے بعد آگے پاس نہیں ہو پا رہی۔ وہ جب بھی پڑھنے بیٹھتی ہے تو اسے ایسا لگتا ہے کہ وہ نہیں پڑھ سکتی۔ جو کچھ بھی پورے دن میں یاد کرتی ہے دوسرے دن بالکل صفر ہو جاتی ہے۔ نہ صرف حافظہ بہت کمزور ہو گیا ہے بلکہ اس پر پڑھائی کے نام سے ہی گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔

جب یاد نہیں ہوتا تو ٹینشن ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ کیوں یاد نہیں ہو رہا ہے۔ وہ خود اپنی کیفیات سے بہت تنگ آ چکی ہے۔ مایوسی کی باتیں کرتی ہے۔

جواب: صبح اور شام کے وقت اکیس اکیس مرتبہ سورہ ہود (11) کی پہلی آیت تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ایک ٹیبل اسپون شہد پر دم کر کے پئیں اور اپنے اوپر بھی دم کر لیں۔

رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡر O

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کریں۔

حسب استطاعت صدقہ کرتی رہا کریں۔

گردن نہیں ٹھہرتی

☆☆☆

سوال: میری شادی کو تین سال ہو گئے ہیں۔ میرا ایک بیٹا ہے جس کی عمر دو سال ہے۔ اس بچہ کی گردن نہیں ٹھہرتی اور نہ ہی وہ بغیر سہارے کے بیٹھتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسے ہماری آواز بھی سنائی نہیں دے رہی۔

جواب: ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ کلر تھراپی کے اصولوں پر تیار کردہ نیلی شعاعوں سے تیار کردہ ایک پیالی پانی صبح اور شام پلائیں۔

نیلی شعاعوں سے تیار کردہ تیل کی گردن اور کمر پر ہلکے ہاتھ سے پانچ منٹ تک دائروں میں مالش کریں۔

رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ کوثر تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر بیٹے پر دم کر دیا کریں۔ یہ عمل اکیس روز تک جاری رکھیں۔

پرانا نزلہ

☆☆☆

سوال: مجھے دو تین سال سے نزلے کی شکایت ہے۔ دوا لینے سے قدرے بہتری محسوس ہوتی ہے لیکن مرض ختم نہیں ہوتا۔ نزلہ کی وجہ سر بھاری رہتا ہے۔ کبھی کبھی کان میں سائیں سائیں کی آوازیں آتی ہیں۔ طبیعت میں سستی اور کاہلی آگئی ہے۔ برائے کرم کوئی دیسی علاج بتادیں۔

جواب: گاؤں زبان 4 گرام، اصل السوس 4 گرام، گل گاؤزبان 4 گرام، اسطوخودوس 4 گرام لے کر ایک ڈیڑھ پیالی پانی میں جوش دے کر چھان لیں۔

یہ مقدار ایک وقت کی ہے۔ ہر بار تازہ تیار کریں۔

یہ جوشاندہ صبح نہار منہ اور رات سونے سے پہلے پئیں۔

دل میں سوراخ

☆☆☆

سوال: میری بیٹی کی عمر تین سال ہے۔ ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق اس کے دل میں سوراخ ہے۔ شروع شروع میں تو علاج سے بہتر ہوجاتی تھی لیکن اب تکلیف بڑھتی جارہی ہے۔ ڈاکٹروں نے چار ماہ بعد آپریشن کا کہا ہے۔ اب جب طبیعت خراب ہوتی ہے تو ہاتھ پاؤں پیلے پڑ جاتے ہیں۔ سانس تیز تیز چلنا شروع ہوجاتی ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ کوئی روحانی عمل بتائیں کہ ہماری بیٹی کو اللہ صحت کامل عطا فرمائے۔

جواب: ڈاکٹری علاج و دوائیوں کے ساتھ ساتھ بطور روحانی علاج صبح شام اکیس اکیس مرتبہ سورہ نجم 53 کی آیت 11-10 سات سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ایک ٹی اسپون شہد پر دم کر کے پلائیں۔

رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت 82 میں سے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ O

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر بیٹی پر دم کردیں اور صحت یابی کے لیے دعا کریں۔

جوئیں ختم نہیں ہوتیں

☆☆☆

سوال: میری بیٹی کی عمر بارہ سال ہے۔ میں اس کے سر کی صفائی کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ اس کے باوجود اس کے سر میں بے انتہا جوئیں اور لیکھیں ہیں۔ میں نے کئی ٹوٹکے استعمال کیے لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔

جواب: تارامیرا کا تیل تین حصے، ناریل کا تیل ایک حصہ۔ ان دونوں تیل کو باہم ملا کر صبح سر میں اچھی طرح ملیں اور کچھ دیر بیٹی کو دھوپ میں بٹھائیں۔

اس کے بعد تقریباً آدھا گھنٹہ چھاؤں میں رہنے کے بعد سر کو دھوئیں۔ عام طور پر یہ عمل ایک ہفتے میں دو سے تین مرتبہ کرلینا کافی ہوتا ہے۔

حمل ضائع ہوجاتا ہے

☆☆☆

سوال: میری شادی کو چار سال ہوگئے

ہیں۔ اللہ کے کرم سے میں دو مرتبہ حاملہ ہوئی ہوں۔ پہلا بچہ پیدائش کے ایک ماہ بعد ہی فوت ہو گیا۔ دوسری مرتبہ بچہ پیدائش کے فوراً بعد انتقال کر گیا حالانکہ میری دونوں ڈیلوری نارمل تھیں۔

ڈاکٹروں نے ایک سال احتیاط کرنے کا کہا تھا۔ ایک سال بعد ہم نے دوبارہ کوشش کی اور اللہ کے کرم سے اب میں دوبارہ امید سے ہوں۔

آپ کوئی ورد بتائیں کہ اس مرتبہ بچے کی پیدائش صحت و سلامتی کے ساتھ ہو اور آپ اپنی دعاؤں میں بھی یاد رکھیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت مند، دراز عمر، صالح اور خوش نصیب و خوبصورت اولاد عطا فرمائے۔ آمین

بطور روحانی علاج جب بھی پانی پئیں 11 مرتبہ اسم الٰہی

یَا قَوِیُ

پڑھ کر پانی پر دم کر کے پئیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے یَا شَافِیُ یَاسَلَامُ کا ورد کرتی رہا کریں۔ یہ عمل ڈیلوری تک جاری رکھیں۔

کتاب روحانی علاج سے اُم الصبیان کا تعویذ بنا کر اپنے گلے میں پہن لیں۔ بچے کی پیدائش کے بعد اپنے گلے سے اتار کر بچے کو پہنا دیں۔

حسب استطاعت صدقہ کرتی رہا کریں۔

اکثر نظر لگ جاتی ہے

☆☆☆

سوال: میرا بیٹا جو ابھی تقریباً ڈیڑھ سال کا ہے۔ کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ کبھی اسے دست لگ جاتے ہیں تو کبھی بخار ہو جاتا ہے، کبھی ناک بہنا شروع ہو جاتی ہے یہ ہمارا پہلا بیٹا ہے۔ سب لوگ حتیٰ کہ ہمارے فیملی ڈاکٹر بھی یہ کہتے ہیں کہ اس بچے کو نظر لگ جاتی ہے۔

براہ کرم کوئی نظر اتارنے کا کوئی مجرب علاج بتا دیجئے۔

جواب: بیٹا رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ کوثر پڑھیں اور بچے پر دم کر دیں۔ یہ عمل بلا ناغہ اکیس دن تک کریں۔

ہر جمعرات کے دن کم از کم اکیس روپے خیرات کر دیا کریں۔

چہرے پر دانے

☆☆☆

سوال: میری عمر اکیس سال ہے۔ میرے چہرے اور ہاتھ پیروں کی انگلیوں پر باریک باریک دانے نکل آئے ہیں۔ ان میں بہت خارش ہوتی ہے۔ پہلے تو یہ دانے کم اور ہلکے تھے مگر اب بہت زیادہ نمایاں ہو گئے ہیں۔ مختلف علاج کروائے لیکن مکمل افاقہ نہیں ہوا۔ کوئی دیسی نسخہ بتائیں کہ جس سے اس تکلیف سے چھٹکارا ملے اور چہرہ پہلے کی طرح صاف ہو جائے۔

جواب: چہرہ اور جسم پر دانوں کی شکایت میں مندرجہ ذیل دیسی نسخہ بھی مفید ہے۔

چاکسو۔ 12 گرام، منڈی۔ 12 گرام، سرپھوکہ۔ 12 گرام، شاہترہ۔ 12 گرام، برگ حنا۔ 12 گرام، صندل سفید۔ 12 گرام

تمام ادویات کا سفوف بنا کر دو دو گرام مقدار میں یہ سفوف صبح نہار منہ اور شام کے وقت پانی کے ساتھ لیں۔

اس کے علاوہ کلر تھراپی کے اصولوں کے مطابق سبز شعاعوں میں تیار کردہ پانی ایک ایک پیالی صبح اور شام پئیں اور نیلی شعاعوں میں تیار کردہ پانی ایک

ایک پیالی دوپہر اور رات کھانے سے پہلے پئیں۔
گھی، گائے کا گوشت، کھٹی، ترش، تیز نمک مرچ والی اور تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں۔

وہم اور وسوسے

☆☆☆

سوال: میری بیگم کی عمر چالیس سال ہے۔ گزشتہ دس سال سے انہیں وہم کی شکایت ہے۔ ہوا یوں کہ ہمارے ایک عزیزہ کا دس سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ ہم جب وہاں سے واپس آئے تو میری بیگم صاحبہ دو دن تک سو نہیں سکیں۔ اس کے بعد چند دن انہوں نے بار بار ہاتھ دھونا شروع کر دیا، کسی بھی چیز کو ہاتھ لگتا تو وہ کئی بار صابن سے ہاتھ دھوتیں۔ لاکھ منع کرنے پر بھی وہ باز نہیں آتی۔ نہا کر آتی ہیں تو کچھ دیر بعد دوبارہ نہانے چلے جاتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میرے جسم پر ناپاکی صاف نہیں ہوئی میں اس لیے بار بار ہاتھ دھوتی ہوں اور نہاتی ہوں۔

بعض مرتبہ مقدس ہستیوں کے بارے میں وہم وسوسے انہیں بہت تنگ کرتے ہیں۔

کئی ڈاکٹروں کو دکھایا لیکن کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ باربار ہاتھ دھونے اور نہانے سے جلد سفید اور خشک ہو گئی ہے۔

بیگم صاحبہ کے وہم کی وجہ سے گھر کا سارا نظام ڈسٹرب ہو گیا ہے۔

جواب: صبح اور شام اکیس اکیس مرتبہ سورہ مومنون (23) کی آیت 97 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنی بیگم صاحبہ کے اوپر دم کر دیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو وسوسوں اور وہم سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

ہارمونز کی خرابی

☆☆☆

سوال: میری عمر تیس سال ہے۔ چھ سال سے چہرے پر زائد بال کی شکایت ہے۔ کئی جگہ علاج کروایا لیکن مکمل افاقہ نہیں ہوا۔ گائناکولوجسٹ کا کہنا ہے کہ ہارمونز ڈسٹرب ہو گئے ہیں۔ جب تک یہ ہارمونز نارمل نہیں ہوتے چہرے پر بال نکلتے رہیں گے۔

میں ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ کلر تھراپی سے علاج کروانا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں برائے کرم کوئی نسخہ بھی تجویز کر دیں۔

جواب: کلر تھراپی کے اصولوں کے مطابق بیگنی شعاعوں سے تیار کردہ ایک ایک پیالی پانی صبح اور شام پئیں۔

مذکورہ تکلیف میں ایک مفید نسخہ درج ذیل ہے۔

سونف 4 گرام، بیج قرطم 4 گرام، گاؤزبان 4 گرام، مغز خربوزہ 4 گرام، چھلکا املتاس 4 گرام۔

ان تمام اجزاء کو ایک پاؤ پانی جوش دیں۔ جب اندازاً پانی آدھا پاؤ رہ جائے تو چھان کر حسب ضرورت گڑ ملا کر ایام آنے سے تین روز قبل روزانہ صبح نہار منہ پئیں۔